بسم اللہ الرحمن الرحیم

گفتنی

علمی، فکری، ادبی، سیاسی، مذہبی، اور عبادی مقالات پر مشتمل

ایک نایاب دستاویز

تصنیف وتالیف

حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین

علامہ آغا سید سبطین حیدر سبزواری (فاضل قم)

پرنسپل جامعۃ النجف مندرانوالہ

منشورات

حوزہ علمیہ جامعۃ النجف مندرانوالہ (ڈسکہ)

پیشکش

نجف کتاب گھر اینڈ کیسٹ لائبریری مندرانوالہ (ڈسکہ)

15025
Acc No. 10,405 Date 27/[illegible]/01
Section [illegible]
Status
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

بسم الله الرحمن الرحيم

MAHFOOZ BOOK AGENCY
Martin Road, Karachi-74800
Tel : 481[illegible]286
Fax : [illegible]
Email: [illegible]net.pk

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتنی

علمی، فکری، ادبی، سیاسی، مذہبی اور عبادی مقالات پر مشتمل

ایک نایاب دستاویز

تصنیف و تالیف

حضرت حجة الاسلام و المسلمین

علامہ آغا سید سبطین حیدر سبزواری (فاضل قم)

پرنسپل جامعة النجف مندرانوالہ

منشورات

حوزہ علمیہ جامعة النجف مندرانوالہ (ڈسکہ)

پیشکش

نجف کتاب گھر اینڈ کیسٹ لائبریری مندرانوالہ (ڈسکہ)

(جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب: گفتنی

تصنیف وتالیف: حجۃ الاسلام والمسلمین آغا سید سبطین حیدر سبزواری (فاضل قم)
پرنسپل جامعۃ النجف مندرانوالہ (ڈسکہ)

کمپوزنگ وایڈیٹنگ: شجر عباس شجر

سال اشاعت: 2005ء

تعداد: ایک ہزار

بار: اول

ھدیہ:

منشورات

حوزہ علمیہ جامعۃ النجف مندرانوالہ (ڈسکہ)

پیشکش

نجف کتاب گھر اینڈ کیسٹ لائبریری مندرانوالہ (ڈسکہ)

انتساب

میری یہ ادنیٰ سی کاوش

سچ کہنے

سچ سننے

سچ سمجھنے

اور

سچ برداشت کرنے والے

سچوں کے نام

عرض حال

گفتنی ان اداریہ جات اور مقالات پر مشتمل ایک یاداشت ہے جو ماہنامہ پیام نجف میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ جو حضرات اس مجلّہ کے قاری رہے ہیں' خوب جانتے ہیں کہ یہ نشریہ (جس کی کل زندگی چار سال پانچ ماہ پر مشتمل تھی) اپنی مثال آپ تھا۔ آج تک لوگوں کے خطوط کا سلسلہ جاری ہے کہ یہ مجلّہ کیوں بند کر دیا گیا اسے جاری رہنا چاہیے اسے بند نہیں ہونا چاہیے تھا اس کا دوبارہ اجراء کریں۔ اگر میں ان خطوط کو جو کہ اسکے بند ہونے پر احتجاج کے طور پر لکھے گئے شائع کر دوں تو ایک مکمل دستاویز ہے۔ کیونکہ یہ نشریہ مذہبی' فکری' اور علمی لحاظ سے ایک بے باک اور ملت جعفریہ کا صحیح ترجمان تھا اور ترویج و تبلیغ علوم آل محمدؑ میں مصروف عمل تھا جتنی دیر زندہ رہا اپنا فرض منصبی ادا کرتا رہا۔

مگر کیا کہا جائے کہ وہی ہوا جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ حالات و واقعات نے اتنا مجبور کر دیا کہ مسئلہ دائر ہو گیا مجلّہ اور مدرسہ کے درمیان کہ آیا مدرسہ چلایا جائے یا مجلّہ؟ کیونکہ ہمارے ہاں مفت پڑھنے کا قدرے رواج ہے اور اگر خرید کر کے پڑھنا ہو تو پھر بڑے بڑے دین کا درد رکھنے والے بھی اسے بے مقصد سمجھتے ہیں جس کی بنا پر پیام نجف کو بند کر دیا گیا۔ البتہ جامعۃ النجف کے استحکام کے لیے شب و روز مصروف عمل ہیں۔ بحمد اللہ یہ جامعہ اپنی منازل طے کر رہا ہے۔ اگرچہ یار لوگوں کا یہ پختہ خیال تھا کہ ہماری دسیسہ کاریوں اور چال بازیوں اور مخالفت کے تابڑ توڑ حملوں کی بنا پر یہ جو چند سانس باقی ہیں یہ ادارہ بھی دم توڑ دے گا۔

یوں ہم نے بڑے نقصان سے بچنے کیلیۓ بادل نخواستہ چھوٹا نقصان برداشت کر لیا اور یہ کام اس وقت تک کے لیے معطل کر دیا جب تک کہ وسائل دستیاب نہیں ہوتے۔ ہماری بات سے یہ معنی ہر گز نہ سمجھا جائے کہ ہم اس کی ضرورت کا انکار کر رہے ہیں بلکہ ہمارے استعمال شدہ لفظ ''معطل''

اس فکر کی نفی کے لیے کافی ہے۔

لہٰذا ان یادداشتوں کو محفوظ و یکجا کرنے اور بعض احباب کے پرزور اصرار پر ہم گفتنی ہی کے نام سے یہ کتاب شائع کر رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ امید کرتے ہیں کہ بفضل خدا اور بتصدق محمدؐ و آل محمدؐ یہ سلسلہ (تصنیف و تالیف) جاری رہے گا۔ یہاں پر میں شکریہ ادا کروں گا مدرسہ ہذا کے سابق طالب علم عزیزم شجر عباس شجر کا کہ جنکی انتھک محنت اور لگن کا نتیجہ ہے کہ آج یہ علمی دستاویز مومنین کے ہاتھوں میں بہترین اور قابل تعریف صورت میں پہنچ رہی ہے۔

محترم قارئین سے بس اتنی سی گزارش ہے کہ من آنم کہ من دانم میری تحریری کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

السید سبطین حیدر سبزواری

10/08/2005

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	اظہار تشکر	9
2	گفتنی	10
3	جامعۃ النجف	13
4	ضرورت علم	20
5	علامہ سید صفدر حسین نجفی (مرحوم)	23
6	ایک کہانی	25
7	غیبت کبریٰ میں ہماری ذمہ داریاں	26
8	ولادت باسعادت	29
9	تیرہ رجب	30
10	شان علیؑ	32
11	حضرت علیؑ حضرت ابوبکرؓ کی نگاہ میں	35
12	حضرت علیؑ کی آنحضرتؐ سے قربت	36
13	حضرت علیؑ کی ولایت کا اقرار	37
14	اہل بیتؑ کی عزت کرو	37
15	حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کی نگاہ میں	38

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
39	اگر لوگ حضرت علیؑ کی محبت پر جمع ہو جاتے	16
40	حضرت علیؑ کی تین فضیلتیں	17
40	اپنے فضائل میں منفرد ہونا	18
41	حضرت علیؑ کی اٹھارہ فضیلتیں	19
43	حضرت علیؑ کا ہاتھ رسولؐ کا ہاتھ ہے	20
44	مسائل شریعہ حضرت علیؑ سے پوچھو	21
45	اگر آج علیؑ نہ ہوتے تو ----------	22
47	حجر اسود	23
48	حضرت علیؑ حضرت عثمانؓ کی نگاہ میں	24
49	حضرت علیؑ حضرت عائشہؓ کی نگاہ میں	25
50	حضرت علیؑ سردار عرب	26
51	علیؑ سے پوچھو	27
52	حضرت علیؑ ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ کی نظر میں	28
52	علیؑ کا جدا نہ ہونا	29
53	علیؑ اور قرآن	30
54	حضرت علیؑ معاویہ کی نگاہ میں	31
54	حضرت علیؑ کی تین صفات	32
54	فخر و مباہات	33
55	شان علیؑ حضرت عبداللہؓ ابن عباس کی نگاہ میں	34

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
35	ایک تحریر	56
36	سعد بن ابی وقاصؓ	56
37	زبیر ابن العوامؓ	57
38	حضرت ابوذر غفاریؓ	57
39	زید بن ارقمؓ	58
40	حضرت علیؑ افضل الصحابہ ہیں	58
41	مختصر حالات حضرت علیؑ	59
42	ایک کہانی۔دربار رسالت	61
43	حیات امام حسینؑ۔عقیدہ وجہاد	63
44	روح نبیؐ جان مرتضیٰؑ	67
45	اسلامی معاشرہ میں مرد کا مقام	74
46	ایک شخصیت جو اب بھی زندہ ہے(چوہدری رحمت علی کربلائی مرحوم)	79
47	ایک کہانی	81
48	علم اور جہالت	82
49	موت	85
50	حضرت امام علی رضا علیہ السلام	92
51	فرامین امام رضا علیہ السلام	93
52	ایک کہانی۔نعمت	95
53	حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام	97

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
54	فرامین حضرت امام جعفر صادقؑ	98
55	دعا قبول نہ ہونے کے اسباب	101
56	اصلاح احوال	103
57	ایک کہانی۔ بہادر لڑکا	107
58	شیعہ کون؟	109
59	حضرت امام محمد تقی علیہ السلام	113
60	فرامین امام محمد تقی علیہ السلام	114
61	حسین علیہ السلام	116
62	آخر یہ پابندیاں کب تک؟	119
63	کربلا! مشترک انسانی اصولوں کی حفاظت کی قربان گاہ	121
64	مختصر تاریخ امام حسین علیہ السلام	124
65	امام حسینؑ اور تحریک کربلا۔ اقوام عالم کی اہم شخصیات کی نگاہ میں	129
66	ڈاکٹر گبن(Dr. Gibben)	129
67	مسٹر واشنگٹن(Mr. Washington)	130
68	کارلائل (Corloil)	130
69	شلڈریک (Scheldrick)	131
70	مسٹر براؤن(Mr. Browne)	131
71	مسٹر جان یونگ(Mr. John Yhoung)	131
72	مہاتما گاندھی	132

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
73	پنڈت جواہر لال نہرو	132
74	قائداعظم محمد علی جناحؒ	133
75	حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام	134
76	فرامین حضرت امام حسین علیہ السلام	135
77	فرقہ پرستی	138
78	ایک ضرورت	140
79	آنحضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	142
80	احادیث مبارکہ	143
81	قائد محترم! نوجوانان ملت کو موت کے حوالے ہونے سے بچائیں	145
82	ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ سے خط	147
83	حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام	151
84	فرامین حضرت امام حسین عسکری علیہ السلام	152
85	شائد کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات	156
86	جاگ میرے پنجاب کہ پاکستان چلا	159
87	آہ۔۔۔۔۔۔ جناب عبدالکریم مشتاق (شہید)	161
88	حضرت امام زین العابدین علیہ السلام	162
89	اقوال حضرت امام زین العابدین علیہ السلام	163
90	قائد، قوم اور علماء	168
91	علامہ مرید عباس یزدانی (شہید)	171

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
92	معصومہ کبریٰ حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا	173
93	فرامین حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا	174
94	ایک کہانی	177
95	آل پاکستان شیعہ علماء کانفرنس	181
96	میں سانحہ ہوں جلی سرخیوں میں دیکھ مجھے	183
97	کلام الامام امام الکلام	186
98	محسن روحانیت استاد العلماء علامہ سید ریاض حسین نجفی قبلہ سے گزارش	189
99	حضرت امام مہدی آخر الزماں علیہ السلام	191
100	فرامین حضرت حجت خدا علیہ السلام	192
101	شخصیت حضرت امام حسن علیہ السلام	197
102	ولادت باسعادت	197
103	نواسہ کی نانا سے شباہت	198
104	سرداری جنت	199
105	نانا کی نواسے سے محبت	199
106	بچپنے میں وحی کا حفظ کرنا	200
107	حق گوئی	201
108	حضرت امام حسنؑ کی عبادت	201
109	حضرت امام حسنؑ کا حلم	202
110	خلافت ظاہری کا چھوڑنا	203

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
111	شرائط صلح حضرت امام حسنؑ	204
112	حضرت امام حسنؑ کی اولاد و ازواج	207
113	حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام	208
114	فرامین حضرت امام حسن علیہ السلام	209
115	نیا دور	213
116	محمد علی رحیمی (شہید ایرانی)	215
117	انقلاب اسلامی	217
118	ملکی سالمیت کو ایک خطرہ	220
119	دعا	223
120	دعا کیا ہے؟	223
121	انسان کی روح پر دعا کے اثرات	224
122	معصومینؑ سے منقول دعاؤں کا مقام	225
123	ہم خدا سے کیا مانگیں	226
124	دوسروں کی لیے دعا	229
125	وقت دعا	230
126	قبولیت دعا کی مختلف صورتیں	232
127	واقعہ کربلا! ایک تاریخ ساز حادثہ	236
128	غور تو کر	239
129	اسلامی معاشرے کی اخلاقی قدریں	242

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
130	قطع تعلق	245
131	احادیث کی روشنی میں	246
132	اللہ کے نزدیک سب سے بڑا عمل	246
133	برائی کا مقابلہ نیکی سے کریں	247
134	تین صفات	247
135	قطع تعلق کا اثر	247
136	کون کرے مداوا	249
137	شیعہ کون؟	252
138	لاہور پولیس کا اپریشن یا شب خون (جامعۃ المنتظر)	255
139	چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کا بروقت نوٹس	258
140	آہ ۔۔۔۔۔۔۔۔جناب عباس علی نجفی مرحوم	260
141	دہشت گردی کا شکار ایرانی ہی کیوں؟	262
142	علامہ غلام حسین نجفی اور حکومت پاکستان	265
143	قیادت کی بساط	268
144	خالص اسلام	270
145	ایک بار پھر	273
146	رحمتوں بھرا مہینہ	275
147	ہوتا ہے شب و روز تماشہ میرے آگے۔ سانحہ مومن پورہ	278
148	صاحبزادہ فضل کریم صاحب۔ صوبائی وزیر اوقاف پنجاب	282

اظہار تشکر

بنا بر فرمان پیغمبر اکرمؐ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ یعنی جو (اپنے محسن) انسانوں کا شکریہ ادا نہ کرے اس نے خدا کا بھی شکریہ ادا نہیں کیا۔ (حدیث نبویؐ)

یہ کم ظرفی ہوگی کہ اگر برادرم جناب امتیاز حسین مغل صاحب ابن منظور حسین مغل کا شکریہ ادا نہ جائے کہ جنہوں نے اس کتاب کی طباعت کا ذمہ بطور صدقہ جاریہ اپنے سر لیا تا کہ اس کتاب کا جو بھی اجر و ثواب ہو وہ انکی امی جان مرحومہ رشیدہ بیگم اور پھوپھی جان مرحومہ نذیر فاطمہ کے نامہ اعمال میں درج ہو۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند متعال بحق محمدؐ و آل محمدؐ آپ کی اس سعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے انکے مرحومین کے لیے سرمایہ آخرت اور زندوں کے لیے فلاح کونین کا ذریعہ قرار دے اور انہیں حوادثات زمانہ اور آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رکھے۔ آمین

مومنین سے سورہ فاتحہ کی اپیل ہے۔

گفتنی

شیعیان حیدر کرار کی مرکزی، دینی، علمی اور فکری دانشگاہ آل محمدؐ جامعۃ النجف مندرانوالہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کی جانب سے ماہنامہ پیام نجف آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کیسا ہے اور کیسا ہونا چاہیے؟ یہ تو آپ ہی بتا سکتے ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ قارئین اپنی مفید آراء سے ہمیں محروم نہیں رکھیں گے۔

باشعور افراد اس سے بخوبی آگاہ ہیں کہ آج کے اس پر آشوب اور ہنگامہ انگیز دور میں جہاں نفسا نفسی کا عالم ہے۔ لوگ اسلام کے نزدیک ہونے کی بجائے اس سے دور ہو رہے ہیں۔ مسلمان ہوتے ہوئے بھی اسلام اور اسلامیات سے نابلد اور مومن کہلاتے ہوئے بھی ایمان سے کوسوں دور ہیں۔ آخر کیوں؟

اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ رسول کائنات ؐ کی چھوڑی ہوئیں دو گرانقدر چیزیں (قرآن واہلبیتؑ) جن سے آنحضرتؐ نے وابستہ رہنے کا حکم دیا تھا تاکہ دنیا گمراہی کا شکار نہ ہو جائے اور اپنے خالق حقیقی کے مقصد کو صحیح طریقے سے ادا کر سکے، کو صحیح طریقے سے سمجھ نہیں سکے۔ اور آنحضورؐ کے جانے کے بعد سے لے کر آج تک اسلام مخالف قوتیں یہی کوشش کر رہی ہیں کہ جس قدر ہو سکے مسلمانوں کو قرآن واہلبیتؑ سے دور رکھا جائے تاکہ ان کو دور رکھ کر اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کیا جا سکے۔

اور بہترین حربہ یہ ہوتا ہے کہ اگر آپ کسی مذہب کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس مذہب سے علماء اور مکتب کو ختم کر دیں۔ اور جس مذہب کے علماء اور مکتب ختم ہو جاتے ہیں وہ خود بخود تباہ ہو جاتا ہے۔ دشمنان اسلام نے بھی یہی کیا۔ رسول خداؐ نے جن دو چیزوں (قرآن واہلبیتؑ) کو چھوڑا تھا ان سے مسلمانوں کو دور کیا گیا۔ یہ ایک لمبی بحث ہے کہ وہ کون کون سے طریقے تھے جن کے ذریعے

یہ لوگ کامیاب ہوئے۔

اصل جستجو کتب اسلامی کا مطالعہ کر کے ان سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں اور مسلمان بعض دانستہ اور بعض نادانستہ طور پر اس کا شکار ہوئے۔ جامعۃ النجف جو اپنی عمر کے ابتدائی سال میں ہے۔ یکم نومبر 1993ء بروز جمعہ کو جس کی بنیاد رکھی گئی اور 21 اپریل 1995ء بروز جمعہ کو اس کا افتتاح بدست قائد ملت اسلامیہ علامہ سید ساجد علی نقوی ہوا جس میں پاکستان بھر سے جید علماء نے بھی بھرپور شرکت کی۔ صرف 17 مہینوں کی قلیل مدت میں اتنی عظیم دانش گاہ علوم محمدؐ و آل محمدؐ اپنے منصوبے کے پایہء تکمیل تک جا پہنچی۔ اور جس میں بحمداللہ اب تشنگان علوم اہلبیتؑ کے لیے تعلیمی سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ شعبہ طلباء و طالبات دونوں میں بیک وقت تدریس شروع ہو چکی ہے۔

اس عظیم دانشگاہ نے اپنے بہت ہی محدود اور کم وسائل اور ہزاروں مشکلات کے باوجود ایک علمی ماہنامے کی طرف توجہ دی۔ کافی محنت اور تگ و دو کے بعد بنام پیام نجف Declaration ملا اور اس کا پہلا پرچہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ہماری کوشش ہوگی کہ خالص علمی، دینی اور مذہبی مواد پیش خدمت کیا جائے۔ بہر حال اس پرچہ کی کامیابی اور ترقی کے سلسلہ میں آپ جیسے باخبر متدیّن اور مخلص حضرات کے تعاون کی شدید ضرورت ہے۔ اور آپ ہی اس کی بقاء کے ضامن بن سکتے ہیں۔ ہم نے توکل بر خدا کر کے اس مشکل کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور یہ امید رکھتے ہیں کہ خدا کا لطف و کرم بحق محمدؐ و آل محمدؐ اگر شامل حال رہا تو اپنے اس نیک مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔

اور یقیناً اس خالق کا احسان عظیم ہے کہ جس نے بتصدق آل محمدؐ ہم کو اس نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے۔ اور توفیق دی ہے کہ ہم اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر اس نیک مقصد کو مکمل کریں ورنہ اس کے ہاں کس چیز کی کمی ہے۔ ناچیز کے علاوہ کسی اور کو بھی اس کام کے لیے منتخب کر سکتا تھا۔ ہم اپنے خالق کے شکر گزار ہیں اور پھر یہی امید اس سے وابستہ کیے ہوئے ہیں کہ اے خالق ہمیں توفیق دینا کہ ہم تیری راہ اور تیرے دین کے لیے کچھ کر سکیں اے خالق ہماری آخرت کو ٹھیک رکھنا اور ہمیں محمدؐ

وآل محمدؐ کے ساتھ محشور فرمانا۔ (آمین)

آخر میں ان دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس ادارہ اور ماہنامہ کے سلسلے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمایا۔ ماہنامہ کے سلسلے میں خصوصاً برادرم چوہدری محمد اسحٰق اور برادرم جناب سید اقبال حسین شاہ صاحب کے نہایت ہی مشکور ہیں کہ جن کی وساطت سے آج یہ ماہنامہ ملت اسلامیہ کے ہاتھوں میں ہے۔

ملت جعفریہ پاکستان کی منفرد اور فقید المثال دینی علمی اور فکری درس گاہ

جامعۃ النجف مندرانوالہ

تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

یوں تو جامعۃ النجف کی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ یہ ایک ایسی مقدس اور سایہء آغوش کا نام ہے کہ جس کی تعلیم وتربیت نے آج تک دنیا کی اعلیٰ ترین تسلیم شدہ جامعات اور یونیورسٹیوں کو محوِ حیرت رکھا ہے۔اور بات صرف حیرت پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ آج بھی دنیا بھر کے جامعات میں اس موضوع پر خاص شعبے مستقل تحقیقات میں مصروف ہیں۔خاص طور پر دشمنوں اور دوست نما دشمنوں کی منفی کاوشوں اور ان کی کوششوں کے باوجود آج تک دنیائے علم کے اعلیٰ ترین ادارے اس عظیم جامعہ (جامعۃ النجف) کی تعلیم وتربیت میں ذرا سا بھی سقم اور نقص تلاش کرنے میں صرف ناکام ہی نہیں بلکہ بری طرح ناکام رہے ہیں اور دوسری طرف اس اعلیٰ ترین تعلیمی جامعہ کے در سے فیض انسانیت کی بھیک پانے والے صاحبان ادراک وشعور کے اعتراضات حقائق بھی اس پروقار جامعہ کے حقیقی فضائل دنیا پر پوری طرح آشکار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

یعنی کہا جا سکتا ہے کہ دوست اور دشمن دونوں جامعۃ النجف کی وسیع حقیقتوں سے کوسوں دور ہیں۔لیکن بارگاہ احدیت سے ایک معین حد تک اس اعلیٰ اور پروقار تعلیمی یونیورسٹی کا تعارف عام انسانیت کو صحیح راہ دکھانے کے لیے عطا کیا گیا ہے۔اور اس کے سوا بہت کچھ انسانی آنکھ سے اوجھل رکھا گیا ہے۔جس کی مصلحت کا ذکر بہت طویل ذہن کا متقاضی ہے۔لیکن یہ عمل موضوع سے مربوط رہنے کے باوجود ہمیں اپنے عنوان سے تھوڑا دور کر دے گا۔

ظلمتوں اور سیاہیوں کے اس گھٹا ٹوپ دور میں جبکہ ہر دیوار اپنے ماتھے کفر کے فتوؤں سے سجائے ہوئے زبان بے زبانی سے پکار پکار کے ملت جعفریہ کے غیور افراد کو اس کے فرائض منصبی یاد

دلا رہی ہے۔اور دشمنان اہلبیتؑ کے ناپاک عزائم کو برسرِعام کر رہی ہے۔

تو ملت کے ہر فرد کو بیدار ہو کر اس مملکت میں اپنے مستقبل کی واضح جھلک دیکھ لینی چاہیے۔آج کے اس پر آشوب دور میں ہر فرد ملت جعفریہ کی اہم ترین ضرورت کیا ہے؟ یاد رکھیں کہ جو قومیں اپنے واضح مستقبل کے تعین میں ناکام ہو جائیں ان کا وجود مٹ جایا کرتا ہے۔ضرورت صرف اتنی ہے کہ اپنی زندگیوں کو محمدؐ وآل محمدؐ کی تعلیمات کے قریب سے قریب تر کر لیا جائے اور اگر یہ مشتر کہ فیصلہ قوم کو اس مشن کے قریب لے آئے کہ جس کی تکمیل کی خاطر جناب سیدالشہداؑ اور جناب زینب عالیہؑ نے کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں شہادتیں پیش فرمائیں۔اس جاہلیت نواز پُر تعصب دور میں شرق و غرب کی مکروہ تبلیغ کے نازیبا اور انسانیت سوز سائے سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں پر اس قدر اثر انداز ہیں کہ جنہیں علوم محمدؐ وآل محمدؐ کی نشر و اشاعت کے بغیر دور کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔تو اس استعمار زمانہ کے ناپاک منصوبوں کو ناکام بنانے اور غلط عزائم کو خاک میں ملانے کا واحد حل دین محمدؐ کی صحیح نشر و اشاعت کا اور تبلیغ کا کام ہے۔کیونکہ علم و حکمت مومن ہی کی گمشدہ میراث ہے۔(**الحکمۃ ضالۃ المومن**) جس کا آج کے دور میں حاصل کرنا بہت ضروری ہے ورنہ آنے والی نسلوں کے ہاتھ ہمارے گریبانوں میں ہوں گے اور ان کی جہالت کے ذمہ دار بھی ہمی لوگ ٹھہریں گے۔اس چند روزہ زندگی میں ہمیں اپنی عاقبت و آخرت کے لیے کچھ کرنا ہے۔یہ دور ہمارے لیے جہاں لمحہ فکریہ ہے وہاں میدان عمل بھی ہے۔

عقیدہ کی پاسداری جہاد کے بغیر ناممکن ہے۔عقیدہ و جہاد لازم و ملزوم ہیں جس کی طرف سیدالشہداامام حسینؑ نے فرمایا: ''وہ انسان درحقیقت دین و دنیا میں مردہ ہے جو اپنے عقیدہ کے لیے عملی جہاد نہیں کرتا''۔آج جہاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

اسی بنا پر سرزمین ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ملت جعفریہ پاکستان کی ایک عظیم اور منفرد دینی، علمی، فکری اور مذہبی درسگاہ کا قیام عمل میں لایا جا چکا ہے۔آج کے اس پر آشوب اور ہنگامہ خیز دور میں جبکہ ہر طرف ظلمت و بربریت کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور دین کو لادینی میں کر کے اس کا

مذاق ہی نہیں اڑایا جارہا ہے بلکہ دین مقدس کی توہین وتذلیل بھی کی جارہی ہے۔ کفروالحاد ظلم وجبر اور ذلت ورسوائی کا بازار گرم ہے۔ استعمار واستکبار دین اسلام کو جڑوں سے اکھاڑ دینا چاہتے ہیں اور اپنے خبیث عزائم کی تکمیل کے لیے ہر ممکن طریقے اور توانائی کو بروئے کار لاتے ہوئے ہمارے نوجوانوں کو فسق وفجور کے پلیٹ فارم پر جمع کرتے ہوئے اپنی خام خیالی میں اسلام کو ختم کرنے کے درپہ ہیں۔ حالانکہ وہ اس سے بے خبر ہیں کہ **(انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون** (القرآن)) ''کہ ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔ خدا ہر زمانے میں اور ان حالات میں ایسے ناخداؤں کو پیدا کرتا ہے کہ جو اپنی تمام تر توانائیوں اور خلوص وعقیدت کی دولت سے مالا مال ہوتے ہوئے اپنے جذبہ دینی کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلام دشمن افراد کے منہ پر ایسا زوردار طمانچہ مارتے ہیں کہ جس کو وہ رہتی دنیا تک بھلا نہیں پاتے۔

اسی جذبہ ایثار گری اور دینی ومذہبی دولت کی خاطر مندرانوالہ کے متدیّن ومخلص افراد اور بزرگان سے مل کر ایک عظیم اور پر وقار منصوبہ کی بنیاد رکھی اور اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر علاقہ کی بہترین شخصیت جناب حاجی چوہدری محمد تقی ساہی نے اپنی قیمتی اور بہترین زمین جو برلب سڑک واقع ہے اس ادارہ بنام جامعۃ النجف کے لیے وقف کر دی ہے۔ تاکہ علاقہ بھر کے مومنین کرام کے بچے علم وحکمت اور تعلیمات معصومینؑ سے آراستہ ہو کر عصر حاضر میں دین کی سربلندی و سرفرازی کے لیے اپنا موثر کردار ادا کر سکیں۔ اس انقلابی، علمی و مذہبی پروگرام کا پہلا مرحلہ جامعۃ النجف مندرانوالہ کا قیام ہے۔ جس کی تعمیر علاقہ کے دیگر دردمندان ملت جعفریہ کے عملی تعاون کی بدولت شروع ہو چکی ہے۔ جس سے اب تک بحمد اللہ سات کمرے اور ایک ہال (دار المطالعہ والمباحثہ)، باتھ روم اور ٹائلٹ تعمیر ہو چکے ہیں۔ اور اس عظیم دانشگاہ کا افتتاح ۲۱ اپریل ۱۹۹۵ء بروز جمعہ کو قائد ملت اسلامیہ علامہ سید ساجد علی نقوی کے دست مبارک سے ہوا جس میں علاقہ بھر کے ہزاروں مومنین نے بھرپور شرکت کی۔ پاکستان بھر سے جید علماء نے بھی اس

تقریب سعید میں پہنچ کر اس کی رونق کو دو بالا کیا۔ محسن روحانیت حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین استاد العلماء علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی صاحب قبلہ بھی تین چار مرتبہ یہاں تشریف لا کر حوصلہ افزائی فرما چکے ہیں۔ اس عظیم ادارہ کی تکمیل و ترقی کے لیے تمام شیعیان حیدر کرّار کی مالی امداد' صدقہ و خیرات' زکوٰۃ و خمس' عطیات اور فطرانے وغیرہ کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے ہم ملک کے غیّور افراد کو اس پراجیکٹ کی تفصیلات سے آگاہ کرنا اپنا قومی اور مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ یہاں اس عظیم منصوبے کے پروگرام کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

1. ھاسٹل:

درسگاہ میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے دور دراز کے علاقوں سے آئے ہوئے طلباء کی رہائش کے لیے ایک وسیع تر ہاسٹل کی تعمیر کی جائے گی (ہاسٹل کی تعمیر شروع ہو چکی ہے) تا کہ طلباء مکمل یکسوئی سے حصول علم کے مرحلہ کو مکمل کر سکیں۔

2۔ کلاس روم:

طلباء کے لیے مختلف کلاس روم تعمیر کیے جائیں گے جہاں اساتذہ کرام درس و تدریس کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دے سکیں گے۔

3۔ دفاتر:

ادارہ کے مختلف شعبہ جات کے لیے مخصوص دفاتر بھی قائم کیے جائیں گے۔

4۔ لائبریری:

طلباء اور علاقہ بھر کے مومنین کے لیے علمی' فکری اور مذہبی مسائل کے حل کے لیے قدیم و

جدید کتب سے مزین لائبریری کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

5۔ میٹنگ ہال:

مذہبی مباحثوں اور مجالس ومحافل میلاد کی تقریبات کے انعقاد کے لیے وسیع وعریض ہال تعمیر کیا جائے گا۔(اس کی تعمیر بھی ساتھ ہی شروع ہو چکی ہے)۔

6۔ ڈسپنسری :

طلباء کو ابتدائی طبی امداد کی فراہمی کے لیے ڈسپنسری تعمیر کی جائے گی جس میں ہر روز ایک ڈاکٹر صاحب ایک یا دو گھنٹے تشریف لایا کریں گے۔

7۔ سٹاف کوارٹرز :

ادارہ کے اساتذہ کرام اور ملازمین کی رہائش کے لیے جدید طرز پر کوارٹرز تعمیر کیے جائیں گے۔

8۔ مہمان خانہ :

طلباء اور جامعہ کے مہمانوں کی رہائش کے لیے ایک بہترین اور مثالی مہمان خانہ تعمیر کیا جائے گا۔

9۔ اسٹڈی رومز:

طلباء کے مطالعے کے لیے ایک بہترین اور جدید سہولیات سے مزین دارالمطالعہ تعمیر کیا جائے گا۔

11-10 ۔ ڈائننگ ہال اور کچن :

مہمانان گرامی اور طلباء کے کھانا تیار کرنے کے لیے ایک کھلا اور ہوادار باورچی خانہ تعمیر کیا جائے گا۔ جس سے ملحقہ خوبصورت ڈائننگ ہال بھی بنایا جائے گا۔

12 ۔ باتھ روم اور ٹائلٹ

13 ۔ غیر نصابی صحت مندانہ سرگرمیاں:

صحت مندانہ غیر نصابی سرگرمیوں کے لیے طلباء کے واسطے کھیلوں اور ادبی نشستوں کا موقع بہ موقع اہتمام کیا جائے گا۔

14 ۔ پارکنگ اور گراسی پلاٹ :

یہ بھی تعمیر کیے جائیں گے۔

جو حضرات اس عظیم اور بابرکت منصوبہ کی تعمیر و ترقی اور تکمیل کے لیے ہمارے ساتھ شریک ہونا چاہیں وہ جامعۃ النجف مندرانوالہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ سے رابطہ کریں۔ اور جو حضرات باوجود آنے سے قاصر ہوں اور امداد بھی کرنا چاہتے ہوں تو ان کی سہولت کے لیے جامعہ ہذا کا فون نمبر اور اکاؤنٹ نمبر تحریر کیے جا رہے ہیں تا کہ وہ اس نیک قدم میں پیچھے نہ رہ سکیں۔

فون 04341-610814 اور بنک اکاؤنٹ نمبر 2532 حبیب بنک مین برانچ سمبڑیال روڈ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ۔

یاد رہے:

1 ۔ جو حضرات اپنی نگرانی میں کام کروانا چاہیں یا میٹریل یا ادارہ کی کوئی بھی مخصوص چیز

تعمیر کروانا چاہیں ادارہ ان کو خوش آمدید کہے گا۔2۔عراق وایران کے مجتہدین اور علمائے کرام کے اجازت نامے (برائے سہم امام و سہم سادات وجوہات شریعہ مانند زکوٰۃ فطرہ وغیرہ) بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔

نوٹ:۔ یہاں پر ہم ان حضرات گرامی قدر کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جو اس ادارہ سے دامے درمے سخنے تعاون فرما رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند متعال ان کے گزشتگان کو جوار آئمہ میں جگہ دیتے ہوئے ان کے موجودین کو اعمال صالح کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

ضرورت علم

اطلبو العلم من المهد الی الحد.

ترجمہ: گود سے گورتک علم حاصل کرو۔

قارئین محترم! علم انسانی معراج ہے۔ علم سے انسانی شخصیت کا نکھار اور وقار ہے اور علم ہی سے انسان کی شخصیت بنتی ہے۔ علم انبیاء کی میراث ہے۔ عقلمند انسان علم میں اپنی عزت وعظمت سمجھتا ہے مال و دولت میں نہیں۔ مال و دولت کی حفاظت انسان کرتا ہے جبکہ علم انسان کی حفاظت کرتا ہے۔ دولت خرچ کرنے سے کم ہوتی ہے جبکہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ دولت چوری کی جا سکتی ہے مگر علم نہیں۔ دولت سے انسان بخیل و کنجوس بنتا ہے جبکہ علم سے سخاوت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ دولتمند کے دشمن زیادہ اور صاحب علم کے دوست زیادہ ہوتے ہیں۔ خدا نے انبیاءؑ اولیاء اور آئمہؑ کو علم سے نوازا ہے۔ اور پیغمبر اکرمؐ نے جس طرح تحصیل علم کے لیے حکم فرمایا اور تلقین کی ہے کہ "گود سے گورتک علم حاصل کرو" اس سے علم کی اہمیت کا واضح اندازہ ہوسکتا ہے۔

یہ بات مسلّم بالثبوت ہے کہ گود اور گور سے علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اگر گود اور گور سے علم حاصل نہ ہوتا تو آنحضورؐ کبھی ان الفاظ میں حکم صادر نہ فرماتے۔

فعل الحکیم لیخلو عن الحکمة (حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا)۔ تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ علم گود اور گور دونوں سے لیا جاسکتا ہے۔ البتہ ضرورت اس امر کی ہے کہ گود سے علم حاصل کرنے سے پہلے گود کا صاحب علم ہونا لازمی ہے۔ جب گود ہی علم سے خالی ہوگی تو وہ کیا علم دے گی۔ گود میں پرورش پانے والا بچہ جہاں ماں کے لیے نعمت عظمیٰ ہے وہاں امانت الٰہی بھی ہے۔ ایسی ماں جو اپنے بچے کی تعمیر علم میں توجہ نہیں کرتی وہ امانت میں خیانت برت رہی ہے اور ایسی ماں خائن ہے۔ روز حشر وہ جواب دہ ہے اور یہاں پر ان صاحبانَ سے بھی گذارش

ہے کہ جو آج کے اس علم و آگہی کے دور میں بھی لڑکیوں کی تعلیم کے قائل نہیں ہیں۔

میرے دوستو! اگر بچیوں کے لیے تعلیم ضروری نہ ہوتی تو پھر پیغمبر اکرمؐ کبھی بھی ان کی تعلیم کا حکم نہ دیتے۔ جبکہ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیھا سے بھی تبلیغ رسالت کے اس اہم شعبہ کو از خود سنبھالا اور امر الٰہی کو عورتوں تک پہنچایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر جناب سیدہؑ نہ ہوتیں تو تکمیل رسالت ناممکن تھی۔

اسی چیز کے ثبوت کے لیے ایک بڑی مشہور حدیث نبویؐ ہے کہ:

طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم و مسلمة (ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے) اور پھر گود سے علم تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب گود بھی صاحب علم ہو۔ جبکہ عورت نصف بشریت ہے۔ دنیائے انسان میں آدھی تعداد عورتوں کی ہے۔ عورت معاشرے کا ایک اہم حصہ اور رکن ہے۔ جس عورت کو حلال و حرام، پاک و نجس کا ہی پتہ نہ ہو وہ طہارت کیسے رکھ سکتی ہے اور طہارت کی تعلیم کیسے دے سکتی ہے۔

دنیائے شیعت کے عظیم مجتہد شیخ انصاری جن کی کتب آج بھی نجف اور قم المقدسہ کے حوزہ علمیہ میں اجتہاد کے درجہ پر پڑھائی جاتی ہیں، کے بارے میں ہے کہ جب آپ درجہ اجتہاد پر فائز ہوئے تو آپ کے گاؤں کے لوگ اکٹھے ہو کر آپ کے گھر گئے تا کہ ان کی والدہ ماجدہ کو مبارک دی جائے کہ ان کا فرزند آج جہانِ تشیع میں ایک ایسے مقام پر کھڑا ہے جو انسان کی معراج آخر ہے۔ اور جو مرجع خلائق ٹھہرا ہے۔ لوگ گئے اور دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ شیخ کی والدہ نے دروازہ کی پشت پر آ کر پوچھا کہ کس واسطے آئے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے لخت جگر آج اس عظیم عہدہ پر فائز ہوئے ہیں۔ تو آپ کی والدہ نے فرمایا کہ یہ بڑی تعجب کی بات نہیں ہے۔ میرا بیٹا اس مقام سے آگے بھی پہنچ جاتا تو میرے لیے تعجب نہ ہوتا۔ سب لوگ حیران و پریشان ہیں کہ کیا فرما رہی ہیں اس عہدہ سے آگے منزل ہی نہیں اور یہاں ہر کس و ناکس نہیں پہنچ سکتا۔ آخر پوچھا کہ آپ یہ کیسے فرما رہی ہیں۔ جبکہ ہر کوئی اس عہدہ جلیلہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ آخر مرجع جہان تشیع ہونا کوئی کم

بات تو نہیں۔ اس پر آپ کی والدہ نے فرمایا کہ ہاں آپ کے لیے یہ بہت بڑی بات ہے مگر میرے لیے نہیں کیونکہ میں نے اپنے بیٹے کی تربیت ہی اس انداز سے کی ہے کہ یہاں تک پہنچنا اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔

لوگوں نے جب یہ سنا تو پوچھنے لگے کہ آپ ذرا یہ بتائیں کہ آخر آپ کی تربیت کا انداز کیا تھا اور کیا تربیت کی ہے؟ شیخ صاحب کی والدہ نے فرمایا کہ مکمل تفصیل تو ممکن نہیں ہے کہ بیان کی جائے بس اتنا سن لو کہ میں نے آج تک اپنے بیٹے کو کبھی بغیر وضو کے دودھ نہیں پلایا تھا۔

تو میرے دوستو! جو ماں اپنے بچوں کو وضو کیے بغیر دودھ دینا پسند نہیں کرتی وہ حرام کا لقمہ ان کے اندر کیسے جانے دے گی۔ اب ہم ذرا اپنے گھروں کو دیکھیں کہ کیا کبھی ہم نے حلال و حرام کی تمیز کی ہے؟ کیا کبھی یہ کوشش کی ہے کہ بچوں کو حلال غذا کھلائی جائے؟ ضرورت اس بات کی ہے آج ہر گھر کی اصلاح ضروری ہے اور ہر گھر کو اولاد کی تربیت گاہ ہونا چاہیے۔

علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم

12'13 اکتوبر کو پاکستان کی عظیم دانشگاہ جامع المنتظر لاہور میں پیکر علم وعمل، محسن ملت، مفسر قرآن، ابوذر زماں، موسس حوزہائے علمیہ حضرت علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ کی چھٹی برسی منائی گئی۔ جس میں ملک بھر سے جید علماء کرام اور دانشوران ملت جعفریہ سے شریک ہو کر اس عظیم شخصیت کو اپنے اپنے انداز میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے ایک عظیم فرض کی ادائیگی کی۔

اس میں شک نہیں کہ مولانا موصوف پاکستان کے ان چند علماء کی فہرست کی سطر اول کے پہلے فرد تھے جنہوں نے بلاخوف وخطر اپنی تھوڑی سی زندگی میں بہت کچھ تبلیغ اور ترویج اسلام کے لیے انجام دیا۔ زمانے کی سختی وسستی اور سردی وگرمی کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے مشن کی تکمیل کی خاطر ہر قدم اٹھایا۔ تبلیغ دین کے سلسلہ میں میدان تحریر ہو یا تقریر، راہ تدریس ہو یا تعمیر، قرآن کی تفسیر کا مسئلہ ہو یا حدیث کی طرف ترغیب دلانے کا، آپ نے وہ انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ آپ کا یہ عظیم کردار رہتی دنیا کے لیے لائق تقلید ہے۔ آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں آپ نے اپنی اس تھوڑی سی زندگی میں اتنا کچھ کیا کہ سینکڑوں زندگیاں ملکر بھی نہ کر سکیں۔ تبلیغ وترویج علوم محمدؐ وآل محمدؐ کے لیے آپ نے رات دن لگائے اور کراچی سے خیبر تک درجنوں مدارس کا جال بچھایا۔

شیعیان پاکستان کو وہ عظیم درسگاہ بنام جامع المنتظر دی جو پاکستان بھر میں اپنی مثال آپ ہے اور جس کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

آپ نے بیرون ملک بھی مدارس کھولے۔ اور اردو زبان میں تفسیر نمونہ جیسی اہم اور موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے والی کتاب قوم کی خدمت میں پیش کی۔ اس کے علاوہ اور

رشتہ تحریر میں اور بہت سی اہم کتب تصنیف و تالیف کے لحاظ سے مشہور ہیں۔ جس طرح روایت کے الفاظ ہیں

''ہر انسان کے چلے جانے کے بعد اس کا نامہ اعمال بھی بند کر دیا جاتا ہے مگر تین افراد کے نہیں۔ ایک وہ کہ جو اپنے جانے کے بعد اولاد صالح چھوڑ جاتا ہے جب تک یہ اولاد رہے گی جانے والے کے اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہوتا رہے گا۔ دوسرا وہ شخص جو اپنے جانے کے بعد ایسی بناء چھوڑ جاتا ہے جو دین و مذہب کے لیے کام آئے جب تک اس بلڈنگ سے استفادہ ہوتا رہے گا تب تک جانے والے کے اعمال میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ اور تیسرا وہ شخص ہے کہ جو اپنے جانے کے بعد کوئی تحریر' چاہے ایک ورق ہی کیوں نہ ہو' چھوڑ جائے جو تبلیغ دین کے کام آئے۔ جب تک وہ ورق رہے گا جانے والے کے نامہ اعمال میں اضافہ ہوتا رہے گا''۔

تو اب اس زاویے سے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ علامہ مرحومؒ اپنے جانے کے بعد تینوں چیزیں، اولاد صالح' مختلف امام بارگاہیں اور مساجد وغیرہ اور بہت سی مذہبی کتب چھوڑ گئے ہیں۔ جب تک لوگ ان سے استفادہ کرتے رہیں گے علامہ مرحوم کے نامہ اعمال میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ہماری دعا ہے کہ خدائے متعال بحق اہل بیت اطہارؑ ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرماتے ہوئے مقام اعلیٰ علیین عطا فرمائے اور آپ کے لواحقین کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

ایک کہانی

ایک روز ایک واعظ حقوق الناس کے متعلق سر راہ ایک بھرے مجمع میں بہترین اور نہایت ہی موثر تقریر کر رہا تھا۔ کہ امام جعفر صادقؑ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ جب وہ شخص تقریر کرنے کے بعد وہاں سے چلا تو آپؑ بھی اس خیال سے اس کے پیچھے چل دیے کہ یہ معلوم کریں کہ آیا یہ شخص ہے کون؟ ناگاہ وہ شخص ایک تنور پر کھڑا ہوا اور تنور والے سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ جوں ہی اس کی آنکھ بچی فوراً دو روٹیاں چرا کر جیب میں ڈال لیں امام علیہ السلام کو بہت تعجب ہوا کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے۔ وہاں سے وہ شخص آگے چلا اور ایک میوہ فروش کی دکان پر پہنچا۔ اسے بھی باتوں میں لگایا اور دو انار چرا لیے۔ وہاں سے آگے ایک دکان سے چند خرمے بھی چرائے۔

امام صادقؑ نہایت متعجبانہ اس کے پیچھے چلے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ شخص شہر سے باہر نکل کر ایک ویرانے میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک اندھا اپاہج پڑا ہوا تھا۔ وہ سب چیزیں اس شخص نے اس اپاہج کو دے دیں۔ اور جب وہاں سے چلا تو امام علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ اے شخص تیری اس کاروائی نے مجھے بہت متعجب کیا ہے۔ کبھی تو واعظ بنتا ہے اور کبھی چور اچکا بنتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ آپ نے میرے معاملے پر غور نہیں کیا؟ ذرا آپ میری نیکیوں اور بدیوں کا حساب تو کریں۔ میں نے دو روٹیاں چرائیں، دو گناہ کیے۔ دو انار چرائے تو دو گناہ کیے اور چار خرمے چرائے تو کل آٹھ گناہ ہو گئے۔ اور اب ذرا نیکیوں کو شمار کیجیے۔ میں نے ایک محتاج اپاہج کو یہ آٹھوں چیزیں دے دی ہیں گویا آٹھ نیکیاں کی ہیں۔

اور خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** یعنی ہر نیکی کا بدلہ دس گناہ ملتا ہے۔ پس اس حساب سے میری اسی نیکیاں ہوئیں۔ ان میں سے آٹھ بدیاں خارج کر دیجیے باقی بہتر بچ گئیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اے شخص تو بالکل جاہل ہے تو نے نیکی تو ایک بھی نہیں کی ہے۔ اگر تو اپنے مال سے اس اپاہج کو دیتا تو نیکی تھی پرایا مال لٹانے والا تو کون ہوتا ہے۔

غیبت کبریٰ میں ہماری ذمہ داریاں

''قرآن وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں' اور یہ پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے اوران لوگوں کے لیے جو غائب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے وہ اس پر یقین رکھتے ہیں''۔(ترجمہ سورہ بقرہ ابتدائی آیات)

قارئین محترم! جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کی نشانیاں کیا ہیں تو ان میں سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ مومن غائب پر ایمان رکھتا ہے۔ اور وہ بندہ مومن نہیں ہوسکتا جو غائب پر ایمان نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزیں غائب میں رکھی ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ کی ذات غائب ہے۔ ہوا غائب' جنت غائب' جہنم غائب' میدان حشر غائب' اللہ کے نبی حضرت خضرؑ غائب ہیں۔ ان سب چیزوں پر ایمان رکھتے ہوئے اگر ہم اپنے وقت کے امامؑ کی غیبت مان لیں تو یہ عین شریعت ہے۔ کچھ شرپسند لوگ جو شیعوں کے خلاف ہیں وہ امام زمانہؑ پر یقین نہیں رکھتے۔ قرآن اٹھا کر دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے مصلحت کے تحت بہت سی چیزیں غائب کر کے بتا دیا کہ اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو تم جہنمی ہو اور پھر حضرت خضرؑ غائب ہیں اور پردہ غیبت میں رہ کر دنیا کی راہنمائی کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ نے اپنی حجت کو قائم رکھنے کے لیے اور دنیا کو بے سروسامان نہ چھوڑنے کے لیے اپنا ایک ہادی قائم کیا اور اسے غیبت کے پردے میں چھپا دیا۔ اب چھپانے کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے دو یہاں بیان کی جائیں گی۔ ایک وجہ یہ تھی کہ سلاطین زمانہ یہ چاہتے تھے کہ ہادی دین اور صاحب شرع کی موجودگی سے دنیا کو ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا جائے اور اپنی من مانی کریں لہٰذا قادر مطلق نے یہ انتظام کیا کہ دنیا اپنے ہادی سے کبھی محروم نہ ہو اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اللہ مومنین کو آزمانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے امامؑ پر ایمان و یقین رکھتے ہوئے کس قدر صراط مستقیم پر چلتے ہیں۔ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم غیبت کبریٰ کس قدر موثر بناتے ہیں۔ مولا علیؑ کا فرمان ہے کہ ''ہمارے شیعہ وہ ہیں جو ہماری سیرت پر چلتے ہیں'' لیکن افسوس! کہ آج کے

شیعہ اس پر آشوب دور میں بجائے اس کے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھائیں وہ امامؑ سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں لیکن کیا ہم جذبہ حسینیؑ رکھتے ہیں؟ کیا ہم شیعیان علیؑ کہلوانے کے حقدار ہیں؟ کیا ہم نے کردار علیؑ کو مدنظر رکھتے ہوئے سیرت علیؑ پر چلنے کا قصد کیا ہے؟

عزیزان گرامی! غیبت کبریٰ ہمارے لیے عظیم امتحان ہے۔ اپنے امام کو پہچانتے ہوئے خدارا ان کی زندگی کو مشعل راہ بنایئے۔ امامؑ فرماتے ہیں ”میرے لشکر کے سپاہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے قرآن اور اہل بیتؑ کو نہ چھوڑا ہوگا“۔ ایک اور مشہور جملہ ہے کہ ”میرے لشکر کے سپاہی وہ مرد ہوں گے جن کے گھر کی خواتین پردہ کرتی ہوں گی“۔ اللہ اکبر کس قدر حیران کر دینے والی بات ہے کہ پردہ اور امامؑ کے سپاہی کا کیا تعلق ہے؟ ہاں غور طلب بات ہے جو خواتین اپنے آپ کو نامحرم سے چھپاتی ہیں اور صحیح معنوں میں دین کی طرف گامزن ہیں وہ اپنے بچوں کی تربیت بھی صحیح کرتی ہیں اور اسی تربیت کے نتیجے میں یہ بچے بڑے ہوں گے تو امام زمانہؑ کے سپاہی بنیں گے۔ میری گذارش ہے اپنے تمام بھائیوں اور بہنوں سے کہ امام زمانہؑ کو مایوس نہ کریں۔ اپنے امامؑ کے لیے زینت بنیں بدنامی کا باعث نہ بنیں۔ آج کے دور میں ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ آپس میں اتفاق، اتحاد، صبر اور شکر کی فضا پیدا کرے۔

علمائے دین کی سب سے بڑی ذمہ داری لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنا ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ جہاد کی ترغیب بھی ضرور دیں۔ استعمار کی طاقتیں شیعت کو کچلنا چاہتی ہیں مگر شیعہ غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ اے شیعو! امامؑ تمہارے منتظر ہیں کہ کب تم صحیح معنوں میں مومن بنتے ہو اور کب امامؑ ظہور فرمائیں۔ ہم اپنے آپ کو شیعیان علیؑ کہلواتے ہیں۔ علیؑ اس ہستی کا نام ہے کہ جس پر شیعہ سنی سب متفق ہیں کیونکہ دنیا سے فسق و فجور کو دور کرنے لیے ان کی تعلیمات مشعل راہ ہیں۔ صرف امیر المومنینؑ اور جناب سیدہ زہراؑ کی سادہ زندگی کو پیش نظر رکھیں اور منافع خوری، رشوت اور غصب جیسی لعنتوں سے بچے رہیں۔ یہ ساری دنیا کی چیزیں ادھر رہ جانی

ہیں۔ فقط تنہا انسان ہوگا اور اس کے اعمال۔ اپنے اعمال اتنے بلند کرلو کہ امامؑ جب ظہور فرمائیں تو ہم جوق در جوق امامؑ کے لشکر میں شامل ہوسکیں۔ دنیا سے ظلم و جبر کا نشان مٹادو۔ اٹھو میری دنیا کے جوانوں کو جگادو۔

اے لوگو! اٹھو امامؑ کے سپاہی بننے کے لیے اپنے نفسوں سے جہاد کرو۔ امام زمانہؑ نے کسی کی دولت کو نہیں دیکھنا اور نہ کسی کی خوبصورتی سے حجتِ خداؑ متاثر ہوں گے۔ نہ بے حیائی اور بے پردگی ہی امامؑ کو لبھا سکے گی۔ امام مہدیؑ تو فقط آپ کے نیک اعمال دیکھیں گے۔ اٹھو امامؑ کی نگاہوں میں سرخرو ہونے کے لیے آج کے یزیدوں سے مقابلہ کرو۔

یاد رکھیں جب تمہارے اعمال امامؑ کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں تو امامؑ نیک اعمال دیکھ کر تمہارے لیے دعائیں کرتے ہیں، اور غلط اعمال دیکھ کر رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ کتابیں ان واقعات سے بھری پڑی ہیں کہ جب نائب امامؑ امامؑ سے ملاقات کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ مولا ظہور فرمایئے تو امامؑ فرماتے ہیں کیا ہمارے شیعہ اتنے بلند کردار کے مالک ہو گئے ہیں کہ وہ طاغوت کے مقابلے میں ڈٹ سکیں؟ نہیں ایسا نہیں۔

جب مومن بلندی کردار کی کسوٹی پر پہنچے گا تو حجت خدا کا ظہور ہوگا۔ ہماری مشکلات حل ہوں گی۔ ہمارے غم دور ہوں گے۔ بس ہر وقت دعا کرتے رہیں کہ مولا ہمیں اتنی توفیق دے کہ ہم اپنا معیار زندگی بدل سکیں۔ ہمارے علماء ہوس پرستی کو چھوڑ کر دنیا کی لذتوں سے منہ موڑ کر دین کی تعلیم حاصل کریں اور اس کو آگے منتقل کرسکیں تا کہ ہماری دنیا و آخرت بخیر ہو۔

ولادت با سعادت

قارئین محترم پیام نجف کا تیسرا شمارہ آپکے سامنے ہے۔آپ نے دیکھ ہی لیا ہوگا کہ پیام نجف حقیقت میں نجف کا ہی پیغام ہے اور ہماری کوشش ہے کہ یہ مجلّہ حقیقت میں ملت جعفریہ کا حقیقی ترجمان ہو۔ اس میں ہماری کوئی ذاتی خواہش یا اغراض پوشیدہ نہیں۔خالصتاً ایک مذہبی جذبہ کار فرما ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج کے اس دور میں جہاں روٹی کا ایک نوالہ حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔وہاں اتنے بڑے ادارے کو چلانا اور ابلاغِ دین کے لیے کوشاں رہنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔

مگر ہم مشکل کشاء کے ماننے والے ہیں۔اسی لیے توکل برخدا کر کے اس جانب قدم بڑھایا ہے اور ہمیں امید ہے کہ دنیائے شیعت میں جہاں جہاں ہماری آواز پہنچ رہی ہوگی۔یقیناً وہاں کے موالیان حیدرؑ کرار شیعیان علیؑ ابن ابی طالب ہمارے ساتھ دامے درمے سخنے اور قدمے ہر ممکن تعاون فرمائیں گے۔

تیرہ(13) رجب المرجب

تیرہ رجب المرجب شیعیان حیدرؑ کرار کے لیے عید اکبر کا دن ہے۔ اس دن ناصر رسول اللہؐ خانہ خدا میں متولد ہوئے اور اس وقت تک آنکھ نہ کھولی جب تک کہ اپنے آقا و مولا ختمی مرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پہ نہ آئے۔ آپؑ نے کائنات میں آکر سب سے پہلے جس ہستی کو دیکھا وہ ذات رسول خداؐ تھی۔

قارئین محترم حضرت علیؑ کی ساری زندگی غلامی رسولؐ میں گزری۔ کوئی لمحہ کوئی قدم نہ حیات رسولؐ میں اور نہ بعد حیات ایسا اٹھایا کہ جس پہ انگشت اعتراض رکھی جا سکے۔ آپؑ بعد رسول حقیقی وصی، خلیفہ اور جانشین رسولؐ تھے۔ حضرت محمدؐ اپنی زندگی میں ہی آپؑ کی خلافت، وصایت اور جانشینی کا اعلان فرما گئے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد رسولؐ امت نے پیغمبر اکرمؐ کی چھوڑی ہوئی دونوں گرانقدر (قرآن واہلبیتؑ) ثقل اکبر و ثقل اصغر کو یکسر بھلا دیا اور ارشادات نبویؐ سے منحرف ہو کر اپنے ذاتی اہداف کے حصول کی طرف لگ پڑے۔ بہر حال اگر دنیا اس دروازہ علم و دانش اور حکمت و عمل کو اختیار کر لیتی تو آج اسلام و مسلمین کی یہ حالت نہ ہوتی۔ حضرت علیؑ نے اپنی پوری زندگی میں علم و ہدایت کے وہ گرانقدر اور انمٹ نقوش چھوڑے کہ اگر آج بھی یہ دنیا ان اصول وضوابط کو اپنی زندگی میں نافذ العمل قرار دے لے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کی تمام غلط کاریاں اور فرسودہ رسومات حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گی۔

آنے والے دور کے لیے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے ان الفاظ میں اشارہ فرما دیا تھا کہ (یاتی علی الناس زمان و لم یبقیٰ فیه من القرآن الا رسمه و من الاسلام الا اسمه) ''عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ قرآن سوائے رسم کے اور کچھ نہیں رہے گا اور اسلام باقی نہیں بچے گا سوائے نام کے''۔ حقیقت بھی ہے آج اگر ہم دیکھیں تو ہمارے گھروں

میں قرآن تو ہے مگر غلاف در غلاف کسی الماری میں پڑا ہوا یا پھر روشندان میں رکھا ہوا گرد و غبار سے اٹا ہوا۔ کیا قرآن اسی لیے آیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی مر جائے تو قرآن پڑھ دیتے ہیں۔ چند ایک قرآن ختم کرا دیتے ہیں (تلاوتاً بھی اور عملاً بھی) یا پھر بچی کی شادی کی تو ایک قرآن رسمی طور پر جہیز کے ساتھ دے دیا' اگر مکان بنایا تو پہلے لا کر رکھ دیا۔ یعنی کئی ایک ایسی مثالیں موجود ہیں۔ تو اب فیصلہ کریں کیا خالق نے قرآن اسی لیے نازل فرمایا تھا کہ اس کو حفظ کر لینا مگر سمجھنے کی کوشش نہ کرنا۔ اس کو گھر میں رکھ لینا مگر پڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔ بیٹی کو رسمی طور پر جہیز میں دے دینا مگر پڑھنے کی تلقین نہ کرنا۔

مردے پر تلاوت کروا دینا مگر زندوں کو نہ سمجھنے دینا اور اسی طرح اسلام کا حال بھی ہے۔ زبان تک تو ہم مسلمان ہیں مگر اگر عمل میں دیکھیں تو ہمارے اعمال و افکار' یہودیوں' عیسائیوں' مجوسیوں اور بت پرستوں کے سے ہیں۔ نام عابد ہے مگر عبادت کا نام و نشان نہیں' نام زاہد ہے مگر زہد سے ہم کوسوں دور ہیں۔ نام محمد علی ہے مگر اسوہ محمدیؐ اور اسوہ علیؑ سے دور۔ پورے بدن میں کبھی کبھی زبان اسلام کا اقرار کر لیتی ہے مگر باقی اعضائے بدن سے ہم نے کبھی بھی اقرار نہیں کروایا۔ مسجد سے ہمیں نفرت ہے اور تھیٹر و سینما سے رغبت۔ دوسرے لفظوں میں ہم نے اصلی اسلام نہیں بلکہ رسمی اسلام کو اپنا رکھا ہے۔ بہرحال کوشش کریں کہ اپنی زندگیوں کو اسلام و اسلامیات کا عادی بنائیں تاکہ خوشنودی خدا اور محمدؐ و آل محمدؐ حاصل ہو۔

شانِ علی علیہ السلام

یوں تو حضرت علیؑ کی ذات والا صفات اس علم و روشنی کے دور میں کسی فرد پر بالاخص کسی بھی مسلمان پر مخفی نہیں ہے۔ صدیاں گزر گئیں زمانے بیت گئے کہ لاکھوں کروڑوں کتابیں آپ کی شانِ ذیشان میں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی بھی جا رہی ہیں' اور لکھی جاتی رہیں گی۔

ہر ایک سے اپنی زبان میں اور اپنے مخصوص انداز میں آپ کی ذات بابرکات کی شان میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ دنیا میں ہر سلسلہ اور ہر طریق والے اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ہماری کڑی نہ کوئی کڑی امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ جا ملے۔ تاکہ آپ کا نام نامی اور اسم گرامی ہمارے لیے ضامن بن جائے۔ دوست ہو یا دشمن' اپنے ہوں یا پرائے' ساتھی ہوں یا بیگانے' چاہنے والے ہوں یا جاننے والے' شیعہ ہوں یا غیر شیعہ' مسلمان ہوں یا غیر مسلم' مومن ہوں یا غیر مومن' عربی ہو یا عجمی' کالا ہو یا گورا' سب کے سب آپ کے فضائل و کمالات کے قائل ہیں۔ اور پھر آپؑ کے کمالات و فضائل کے کیوں نہ قائل ہوں کیونکہ آپؑ کائنات ہستی میں وہ واحد فرد ہیں جن میں تمام انبیاء کی صفات یکجا نظر آتی ہیں۔ آدمؑ کا علم' نوحؑ کا حلم' ابراہیمؑ کا تقویٰ' یحییٰؑ کا زہد' یعقوبؑ کا صبر' یوسفؑ کا حسن' موسیٰؑ کی ہیبت' عیسیٰؑ کی عبادت سب کچھ تو آپؑ میں ہے۔ حق کے ساتھ آپؑ ہیں اور قرآن آپؑ کے ساتھ ہے۔ آپؑ کو نہ ماننے والا مومن تو کیا مسلمان بھی نہیں رہ سکتا۔

دنیائے گیتی میں آپؑ پہلے اور آخری شخص ہیں کہ جن کو یہ سعادت ملی کہ کعبہ میں ولادت اور مسجد میں شہادت۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

کسے را میسر نہ شد این سعادت
بہ کعبہ ولادت بمسجد شہادت

ایں سعادت بزور بازو نیست عطائے خداوندی ہے۔ آخر آدمؑ نے جس گھر کی بنیاد رکھی تھی، ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے جس کی تعمیر کی تھی، رسول اللہؐ نے جس کی تکمیل کی تھی صرف اس لیے کہ اس گھر میں وہ آنے والا تھا کہ جس کا کائنات کے ہر فرد کو انتظار تھا۔ جو عین اللہ تھا، جو اذن اللہ تھا، جو ید اللہ تھا، جو صبغت اللہ تھا، جو نفس اللہ تھا، جو وجہ اللہ تھا، جو سر اللہ تھا۔ اور وہ آیا، دیوار کعبہ نے شک ہو کر استقبال کیا۔ مادر علیؑ مہمان خدا بنیں۔ حوران بہشت نے خادماؤں کا کام کیا۔ حضرت علیؑ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ پیغمبرؐ آگے بڑھے اور بڑھ کر اپنے حامی و ناصر اور یاور و مددگار، وصی وخلیفہ اور جانشین برحق کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا۔ چوما، بوسہ دیا اور پھر اپنی زبان کو دہن علی ابن ابی طالبؑ میں رکھا۔ اسرار نبوت و امامت کی پہلی گھٹی دی اور یہ نومولود ایسا عادی ہوا کہ نبوت وامامت کے تمام رموز رسولؐ کے لسان وحی سے حاصل کیے۔

یہی وجہ تھی کہ ختمی مرتبتؐ نے بارہا علیؑ کے علمی مقام کی نشاندہی کرتے ہوئے کبھی فرمایا ''انا مدینة العلم و علیؑ بابها ''کبھی فرمایا ''انا دار العلم و علیؑ بابها ''کبھی فرمایا ''انا دارالحکمة و علیؑ بابها ''کہیں فرمایا ''اقضاء کم علیؑ ''اپنے فیصلے علیؑ سے کروانا۔ اور پھر علیؑ یہ کیوں نہ فرماتے کہ سلونی سلونی پوچھو پوچھو جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو۔ کون ہے جو علیؑ کی شان ذیشان کا مقابلہ کر سکے۔ اسی لیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

باغوں میں خلد نہروں میں کوثر ہے انتخاب
قبلوں میں کعبہ مصحفوں میں آخری کتاب
تاروں میں آفتاب مبیں پھولوں میں گلاب
سب عورتوں میں فاطمہؑ مردوں میں بوترابؑ

کون علیؑ جس کے بارے میں ختمی مرتبت کا یہ فرمان موجود ہے کہ ''**انا و علیؑ من نور واحد** ''کہ علیؑ کو کچھ اور نہ سمجھنا بلکہ میں اور یہ ایک ہی نور کے دو حصے ہیں۔ اس کا گوشت میرا گوشت، اس کا خون میرا خون، اس کا دوست میرا دوست ہے۔ جو اس کو دوست رکھے گا وہ مجھے

دوست رکھے گا اور جو مجھے دوست رکھے گا خدا اس کو دوست رکھے گا۔ آپ کا یہ فرمان آج بھی کتب عامہ و خاصہ موجود ہے کہ یا علیؑ تجھے دوست نہیں رکھے گا سوائے مومن کے اور تیرا دشمن نہیں ہوگا سوائے منافق کے۔

بہر حال ذات علیؑ ایسی ذات ہے کہ جس کے بارے میں جتنا کہا جائے کم ہے اور پھر مجھ جیسا کہہ بھی کہاں سکتا ہے کیونکہ اگر کہے گا تو وہی جو پہلوں نے کہا ہوگا' سنائے گا تو وہی کہ جو پہلے سنا جا چکا ہوگا اور لکھے گا تو وہ بھی وہی کہ جو بہت پہلے لکھا جا چکا ہوگا۔ مگر کیا لکھا جائے کہ آپ کی ذات لکھنے سے بلند اور کہنے سے بالا ہے۔ آپ کی شان پہ کس نے نہیں لکھا' مورخوں نے لکھا' محدثوں نے لکھا' فلسفیوں نے لکھا' نحویوں نے لکھا' صرفیوں نے لکھا' دوستوں نے لکھا' دشمنوں نے لکھا' اپنوں نے لکھا پرائیوں نے لکھا یعنی ہر فن کے ماہروں نے لکھا مگر کیا لکھا' اور وہ لکھ بھی کیا سکتے تھے کیونکہ جہاں ہماری عقل کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے اس ذات کے فضائل و کمالات کی ابتداء ہوتی ہے۔ جس کے بارے میں نبی کریمؐ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ نکلے ہوں کہ ''اگر تمام درخت قلمیں بن جائیں' تمام دریا سیاہی بن جائیں اور جن وانس حساب و کتاب کرنے بیٹھ جائیں تو قلمیں ختم ہو جائیں گی سیاہی ختم ہو جائے گی اور جن وانس لکھنے سے عاجز آ جائیں گے مگر فضائل علیؑ ابن ابی طالبؑ ختم نہ ہوں گے۔

محمودی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

گر دیکھنا ہے تو مظہر رب جلی کو دیکھ
قرآں کے حرف حرف میں شان ولی کو دیکھ
رضی اللہ کی صفوں میں نہ کر محمودی تلاش
بالائے مہر نبیؐ پہ مقام علیؑ کو دیکھ

علیؑ کے مقام و عظمت اور رفعت و بلندی کا کیا کہنا کہ دنیائے بشریت میں کوئی شخص آپ کا ثانی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے جو کچھ بھی کہا جائے کم ہوگا۔ پھر بھی ان نابلد افراد کے لیے نمونہ مشت از

خروار کے طور پر کچھ اصحاب رسولؐ کے اقوال جو انہوں نے اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں کہے' پیش کیے دیتے ہیں تاکہ ان حضرات کی آنکھیں کھل جائیں جو آج بھی حضرت علیؑ کی شخصیت کو بغض معاویہ کے طور پر گرانا چاہتے ہیں۔

آیئے دیکھیے اور غور کیجیے اور فکر کریں کہ جس ذات کا مقابلہ بڑے بڑے اصحاب نہ کر سکے بھلا آج کا ٹکڑوں پہ پلنے والا ملاں کیا کر سکتا ہے۔ سنت صحابہؓ پر چلنے والوں کے لیے دعوت فکر ہے کہ اگر ماننا ہے تو علیؑ کو مانو' اگر پوچھنا ہے تو علیؑ سے پوچھو سب کچھ علیؑ کے دروازے سے ملے گا۔ یہ وہ دروازہ ہے کہ جس کی نشاندہی سرور کائنات حضرت محمد مصطفیؐ فرما گئے ہیں۔

حضرت علیؑ حضرت ابوبکرؓ کی نگاہ میں

پل صراط اور پروانہ علیؑ :

روی ابن السماک عن ابا بکر قال رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہؐ یقول "لا یجوز احدالصراط الا من کتب لہ علی الجواز" (صواعق محرقہ ص ۱۲۴)

ابن سماک روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے رسولؐ سے سنا آنحضرتؐ فرما رہے تھے کہ "کوئی شخص پل صراط سے نہیں گزر سکے گا جب تک کہ اس کے پاس حضرت علیؑ کا لکھا ہوا (پل صراط سے پار گزرنے کا) اجازت نامہ نہ ہوگا"۔

عن قیس بن حازم قال التقی ابو بکر و علی بن ابی طالبؑ فتبسم ابوبکر فی وجہ و قال علیؑ لہ مالک تبسمت؟ قال سمعتہ رسول اللہؐ یقول لا یجوز احدعلی الصراط الا من کتب لہ علی الجواز (ذخائر عقبیٰ ص ۷۱)

قیس ابن ابی حازم کہتے ہیں (ایک مرتبہ) حضرت ابوبکرؓ کی حضرت علیؑ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؑ کو دیکھ کر مسکرائے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا کہ آپ کیوں

مسکرائے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے رسولؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "کوئی شخص (قیامت میں) پل صراط سے نہیں گزر سکے گا جب تک کہ اس کے پاس حضرت علیؑ کا لکھا ہوا اجازت نامہ نہ ہوگا"۔

کان ابوبکر یکثر النظر الیٰ وجه علیؑ منساکته عائشه فقال سمعت رسول الله یقول النظر الیٰ وجه علیؑ عبادة۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۵)

حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؑ کے چہرے کو اکثر دیکھا کرتے تھے تو حضرت عائشہؓ نے ان سے پوچھا (کہ آپ حضرت علیؑ کے چہرہ کو کیوں دیکھا کرتے ہیں) حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا میں سے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علیؑ کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

قال ابوبکر علیؑ عترة رسول الله الی الذین حیث علی التمسک مجلم۔ (صواعق محرقہ ص ۱۴۹)

حضرت ابوبکرؓ کہا کرتے تھے کہ حضرت علیؑ رسول اللہ کی عترت ہیں یعنی ان لوگوں میں ہیں جن کے ساتھ وابستہ رہنے کا اور جن کی پیروی کرنے کا رسول خداؐ نے حکم دیا ہے۔

حضرت علیؑ کی آنحضرتؐ سے قربت:

اخرج الدار قطنی خلف الشعبی قال بینما ابوبکر جالس اذ طلع علیؑ فلما راه قال "من سیره ان ینظر الی اعظم الناس منزلته و اقربهم قرابته افضلهم حالته و اعظمهم حقا عند رسول اللهؐ فلینظر الی هذا الطالع"۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۵)

دار قطنی نے شعبی سے نقل کیا ہے شعبی کہتے ہیں کہ ہم سب حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لاتے ہوئے دکھائی دیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؑ کو دیکھ کر کہا "جو شخص ایسے انسان کو دیکھ کر خوش ہونا چاہے جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ رسولؐ کے

نزدیک منزلت میں بلند' قرابت میں قریب (علمی اور عملی) حالت میں افضل اور حقوق (میراث وخلافت) کے اعتبار سے بلند ہے' اس کو چاہیے کہ اس آنے والے حضرت علیؑ کو دیکھے"۔

حضرت علیؑ کی ولایت کا اقرار:

قال ابو بکر و عمر لعلیؑ ابن ابی طالبؑ یوم غدیر خم " امسیت یابن ابیطالب مولا کل مومن و مومنته" (اخرجہ الدار قطنی)

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے غدیر خم کے دن حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے کہا کہ اے ابوطالبؑ کے فرزند آپؑ (تمام دنیا کے) تمام مومنین اور مومنات کے مولا ہو گئے"۔

عن ابی بکر قال قال رسول الله "یا ابا بکر کفی و کف علی فی العدل سواء" رواہ صاحب الفردوس ۔(ینابیع المودت ص ۲۳۴)

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا" اے ابوبکرؓ عدالت اور انصاف میں میرا اور علیؑ کا ہاتھ برابر ہے"۔اس حدیث کو صاحب الفردوس نے نقل کیا ہے۔(ینابیع المودۃ)

اھل بیتؑ کی عزت کرو:

اخبرنی عبدالله بن عبدالوھاب حدثنا خالد حدثنا شعبته عن و اقد قال سمعت ابی عن ابن عمر عن ابی بکر قال ارقبو ا محمدؐ فی اھل بیته ۔(بخاری ج ۲ حدیث نمبر ۹۰۸)

عبداللہ بن عبدالوہاب' خالد' شعبہ واقدی ۔واقدی کے باپ نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے حضرت ابوبکرؓ نے کہا" مسلمانو حضورؐ کی خوشنودی کا خیال رکھو۔ان کے اہل بیت کے ساتھ اچھا سلوک کرکے" (حضورؐ اسی وقت خوش ہوں گے جب تم ان کے اہل بیتؑ کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے۔احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ اہلبیت محمدؐ سے مراد حضرت علیؑ' حضرت فاطمہؑ

حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ ہیں)۔

حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کی نگاہ میں

اخرج ابن سعد عن ابی ہریرہ قال قال عمر ابن الخطاب "علی اقضانا"
(صواعق محرقہ ص ۱۲۴)

ابن سعد نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب کہا کرتے تھے کہ حضرت علیؑ ہی ہم سب میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔

حلال مشکلات:

عن ابی سعید بن المسیب قال قال عمر بن الخطاب "نتعون باللہ من معضلتہ لیس لھا ابو الحسنؑ یعنی علیاً"۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۴)

سعید بن مسیّب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب کہا کرتے تھے "ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں ایسی مشکل میں جس (سے بچانے) کے لیے ابوالحسن یعنی حضرت علیؑ موجود نہ ہوں"

عن عمر سال علیاً عن شئی فاجابہ فقال لہ عمر "اعوذ باللہ ان اعیش فی قوم لست فیھم یا ابا الحسنؑ" (صواعق محرقہ ص ۱۷۷)

(ایک مرتبہ) حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے کچھ پوچھا۔ حضرت علیؑ نے اس کا جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے کہا "میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اے ابوالحسنؑ کہ میں کسی قوم میں باقی رہوں اور آپؑ اس میں نہ ہوں" کیونکہ مشکلوں کو حل کرنے والے اور آفتوں سے بچانے والے آپؑ ہی ہیں۔

اگر لوگ حضرت علیؑ کی محبت پر جمع ہو جاتے:

عن عمر بن الخطاب رفعه الى النبیؐ قال "لوا جتمع الناس علی حب علیؑ ابن ابی طالبؑ لما خلق الله النار " (ینابیع المودۃ ص ۷۵)

حضرت عمرؓ بن خطاب روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا ''اگر تمام لوگ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی محبت پر جمع ہو جاتے تو خداوند عالم آتش جہنم کو پیدا ہی نہ کرتا''

اخرج ایضاً عن ابن المسیب قال قال عمر رضی الله عنه "تحبو الی الاشراف و تودو و او اتقوا علی اعراضکم من السفلت و اعلمو انه لا یطهر شرف الا بولایته علیؑ " (صواعق محرقہ ص ۱۷۶)

ابن مسیّب سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا ''اے لوگو شریفوں سے محبت کرو اور کمینوں سے اپنی عزت بچاؤ اور یقین کر لو شرافت کامل نہیں ہو سکتی جب تک کہ حضرت علیؑ کی ولایت حاصل نہ ہو''۔

مومن کی پہچان:

و اخرج ایضاً انه جاء اعرابیان یختصمان فاذن لعلی فی القضاء بینهما فقضی فقال احدهما هذا یقضی بیننا؟ فوتب الیه عمر و اخذ بتلبیبه و قال و یحک ما تدری من هذا؟ هذا مولاک و مولاء کل مومن و من لم یکن مولاه فلیس بمومن۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۷)

روایت میں ہے کہ دو اعرابی (کسی معاملہ میں) آپس میں لڑتے جھگڑتے آئے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آپ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجیے۔ تو ان دونوں (اعرابیوں) میں سے ایک نے کہا کیا یہ (علیؑ) ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے؟ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اس پر

حملہ کیا اور اس کا گریبان پکڑ کر کہا کہ اے بدتمیز تو کیا جانے کہ یہ کون ہیں؟ یہ تیرے بھی مولا ہیں اور ہر مومن کے بھی مولا ہیں اور جس کے یہ مولا نہیں وہ مومن ہی نہیں ہے۔

حضرت علیؑ کی تین فضیلتیں:

قال عمر ابن الخطاب :" لقد اعطی علی ابن ابی طالبؑ ثلاث خصال لان تکون لی خصلت منها احب الی من ان اعطی حمر النعم "قیل" وما هن ؟" قال "تزوجه فاطمه بنت رسول الله و سکنا المسجد مع رسول الله یحل له فیه ما یحل له و الرایته یوم خیبر " (صواعق محرقہ ص ۱۲۵۔ مستدرک جلد ۳ ص ۱۲۵)

حضرت عمرؓ بن خطاب کہا کرتے تھے کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی تین فضیلتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھ میں ہوتی تو مجھے اس سے زیادہ پسند تھی کہ مجھے سرخ اونٹ دیے جاتے۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ کیا فضیلتیں ہیں؟ کہا 1۔ ان کی شادی دختر رسولؐ حضرت فاطمہؑ سے ہوئی۔ 2۔ ان کی رسول کریمؐ کے ساتھ مسجد میں سکونت اور جو چیز مسجد میں رسول اللہؐ کے لیے حلال تھی، ان کے لیے بھی حلال ہونا۔ 3۔ خیبر کے دن علم کا پانا۔

اپنے فضائل میں منفرد ہونا:

عن عمر ابن الخطاب قال قال رسول اللهؐ ما اکتسب مکتسب فضل علیؑ یهدی صاحبه الی الهدیٰ و یرده عن الردیٰ ۔ (اخرجہ طبرانی)

حضرت عمرؓ بن خطاب کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کسی شخص نے حضرت علیؑ کی طرح فضائل حاصل نہیں کیے۔ وہ اپنے دوست کو ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں اور ہلاکت سے بچاتے ہیں۔ (اس حدیث کو طبرانی نے نقل کیا ہے۔ (ذخائر عقبیٰ ص ۶۱)

عن یحییٰ بن عقیل قال کان عمر یقول لعلیؑ اذا ساله ففرح عنه "لا

ابقانی الله بعدک یا علیؑ". (اخرج الجندی)

یحییٰ بن عقیل کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؑ سے جب کچھ پوچھتے تھے اور ان کے جواب سے خوش ہوتے تو کہتے تھے "یا علیؑ خدا مجھے آپ کے بعد زندہ نہ رکھے"۔ (اس روایت کو فجندی نے نقل کیا ہے)

عن عمر بن الخطاب رفعه (عن النبیؐ) لو ان البحر مداد و الریاض اقلام و الانس کتاب و الجن حساب ما حصوا فضائلک یا ابا الحسنؑ۔ (ینابیع المودة ص ۴۷)

حضرت عمرؓ بن خطاب کہتے ہیں کہ حضرت پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام درخت قلمیں بن جائیں اور تمام انسان لکھنے والے ہوں اور تمام جنات حساب کرنے والے ہو جائیں پھر بھی اے ابوالحسنؑ آپ کے فضائل کو شمار نہیں کر سکتے۔

قال عمر "اللهم لا تنزلن شدة الا و ابوالحسنؑ الی جنبی" (منتخب کنزالعمال ج ۶ ص ۳۴۶)

حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے "خدایا میرے اوپر کوئی مصیبت نازل نہ کرنا مگر اس وقت جب کہ ابوالحسنؑ میرے پاس موجود نہ ہوں" (تاکہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دلا سکیں)۔

حضرت علیؑ کی اٹھارہ فضیلتیں:

عن عمر بن الخطاب" کانت الاصحاب محمد ثمانیه عشره فحض عنها علیؑ بثلاثه عشر وشرکنا فی الخمس "۔ (دارالمطیس ص ۱۲۹)

حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے کہ اصحاب محمدؐ کی اٹھارہ فضیلتیں تھیں۔ جن میں سے تیرہ فضیلتیں صرف علیؑ سے مخصوص تھیں جبکہ باقی پانچ فضیلتوں میں ہم سب شریک تھے۔

اخرج طبرانی عنه قال "کانت لعلیؑ ثمانیه و عشر منقبة ما کانت لاحد

من هذه الا مة"(صواعق محرقہ ص ۱۲۵)

طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کی اٹھارہ فضیلتیں ایسی تھیں جو امت میں کسی اور کو نصیب نہ ہوئیں۔

قال عمرؓ کنت ان و ابوعبیده و ابو بکر و جماعته من الصحابة اذ ضرب النبیؐ بیده علی منکب علیؑ فقال یا علیؑ اول المومنین ایماناً و اول المسلمین اسلامة و انت منی بمنزلة هارون و موسیٰ لکذب من زعم انه و الا فی یبغضک. (ذخائر عقبیٰ ص ۵۸)

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں، ابوعبیدہ اور حضرت ابوبکرؓ اور اصحاب کی ایک جماعت سب (نبی کریمؐ کے پاس) تھے کہ نبی کریمؐ نے اپنا ہاتھ حضرت علیؑ کے شانے پر مارا اور فرمایا یا علیؑ تم ایمان اور اسلام دونوں اعتبار سے تمام مومنین اور مسلمین میں سب سے اول ہو۔ اور تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔ وہ جھوٹا ہے جو خیال کرے کہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور تم سے بغض و دشمنی (یعنی کسی کو میری کامل محبت ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ وہ تم سے محبت نہ رکھے)۔

روی مسلم عن ابی هریره ان رسول اللهؐ قال یوم خیبر "لا عطین هذه الرایته رجلاً یحب الله و رسوله و یحبه الله و رسوله یفتح الله یدیه"قال عمربن الخطابؓ ما احببت الا مارة الا یومئذ قال فطاولت لها رجاء ان ادعیٰ لها قال ندعی رسول الله علی ابن ابی طالبؑ فاعطاه ایاها فقال "امش و الا تلفت یفتح الله علیک" قال فسار علیؑ ما شیماً ثم وقف نصرخ علیؑ یا رسول الله علی ماذا اقاتل الناس؟ قال "قاتلهم حتی یشهدون ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله فاذا فعلوا ذلک فقد منعوا منک دمائهم و اموالهم الا بجقها و حسابهم علی الله. ففتح الله بیده "(ینابیع المودۃ ص ۴۹)

مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے خیبر کے روز فرمایا ''کل میں یہ علم ایسے بہادر مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسولؐ بھی اس کو دوست رکھتے ہیں۔ خدا اس کو فتح سے سرفراز فرمائے گا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے سوائے اس دن کے کبھی امارت (حکومت و سرداری) کی خواہش نہیں کی تھی۔ چنانچہ دوسرے روز میں نے اس امارت کو حاصل کرنے کے لیے خود کو بلند کر کے دکھایا کہ شائد میں ہی پکار لیا جاؤں۔ لیکن حضورؐ نے حضرت علیؑ کو بلایا اور آپ کو علم دے کر فرمایا ''یا علیؑ جاؤ اور جب تک خدا تم کو فتح سے سرفراز نہ کر دے پلٹ کر نہ آنا'' حضرت علیؑ پیدل روانہ ہوئے اور پھر کچھ دور جا کر کھڑے ہوئے اور با آواز بلند کہا ''یا رسول اللہؐ میں ان لوگوں سے کب تک لڑوں؟'' آنحضرتؐ نے فرمایا ''اس وقت تک لڑو جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد الرسول اللہ نہ کہہ دیں اور جب وہ کلمہ پڑھ لیں تو پھر نہ ان کا خون ناحق بہایا جا سکتا ہے اور نہ ان کا مال لوٹا جا سکتا ہے اور ان کا حساب خدا پر ہے۔'' (حضرت علیؑ گئے اور جنگ کی) اور خدا نے ان کے ہاتھ پر فتح دی''۔

حضرت علیؑ کا ہاتھ رسولؐ کا ہاتھ ہے:

عن عمر قال سمعت رسول اللہؐ یقول لعلیؑ ''یا علیؑ یدک فی یدی تدخل معی یوم القیامہ حیث ادخل ''(ذخائر عقبیٰ ص ۸۹)

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپ حضرت علیؑ سے فرما رہے تھے ''اے علیؑ تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے، قیامت میں تمہارا ہاتھ بھی ادھر ہی جائے گا جدھر میں اپنا ہاتھ لے جاؤں گا''۔

قال النبیؐ لعلیؑ ''انت منی و انا منک'' و قال عمر ''توفی رسول اللہؐ و هو عنه راض ''(صواعق محرقہ)

آنحضرتؐ نے فرمایا (یا علیؑ) تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں

''جب رسول اللہ کا وصال ہوا ہے تو آنحضرت علیؑ سے راضی تھے''۔

مسائل شریعہ حضرت علیؑ سے پوچھو:

عن اذنیہ العبدی قال ''اتیت عمر فسالتہ من این اعتمر قال ''انت علیھا فسئلہ . (ریاض النضرہ ج۲ص۲۵۷)

اذنیہ عبدی روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ میں عمرہ کہاں سے باندھوں تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا حضرت علیؑ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو۔(اس روایت کو ابوعمر اور ابن عثمان نے موافقت میں نقل کیا ہے)

قال عمر بن الخطاب ''لا یفتین احد فی المسجد و علیؑ حاضر'' (ارجحالمطالب ص۱۲۲)

حضرت عمرؓ بن خطاب کہا کرتے تھے (خبردار) اگر حضرت علیؑ مسجد میں موجود ہوں تو ہرگز کوئی دوسرا شخص فتویٰ نہ دے۔

عن ابن عباس قال ''مشیت و عمر بن الخطاب فی بعض اذقتہ المدینہ فقال ''یابن عباس استصغر و اصاحبکم اذلم یولوا امرر کم فقلت و اللہ ما استصغرہ رسول اللہؐ اذاختارہ لسورۃ براءۃ یقروھا علیٰ اھل مکہ فقال لی عمر الصواب تقول و اللہ لسمعت رسول اللہؐ یقول لعلیؑ بن ابی طالب ''من احبک احبنی و من احبنی احب اللہ ادخلہ الجنۃ''۔(کنزالعمال ج۶ص۳۹۱)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت عمرؓ بن خطاب مدینہ کی ایک گلی میں جا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابن عباسؓ لوگوں نے تمہارے ساتھی (حضرت علیؑ) کو (عمر میں) چھوٹا سمجھا اسی لیے ان کو تم لوگوں کا والی (خلیفہ) نہیں بنایا تو میں نے جواب دیا ''خدا کی قسم رسول اللہؐ نے کبھی ان کو چھوٹا نہ سمجھا بلکہ سورۃ برات اہل مکہ کو سنانے کے لیے انہی کو منتخب

کیا" تب حضرت عمرؓ نے کہا" آپ صحیح کہتے ہیں۔ میں نے بھی رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ آپؐ حضرت علیؑ سے فرما رہے تھے (اے علیؑ) جس نے تم کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے مجھ کو دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا اور جس نے خدا کو دوست رکھا خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا"۔

اگر آج علیؑ نہ ہوتے تو..........:

فی کشف الغمه عن مناقب الخوارزمی لحاکاف فی ولایته عمر اتی بامراة حامل فسالها عمر فاعترفت بالفجور فامر بها ان ترجم فلقیها علیؑ ابن ابی طالب علیه و آله السلام فقال ما لهذا فقالوا امر عمر بها ان ترجم فردها علیؑ و قال العمر امدت بها ان ترجم؟ فقال نعم اعترفت عندی بالفجور فقال هذا سلطانک علیها غما سلطانها علی ما فی بطنها؟ ثم قال له علی فلعلک انتهرتها و اخفتها فقال قد کان کذلک قال او ما سمعت رسول اللهؐ یقول "لاحد علی معترف بعد بلاء انه من قیدت جست اورتهدت فلا اقرار له فخلی عمر سبیلها ثم قال عجزت النساء یلدف مثل علیؑ ابن ابی طالبؑ لو لا علیؑ لهلک عمر" (قضاء ص ۳۲)

کشف الغمہ میں خوارزمی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ حکومت میں ایک عورت لائی گئی جو حاملہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا۔ اس عورت نے اعتراف جرم کرلیا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کر دیا جائے۔ اتنے میں حضرت علیؑ سے اس عورت کی ملاقات ہوئی۔ آپؑ نے پوچھا اس عورت کا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت عمرؓ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علیؑ نے اس عورت کو واپس حضرت عمرؓ کے پاس لوٹا دیا۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ جواب ملا کہ ہاں کیونکہ اس نے میرے سامنے اعتراف

جرم کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا آپ کا حکم اس عورت پر تو چل سکتا ہے۔ لیکن اس بچہ پر آپ کیسے حکم چلا سکتے ہیں جو اس کے پیٹ میں ہے؟ پھر فرمایا کہ آپ کو چاہیے تھا کہ اس عورت کو ڈراتے دھمکاتے حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا ایسا بھی تھا؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ آپ نے رسول اللہؐ سے نہیں سنا کہ جرم کا اعتراف کرنے یا ڈرانے دھمکانے کے بعد کوئی حد نہیں لگائی جاتی۔ (یہ سن کر) حضرت عمرؓ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور کہا عورتیں حضرت علیؑ کی مثل پیدا کرنے سے عاجز ہیں اگر آج علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک (گمراہ) ہو جاتا۔

فی المناقب هم عمر ان یاخذ حلی الکعبته فقال علیؑ "ان القران انزل علی النبیؐ والاموال اربعته اموال المسلمین فقسموها بین الورثة فی الفرائض و الفی فقسمه علیؑ مستحقه و الخمس فوضعه الله حیث وضعه والصدقات فجعلها الله حیث جعلها و کان حلی الکعبته یومئذ. فترکه حاله ولم یترک نسیانا و لم یخف علیه و آله مکانه فاقره حیث اقره الله و رسوله" فقال عمر لولاک لا فتضحنا و ترک الحلی بمکانه .(قضاء ص ۱۴۲)

کتاب مناقب میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے غلاف کعبہ لے لینے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا "جب نبیؐ پر قرآن نازل ہوا تو اموال چار قسم کے تھے۔(۱) مسلمانوں کا مال اس کو فرائض اور حصوں کے مطابق تقسیم کیا گیا (۲) فئی، اس کو اس شخص کو دے دیا گیا جو اس کا مستحق تھا۔ (۳) خمس، اس کو اللہ نے جس حیثیت سے رکھا ہے ویسا ہی ہے۔(۴) صدقات، اس کو بھی خدا نے جس (مستحق) کے لیے قرار دیا ویسا ہی ہے۔ اور غلاف کعبہ اس وقت بھی تھا لیکن رسول اللہؐ نے اس کو اسی حال میں چھوڑ دیا اور اس کو آپؐ نے بھول کر یا اس کے خوف سے نہیں چھوڑا تھا۔ لہٰذا آپ بھی اس کو وہیں چھوڑ دیں۔ جہاں اللہ اور اس کے رسولؐ نے چھوڑا ہے۔" (یہ سنکر) حضرت عمرؓ نے کہا (یا علیؑ) اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ذلیل اور رسوا ہو جاتے اور پھر غلاف کعبہ کو اپنی جگہ چھوڑ دیا۔

حجر اسود :

عن الغزالی الی ان عمر قبل الحجر ثم قال انی لا علم انک حجر لا تفرو لا تنفع و لو لا انی رایت رسول اللہؐ یقبلک لما قبلتک. فقال علیؑ" بل ھو نضر و ینفع" قال "و کیف" قال "ان اللہ تعالیٰ لما اخذ المیثاق علی الز ربتہ کتب علیھم کتاباتھم القمہ دھا الحجر و ھو یشھد للمومن بالوفا و علی الکافر بالحجود فذلک قول الناس عندالاسلام اللھم ایمانابک و تصدیق بکتابک و وفاء بعھدک ثم قال لہ لا تقل ذلک فان رسول اللہ ما فعل و لا سن سنتہ الا عن امر اللہ نزل علی حکمہ" (قضاء ص ۱۴۲)

امام غزالی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حجر اسود کو بوسہ دیا او کہا (اے حجر اسود) میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع اور اگر میں رسول اللہؐ کو بوسے لیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ حضرت علیؑ نے کہا یہ (حجر اسود) نقصان بھی پہنچائے گا اور نفع بھی۔ کہا یہ کس طرح؟ حضرت علیؑ نے کہا جب خدا نے اولاد حضرت آدمؑ سے عہد لیا تو ان کے لیے نوشتہ لکھا اور اس پتھر کے منہ میں ڈالا تو یہ پتھر مومن کے لیے وفا کی اور کافر کے لیے انکار کی گواہی دے گا۔ اور یہی معنی ہیں جب لوگ اسلام کے وقت کہتے ہیں اے خدا تیرے اوپر ایمان لایا تیری کتاب کی تصدیق کی اور تجھ سے جو عہد کیا تھا اس کو پورا کیا۔ پھر آپؑ سے حضرت عمرؓ کو منع کیا کہ آئندہ ایسا ہرگز نہ کہیں۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے نہ تو کوئی کام کیا ہے اور نہ ہی کسی سنت کی بنیاد ڈالی جب تک آپؐ کو خدا کا حکم نہ ہوا۔

حضرت علیؑ نگاہ حضرت عثمانؓ میں

عن عثمان بن عفان عن رسول اللہؐ قال "خلقت انا و علیؑ من نور واحد قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ الاف عام فلما خلق اللہ آدم رکب ذلک النور فی صلبہ فلم یزل شئیاً واحد حتی افترقنا فی صلب عبدالمطلب فضل النبوۃ و فی علی الوصیتہ "(ینابیع المودۃ ص ۸۰)

حضرت عثمانؓ بن عفان حضرت رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ اور علیؑ ایک ہی نور سے حضرت آدمؑ کی پیدائش سے چار ہزار سال قبل پیدا ہوئے ہیں۔ جب خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کے صلب میں رکھ دیا۔ یہ نور ایک ہی رہا اور اصلاب انبیاءؑ میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ہم حضرت عبدالمطلب کے صلب سے جدا ہو گئے۔ پس مجھ میں نبوت آئی اور علیؑ میں وصیت (خلافت)۔

عن عثمان بن عفان قال سمعت عن عمر بن الخطاب قال سمعت عن بکر بن قحافہ قال سمعت رسول اللہؐ یقول "ان اللہ خلق من نور وجہ علی ابن ابی طالب ملائکتہ یسبحون و لقدسون و یکتبون ثواب ذلک المحبہ و محبی اولادہ". (مقتل الحسین خوارزمی ج ا ص ۹۷)

حضرت عثمانؓ بن عفان نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے اور وہ حضرت ابوبکرؓ بن قحافہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت علیؑ کے چہرہ سے کچھ ملائکہ یعنی فرشتے خلق کیے ہیں جو (خدا کی) تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اس کا ثواب حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے دوستوں کے نامہ اعمال میں لکھتے جاتے ہیں۔

حضرت علیؑ نگاہ حضرت عائشہؓ میں

اخرج الترمذی عن عائشہؓ ”کافت فاطمۃؑ احب الناس الی رسول اللہؐ و زوجھا علیؑ احب الرجال الیہ “(صواعق محرقہ ص۱۱۹)

حضرت عائشہؓ سے ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حضرت فاطمہؑ کو اور مردوں میں سب سے زیادہ ان کے شوہر حضرت علیؑ کو دوست رکھتے تھے۔

عن جمعی ابن عمیر التیمی قال ”دخلت مع عمتی علی عائشہ فسئلت ای الناس کان احب الی رسول اللہؐ قالت فاطمۃؑ فقیل من الرجال قالت زوجھا ان کان ما علمت صواما قواما “ (ترمذی ص۶۷۴)

جمعی ابن عمیر کہتے ہیں کہ میں (ایک دن) اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہؐ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ کس کو دوست رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ نے جواب دیا حضرت فاطمہؑ کو۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ مردوں میں سب سے زیادہ کس کو؟ تو کہا ان کے شوہر (حضرت علیؑ) کو اور تم جانتے ہی ہو کہ وہ (حضرت علیؑ) بہت روزہ رکھنے والے اور بڑی نمازیں پڑھنے والے تھے۔

و ذکر عند عائشہ فقالت ”انہ اعلم من بقیٰ بالسنۃ “ (صواعق محرقہ ص۱۲۵)

حضرت عائشہؓ سے حضرت علیؑ کا تذکرہ کیا گیا تو آپؓ نے کہا وہ (حضرت علیؑ تمام لوگوں میں) سب سے زیادہ سنت (رسولؐ) کے جاننے والے تھے۔

عن عطاء قال سالت عائشہ عن علیؑ قالت ”ذلک خیر البشر لا یشک فیہ الا کافر “ (ینابیع المودۃ ص۲۴۶)

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے حضرت علیؑ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا

وہ (حضرت علیؑ) تمام انسانوں میں بہتر ہیں۔ جو ان میں شک کرے وہ کافر ہے۔

حضرت علیؑ سردار عرب:

عن ام المومنین عائشه قالت "کنت عندالنبیؐ اذ دخل علیؑ فقال هذا سید العرب" (ارجح المطالب ص ۲۰)

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت نبیؐ کے پاس بیٹھی تھی کہ حضرت علیؑ آ گئے تو آنحضرتؐ نے (ان کو دیکھ کر) کہا "یہ سردار عرب ہیں"۔

عن عائشه قالت کان اذ دخل علینا علیؑ و الی عندنا لا ید من النظر الیه فقلته "یاابت انک لتدیمن النظر الی علی" فقال یا بنیة سمعت رسول اللهؐ یقول "النظر الی وجه علیؑ عبادة" (ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۹۱)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب بھی حضرت علیؑ میرے پاس آتے تھے اور میرے والد (حضرت ابوبکرؓ) میرے پاس موجود ہوتے تو وہ حضرت علیؑ کو برابر دیکھتے ہی رہتے تھے اور تھکتے نہ تھے۔ میں نے ان سے پوچھا بابا آپ تو برابر حضرت علیؑ کو ہی دیکھتے رہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا اے بیٹی! میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

حدثنا ابوبکر و محمد بن عبدالله قالاثنا محمد بن بشیر عن ذکریا عن مصعب عن صفیه قالته قالت عائشه خرج النبیؐ غداج و اسود فجاء الحسنؑ بن علیؑ فادخلت ثم جاء الحسینؑ فدخل معه ثم جاء ت فاطمةؑ فادخلها ثم جاء علیؑ فادخله ثم قال "انما یرید الله لیذهبا عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا" (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۸۳)

ابوبکرؓ و محمد بن عبداللہ محمد بن بشیر، ذکریا بن مصعب، صفیہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے

ہیں کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں ایک صبح رسول خداؐ اس حالت میں نکلے کہ آپؐ سیاہ بالوں کی ایک منقش چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت حسنؑ بن علیؑ آئے' رسول اللہؐ نے انہیں اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر حضرت حسینؑ آئے اور وہ بھی چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر حضرت فاطمہؑ آئیں اور رسول خداؐ نے ان کو بھی چادر میں لے لیا۔ پھر حضرت علیؑ آئے اور وہ بھی چادر میں داخل ہو گئے۔ جب یہ پانچوں انوار چادر میں جمع ہو گئے تو پھر رسول خداؐ نے فرمایا ''اے اہل بیت خدا چاہتا ہے کہ تم سے برائیوں کو دور رکھے اور تم کو پاک و پاکیزہ رکھے جس طرح پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔''

علیؑ سے پوچھو:

عن شریح بن هانی قال سالت عائشه عن المسح علی الخفین قالت ''الت علیاً فانه اعلم بذلک منی'' فاتیت علیاً فسالته عن المسح۔ (صحیح مسلم جلد ا ص ۱۱۵)

شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دونوں موزوں پر مسح کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا حضرت علیؑ کے پاس جاؤ کیونکہ اس مسئلہ کو وہ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ پھر میں حضرت علیؑ کے پاس آیا اور ان سے مسح کے متعلق دریافت کیا۔

عن عائشۃؓ لما بلغنا موت علیؑ قالت'' لتصنع العرب ماشاء ت فلیس لها احد منها ها'' (ذخائر عقبیٰ ص ۱۱۵)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب ہم لوگوں کے پاس حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو میں نے کہا ''اب عرب جو چاہیں کریں کیونکہ (شہادت علیؑ کے بعد) اب کوئی ایسا نہیں جو ان کو (برے کاموں سے) روک سکے''۔

حضرت علیؑ ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ کی نگاہ میں

لما سار علیؑ الی البصره دخل علی ام سلمه زوج النبیؐ یودعها فقالت دوسریٰ حفظ الله و فی کنفه خو الله انک لعلی الحق و الحق معک و لو لا انی اکره ان اعصی الله و رسوله فانه امرنا ان نقرفی بیوتنا السرت معک۔ (مستدرک جلد۳ص۱۱۹)

جب حضرت علیؑ (مدینہ سے) بصرہ کی طرف (حضرت عائشہؓ طلحہ اور زبیر کے خروج کی خبر سنکر) چلے تو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ زوجہ رسولؐ کے پاس آئے تاکہ ان سے رخصت ہوں۔ تو حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا (یا علیؑ) جایئے اللہ آپ کی حفاظت کرے اور آپ کو اپنی پناہ میں رکھے۔خدا کی قسم آپ حق پر ہیں اور حق آپ کے ساتھ ہے اور اگر مجھے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کا ڈر نہ ہوتا، کیونکہ (ہم عورتوں) کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے گھروں میں بیٹھیں، تو میں بھی آپؑ کے ساتھ (میدان میں) چلتی۔

علیؑ کا جدا نہ ہونا:

عن ام سلمهؓ قالت والذی احلف به ان کان علیؑ لاقرب الناس عهدا برسول اللهؐ عدنا رسول اللهؐ غداة و هو یقول" جاء علیؑ موارا فقالت فاطمهؑ کانک بعثة فی حاجته فخرحنا بن البیت فقعدنا عندالله بیت و کنت من ادناهم الیٰ الباب فاکب علیه و آله رسول اللهؐ و جعل یسارة و یناجیه ثم قبض رسول اللهؐ من یومه ذلک علی اقرب الناس عهدا" (مستدرک جلد۲ص۱۳۹)

حضرت ام سلمہؓ قسم کھا کر بیان کرتی ہیں کہ زمانہ کے اعتبار سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے سب سے زیادہ قریبی حضرت علیؑ تھے۔ (کیونکہ رسول خداؐ کی بیماری کے زمانہ میں) ہم لوگ ایک صبح آپؐ کی عیادت کے لیے گئے اور آپؐ فرما رہے تھے کیا علیؑ آ گئے؟ کیا علیؑ آ گئے؟ اور آپؐ نے یہ جملہ کئی مرتبہ فرمایا۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا شائد آپؐ نے ان (جناب علیؑ) کو کسی کام سے بھیجا ہے۔ اتنے میں حضرت علیؑ آ گئے۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ "میں نے خیال کیا کہ آنحضرتؐ کو حضرت علیؑ سے کوئی کام ہے۔ اس لیے ہم لوگ کمرہ سے باہر نکلے اور اس کے قریب ہی بیٹھ گئے اور میں دروازہ کے قریب ہی بیٹھی تھی (میں نے دیکھا) کہ رسولؐ نے حضرت علیؑ کو گلے سے لگایا اور چپکے چپکے باتیں کرتے رہے۔ اسی دن آنحضورؐ کا وصال ہو گیا۔ اس لیے وقت اور زمانہ کے لحاظ سے رسول اللہؐ کے سب سے زیادہ قریب حضرت علیؑ تھے"۔

علیؑ اور قرآن:

اخرج الطبرانی فی الاوسط عن ام سلمه قالت سمعت رسول اللهؐ یقول "علیؑ مع القران والقران مع علیؑ لا یفترقان حتیٰ یردا علی الحوض" (صواعق محرقہ ص ۱۲۱)

طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا۔ آپؐ فرما رہے تھے "علیؑ قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ (قیامت میں) میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے"۔

عن ام سلمه" ان النبیؐ کان اذا غضب لمر یجترء احد منا یکلمته غیر علیؑ ابن ابی طالبؑ"۔ (مستدرک جلد۲ ص ۱۳۰)

حضرت ام سلمیٰؓ کا بیان ہے کہ "جب کبھی پیغمبر خداؐ کو غصہ آتا تو ہم میں سے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ آپؐ سے گفتگو کرے سوائے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے"

حضرت علیؑ معاویہ کی نگاہ میں

احمد سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے معاویہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ معاویہ نے کہا اس مسئلہ کو حضرت علیؑ سے پوچھو کیونکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ مجھے اس مسئلہ میں آپ کا جواب علیؑ کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ معاویہ نے جواب دیا تو نے بہت برا کہا تو نے ایسے شخص کو ناپسند کیا جن کی ان کے علم کی وجہ سے رسول اللہؐ بہت عزت کیا کرتے تھے۔ اور ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ (اے علیؑ) تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ حضرت عمرؓ پر بھی جب کوئی مشکل وقت آتا تو وہ بھی حضرت علیؑ ہی سے پوچھا کرتے تھے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۷)

حضرت علیؑ کی تین صفات:

معاویہ نے خالد بن معمر سے پوچھا کہ تم حضرت علیؑ کو ہم سب سے زیادہ کیوں دوست رکھتے ہو؟ خالد نے جواب دیا (میں حضرت علیؑ کو ان کی) تین صفات کی وجہ سے دوست رکھتا ہوں۔ 1۔ جب وہ غضب ناک ہوتے ہیں تو دامن وحلم کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ 2۔ اور جب گفتگو کرتے ہیں تو سچ ہی کہتے ہیں۔ 3۔ اور جب فیصلہ کرتے ہیں تو عدالت کے مطابق ہوتا ہے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۳۰)

فخر و مباہات:

جب حضرت علیؑ کے پاس معاویہ کے فخر ومباہات کی خبر (خطوط کے ذریعے) پہنچی تو آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ معاویہ کو لکھو پھر آپؑ نے مندرجہ ذیل اشعار لکھوائے۔

"اے معاویہ اگر چہ تم جانتے ہو مگر پھر بھی سنو! محمدؐ نبی خدا اور میرے خسر ہیں اور حضرت

سید الشہداء میرے چچا ہیں۔ اور حضرت جعفرؓ جو صبح و شام جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے رہتے ہیں میری ماں کے بیٹے میرے بھائی اور آنحضرت ؐ کی صاحبزادی میری بیوی ہیں۔ اور ان کا گوشت میرے گوشت اور خون سے ملا ہوا ہے۔ (یعنی میرے قریبی رشتہ دار ہیں) حضرت احمدؐ کے دونوں نواسے (حسنؑ و حسینؑ) میرے بیٹے ہیں۔ لہٰذا پیغمبرؐ کے ساتھ جو میرا حصہ ہے وہ تم لوگوں میں سے کس کا ہو سکتا ہے۔ میں تم سب سے پہلے اسلام لایا جبکہ عمر میں بہت چھوٹا تھا اور حد بلوغ کو بھی نہ پہنچا تھا۔" (صواعق محرقہ ص ۱۳۱)

بیہقی روایت کرتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو حضرت علیؑ سے محبت رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ ان اشعار کو یاد کرے۔ تاکہ وہ سمجھ سکے کہ آپؑ نے اسلام میں کس طرح فخر و مباہات فرمایا ہے۔ اور حضرت علیؑ کے مناقب و فضائل تو اتنے زیادہ ہیں کہ انکا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۳۱)

شان علیؑ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی نظر میں

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت علیؑ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے حرف ب کے نقطہ کی تشریح کرنے لگے۔ ساری رات گزر گئی اور صبح کے آثار نمودار ہونے لگے لیکن تفسیر ختم نہ ہوئی تو میں نے اپنے علم کو حضرت علیؑ کے علم کے سامنے ایسا پایا کہ جیسے ایک نوخار سمندر کے سامنے ایک معمولی گڑھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے ابن عباسؓ یقین کرو کہ تمام آسمانی کتابوں کے راز قرآن میں ہیں۔ اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ سب سورۃ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورۃ فاتحہ میں ہے وہ سب کچھ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے وہ سب بائے بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بائے بسم اللہ میں ہے وہ سب کچھ ب کے نقطہ میں ہے۔ اور حضرت علیؑ نے فرمایا میں وہی نقطہ ہوں جو حرف ب کے نیچے ہے۔ (ینابیع المودۃ)

ایک تحریر:

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں جب پیغمبر اکرمؐ کو بستر وفات پر سخت تکلیف محسوس ہوئی تو آپؐ نے فرمایا ''میرے پاس ایک رقعہ لاؤ تا کہ میں تم کو (ایک ضروری چیز) لکھ دوں تا کہ تم سب میرے بعد گمراہ نہ ہوسکو''۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا اس وقت پیغمبرؐ پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس خدا کی کتاب موجود ہے جو ہمارے لیے کافی ہے۔ پھر نبی اکرم کو کچھ کہنے کی کیا ضرورت۔ اس پر لوگوں میں اختلاف ہوا اور تمام صحابہ لڑنے جھگڑنے لگے (یہ دیکھ کر) حضورؐ نے فرمایا ''میرے پاس سے دور ہو جاؤ' میرے پاس لڑنا جھگڑنا مناسب نہیں''۔ ابن عباسؓ کہتے ہوئے نکلے سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ لوگ رسول خداؐ اور انکی تحریر کے درمیان حائل ہو گئے یعنی رسولؐ کو لکھنے نہ دیا گیا۔ (صحیح بخاری پارہ اص ۱۰۶)

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔ (ترمذی جلد۲ص ۲۳۵)

سعدؓ بن ابی وقاص:

عامر نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ (ایک مرتبہ) معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ تم ابوتراب (حضرت علیؑ) کو کیوں برا نہیں کہتے؟ سعد نے جواب دیا اے معاویہ کیا تم کو وہ تین باتیں یاد نہیں جو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے متعلق فرمائیں تھیں؟ میں تو ہرگز ان کو برا نہ کہوں گا۔ ان تین باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب (آیہ مباہلہ) ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے حضرت علیؑ' حضرت فاطمہؑ' حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو بلایا۔ اور فرمایا اے خدا یہی میرے اہلبیت ہیں۔ (صحیح مسلم جلد۲ص ۲۷۸)

زبیرؓ بن العوام:

حاکم اور بیہقی نے ابوالاسود سے روایت کی ہے کہ (جنگ جمل میں) میں نے زبیر کو حضرت علیؑ کے خلاف (میدان میں) نکلتے ہوئے دیکھا۔ حضرت علیؑ نے ان سے کہا میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں (کیا تم کو یاد نہیں کہ) تم نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ تم مجھ سے جنگ کرو گے اور ظالم ہو گے۔ پس یہ سنکر زبیر جنگ سے پلٹ گئے اور جنگ نہ کی۔

ابو یعلی اور بیہقی کی روایت ہے کہ زبیر نے کہا (رسول خداؐ نے فرمایا تھا) بھول گیا تھا۔ اب یاد آیا ہے اسی لیے آپؑ سے جنگ نہیں کروں گا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۱۷)

حضرت ابو ذرؓ:

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ بقیع غرقہ میں موجود تھا جبکہ آپؐ نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم لوگوں میں اک ایسے شخص (حضرت علیؑ) ہیں جو میرے بعد تاویل قرآن اسی طرح جنگ کریں گے جس طرح میں نے مشرکین سے قرآن کے نازل ہوتے وقت جنگ کی تھی۔ حالانکہ وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے ہوں گے (یعنی ظاہراً مسلمان ہوں گے) جب وہ (جناب امیرؑ) لوگوں سے جنگ کریں گے تو لوگ برا سمجھیں گے۔ اور خدا کے ولی پر طعن کریں گے اور ان کے اس فعل (جنگ) سے ناراض ہوں گے جس طرح حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ سے کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے قتل ہونے اور دیوار کے بنانے پر ناراض ہوئے تھے۔ حالانکہ (کشتی کا توڑنا' لڑکے کا قتل کرنا اور دیوار کا بنانا) اللہ کی مرضی (اور حکم) کے مطابق تھا''۔ (ارجح المطالب ص ۳۱)

حضرت زیدؓ بن ارقم :

صحیح مسلم میں زیدؓ بن ارقم سے روایت ہے کہ غدیر خمؑ کے دن کا واقعہ صحیح ہے اور غدیر مقام جحفہ میں ایک چشمے کا نام ہے (زید بن ارقم کہتے ہیں کہ حدیث غدیر میں رسول اللہؐ نے یہ الفاظ بھی فرمائے" اے لوگو! میں تم لوگوں کو اپنے اہلبیتؑ کے متعلق اللہ کو یاد دلاتا ہوں (یعنی اہلبیتؑ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں)"۔

راوی کہتا ہے ہم نے زید بن ارقم سے پوچھا کہ کیا رسول اللہؐ کے اہل بیت میں انکی بیویاں بھی داخل ہیں؟ زید نے کہا قسم خدا کی ہرگز نہیں۔ عورت تو اپنے مرد کے پاس کچھ زمانہ تک رہتی ہے۔ پھر جب شوہر نے اس کو طلاق دے دی تو وہ اپنے باپ کے پاس اپنے قبیلہ میں چلی جاتی ہے۔ (لہٰذا رسول اللہؐ کی بیویاں اہل بیت رسولؐ میں داخل نہیں ہوسکتیں) رسول اللہؐ کے اہلبیتؑ آپؐ کے وہ اہل اور رشتہ دار ہیں جن پر آپؐ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۴۸)

حضرت علیؑ افضل الصحابہ ھیں:

حضرت سلمانؓ ، ابوذرؓ، مقدادؓ ، عمارؓ ، جناب بن منذرؓ ، جابر بن عبداللہؓ ، ابوسعیدؓ ، حذیفہؓ اور زید بن ارقمؓ کا فیصلہ ہے کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ تمام صحابہ میں سب سے افضل تھے۔ (استیعاب)

مختصر حالات حضرت علی علیہ السلام

اسم مبارک: علیؑ حیدرؑ توریت میں ایلیا

کنیت: ابوالحسنؑ ابوالسبطین، ابوالائمہ

لقب: مرتضیٰ، امیرالمومنین، مشکل کشا

والد بزرگوار: عمرانؑ جن کی کنیت ابوطالبؑ تھی

والدہ ماجدہ: فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف

روز ولادت: جمعۃ المبارک

تاریخ ولادت: ۱۳ رجب المرجب

سال ولادت: ۳۰ عام الفیل ۵۹۸ء

مکان ولادت: خانہ کعبہ

بادشاہ وقت: شہریار بقولے ہرفر

عدد ازدواج: بعد حضرت فاطمہؑ دس علاوہ کنیزوں کے

عدد اولاد: ۲۸ بقولے ۳۶

مدت عمر: ۶۳ سال

مدت امامت و خلافت: ۳۰ سال، خلافت ظاہری ۵ سال

روز وفات: اتوار یا سوموار

تاریخ وفات: ۲۱ ماہ رمضان المبارک

سال وفات: ۴۰ھ

مکان وفات: مسجد کوفہ کے متصل اپنے گھر میں

سبب وفات: ضرب شمشیر ابن ملجم مرادی ملعون

بادشاہ وقت: معاویہ بن ابوسفیان

مقام دفن: نجف اشرف

ایک کہانی

دربار رسالتؐ

جب آنحضورؐ نے بادشاہ روم کو دعوت اسلام دی تو بادشاہ روم نے تحقیق حال کے لیے دس چیدہ چیدہ آدمی بھیجے ۔ یہ لوگ زرق برق لباس سے آراستہ اور جواہرات سے مزین تھے ۔ قیمتی گھوڑوں پر سوار جب بڑی شان وشوکت کے ساتھ مدینہ پہنچے تو لوگوں سے پوچھنے لگے کہ بادشاہ اسلام کی بارگاہ کس طرف ہے۔ جابرؓ بن عبداللہ انصاری اتفاقاً وہاں موجود تھے۔

کہنے لگے آؤ میں لے چلوں وہ لوگ آپ کے ساتھ چل پڑے جناب جابرؓ نے ایک ایسے دروازے کے سامنے لے جا کھڑا کیا جس پر ایک کمبل کا پردہ اوڑھا ہوا تھا اور در ودیوار سے غربت برستی تھی۔ جب ان لوگوں کی نگاہ ایسے دروازہ پر پڑی تو کہنے لگے اے شخص لگتا ہے کہ تو کوئی دیوانہ آدمی ہے۔ہم شہنشاہ اسلام کے دروازہ پر جانا چاہتے ہیں اور تو نے ہمیں کسی مفلوک الحال انسان کے دروازے پر لا کھڑا کیا ہے۔ جب یہ سب سنا تو جناب جابرؓ نے فرمایا شہنشاہ دین ودنیا کی بارگاہ عالیہ یہی ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ ہنس پڑے اور نہایت بے پروائی سے مکان میں داخل ہونے لگے۔ جناب جابرؓ نے آگے بڑھ کر ان کو روکا اور فرمایا خبردار! بغیر اجازت کے اندر داخل ہونے کا ارادہ نہ کرنا یہ معمولی آدمی کا گھر نہیں ہے بلکہ بارگاہ رسالت ہے۔اس بات پر وہ لوگ اور بھی ہنسے اور کہنے لگے اچھا جاؤ اجازت لے کر آؤ۔

جناب جابرؓ داخلِ بارگاہ رسالت ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ روم سے چند سفیر آئے ہیں اگر اجازت ہو تو اندر داخل کیا جائے۔ اس وقت آپؐ اپنے صحابہ کے حلقہ میں خاک پر اس طرح بیٹھے تھے جس طرح ستاروں کے بیچ چاند۔ آنحضرتؐ نے اجازت بازیابی عطا فرمائی۔ جابرؓ ان کو لے کے اندر داخل ہوئے۔ اب جو ان کی نظر آفتاب رسالت پر پڑی تو آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ کچھ ایسا رعب رسالت چھایا کہ بات کرنا چاہتے تھے مگر زبان ساتھ نہ دیتی تھی۔

جب کچھ دیر اسی طرح خاموش رہے تو حضورؐ نے گردن اٹھا کر فرمایا ''اذن گفتار ہے جو کہنا چاہتے ہو کہو''۔ انہوں نے عرض کی اے تاجدار رسالت، قیصر و کسریٰ کے درباروں کی شان، بڑے بڑے سلاطین کے محلات کا تزک و احتشام ان آنکھوں نے دیکھا ہے مگر خدا کی قسم ان درباروں کو اس دربار سے اور ان سلاطین کو آپؐ جیسے تاجدار سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ وہ دنیوی جاہ و جلال ہے اور یہ خدائی رعب و داب۔ بے شک بنی نوع کا حاکم ایسا ہی ہونا چاہیے تھا جو خود فقرانہ زندگی بسر کرے اور اپنی رعایا کو ہر قسم کی آسائش بہم پہنچائے۔

آپؐ نے فرمایا تم لوگ کسی غرض سے آئے تھے۔ انہوں نے عرض کی حضورؐ وہ غرض تو اب پس پشت ڈال دی ہے۔ اب تو دل میں یہ ٹھان لی ہے کہ بقیہ عمر آپؐ کے قدموں میں ہی گزار دی جائے۔ اب آپؐ سے یہ گزارش ہے کہ ہم کو اپنے دین میں داخل کر لیجیے۔ پس آنحضرتؐ نے ان کو کلمہ طیبہ پڑھا کر مسلمان کر لیا۔

حیات امام حسین علیہ السلام

عقیدہ اور جھاد :

شیعیان جہان کے لیے جہاں یہ مہینہ (شعبان) خوشی اورانبساط کا ہے وہاں ایک فکر، درس اور پیغام عمل کا مہینہ بھی ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ بنے تو پھر افکار حسینؑ کو اپنی زندگی میں شامل کرنا ہوگا۔

ماہ شعبان المعظم پورے سال میں ایک خاص اہمیت کا حامل مہینہ ہے۔ اس میں خصوصاً دو معصوم اماموں (امام حسینؑ اور امام زمانہؑ) کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔ شیعیان جہان کے لیے جہاں یہ مہینہ خوشی اور انبساط کا ہے وہاں ایک فکر، درس اور پیغام عمل کا مہینہ بھی ہے۔ دنیائے جہان میں ہر اٹھنے والا انقلاب خود کو انقلاب امام حسین علیہ السلام سے درس لیتا ہوا ظاہر کرتا ہے۔ 61 ہجری کے اس انقلاب نے قیامت تک کے ہر مظلوم کو حریت، آزادی اور توحید پرستی کا درس دیا ہے۔

امام حسینؑ نے اپنے مشہور فرمان میں یوں فرمایا (ان الحیاۃ عقیدۃ والجھاد) ''زندگانی دو چیزوں کا نام ہے عقیدہ اور جہاد''۔ یعنی حیات انسان منقسم ہے دو حصوں میں (عقیدہ اور جہاد) اور اگر یہ دونوں حصے ہیں تو حیات ہے ورنہ نہیں۔ عقیدے کے ساتھ ساتھ جہاد کا التزام یہ واضح کرتا ہے کہ عقیدہ کی مضبوطی اور اس کے اثبات کے لیے جہاد بہت ضروری ہے اور جہاد کے بغیر انسان کا عقیدہ درست ہی نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ تھی کہ امام حسینؑ نے عقیدے کی پاسداری کے لیے بستا اور بھرا مدینہ چھوڑا۔ نانا اور ماں و بھائی کی قبر کو چھوڑ کر مکہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر مکہ سے کرب وبلا کی طرف فقط اور فقط عقیدے کی حفاظت ہی کے لیے چلے۔ تمام مصائب اور شہادتیں عقیدہ کی حفاظت پر ہی متمرکز نظر آتی ہیں۔ اور پھر یہ دیکھئے کہ آخری رات فوج اشقیاء سے مانگ کر

لی کہ اس رات میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرلوں۔اور پھر پوری رات عبادت الٰہی میں گزاری۔ تاریخ کے تمام اوراق اس بات کے شاہد ہیں کہ اس رات دشت کربلا کے اندر خیام گاہ حسینیؑ میں عبادت کا منظر ہی نرالا تھا۔پھر امام عالی مقامؑ نے اپنا سر دیا تو وہ بھی سجدہ الٰہی میں۔اب میں نہیں سمجھتا کہ کوئی حسینی ہو اور امامؑ کے آخری سجدہ کو بھول جائے۔نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ہمیں شمر لعین کا خنجر تو یاد رہے مگر اس خنجر جفا کے تلے کٹنے والے شہید اعظمؑ کا آخری سجدہ بھول جائے۔

ہمیں جہاد کرنا ہوگا۔جہاد کرنا ہوگا اپنے ساتھ' اپنے نفس امارہ کے ساتھ' شیطان کے خلاف اور ہر اس فرد کے خلاف جو ہمیں راہِ مظلوم کربلا سے دور کرے۔ہمیں اصلاح کرنا ہوگی' اپنی' اپنے معاشرے کی' اپنے خانوادے کی اور اپنے دوستوں کی۔اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ بنے تو پھر افکار حسینؑ کو اپنی زندگی میں شامل کرنا ہوگا۔رات کو عبادت کرنا ہو گی۔نماز شب پڑھنا ہوگی۔واجبات الٰہی بجالانا ہوں گے۔اور محرکات سے بچنا ہوگا۔تب ہم صحیح حسینی بنیں گے ورنہ............کتنا ہی اچھا اور عظیم جملہ ہمارے ایک جید عالم دین نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے کہ ''منبر حسینیؑ کی عظمت اگر مصلّے سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہے''۔ جس طرح ہم ہر کس وناکس کو مصلّے پر اقتداء کے لیے کھڑا نہیں کرتے اسی طرح منبر حسینیؑ پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ہمیں دیکھنا ہوگا کہ منبر حسینیؑ پر آنے والا حسینیؑ ہے بھی یا نہیں۔اگر حسینیؑ ہے تو سر آنکھوں پر ورنہ............

اور اب یہ کیسے پتہ چلے کہ یہ آنے والا حسینیؑ ہے یا نہیں؟ تو یہ بہت ہی آسان راستہ اور طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اس کے اعمال کی طرف دیکھ لیں۔اگر اعمال امام حسینؑ کے اعمال وافکار کے تابع ہیں تو وہ حسینیؑ ہے اور اگر اعمال امام حسینؑ کے مخالفین جیسے ہیں تو پھر وہ جو کچھ بھی ہو حسینیؑ نہیں ہوسکتا۔

ایک مقام پر کسی نے امام معصومؑ سے پوچھا کہ مولا یہ فرمایئے کہ ایمان کو کس طرح پہچانیں کہ اس شخص میں ایمان کس حد تک ہے؟ کیا اس کا کوئی پیمانہ یا طریقہ ہے جس سے ہمیں اس کے

ایمان کے متعلق معلوم ہو سکے؟ تو امامؒ نے فرمایا کہ اس کے اعمال کی طرف دیکھ لو۔ اس کا عمل ہی بتا دے گا کہ یہ ایمان میں کتنا مضبوط ہے۔ جتنا اس کا عمل مضبوط ہو گا اس کا ایمان بھی اتنا ہی مضبوط ہو گا۔

تو میرے دوستو! عقیدے کے بغیر عمل بے فائدہ ہے۔ عقیدہ کی مضبوطی بہت ضروری امر ہے اور عقائد کی درستگی و اصلاح کوئی برا کام نہیں۔ بلکہ نہایت ہی مستحسن امر ہے۔ اور عقیدہ و عمل کے اعتبار سے لوگوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ وہ لوگ جن کا عقیدہ بھی صحیح ہے اور عمل بھی صحیح ہے۔

2۔ وہ لوگ جن کا نہ تو عقیدہ صحیح ہے اور نہ ہی عمل صحیح ہے۔

3۔ وہ لوگ جن کا عقیدہ تو صحیح ہے مگر عمل صحیح نہیں ہے۔

4۔ وہ لوگ جن کا عمل صحیح ہے مگر عقیدہ صحیح نہیں ہے۔

تو اول الذکر لوگ جن کا عقیدہ اور عمل دونوں صحیح ہیں ان کے بارے میں بحث اور گفتگو کی گنجائش نہیں، یقیناً یہ لوگ جنتی ہیں۔ اور دوسرا گروہ جن کا نہ عقیدہ صحیح ہے اور نہ ہی عمل درست ہے، ضرورت نہیں کہ ان لوگوں کے متعلق بحث کی جائے کیونکہ یقیناً یہ لوگ جہنمی ہیں۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جن کا عمل صحیح ہو مگر عقیدہ درست نہ ہو۔ تو تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ یہ لوگ بھی جنت میں نہیں جائیں گے کیونکہ اسلام اور دین حق کی اساس و بنیاد صحیح عقائد پر ہے۔ اور انہی عقائد کو اصول دین (یعنی دین کی جڑیں) کہا جاتا ہے۔ اور اعمال کا نام فروع دین ہے (یعنی دین کی شاخیں)۔ اور جس درخت کی جڑ مضبوط نہ ہو اس کی شاخ کی مضبوطی پر بحث اور گفتگو کرنا ایک احمقانہ فعل ہو گا۔ ورنہ عمل کے اعتبار سے آپ کے یہودیوں اور عیسائیوں اور مشرکوں میں بہت سے افراد نظر آئیں گے جنہوں نے اپنی زندگی میں بہت اچھے اچھے اقدام کیے ہیں۔ اور ایسے ایسے افعال انجام دیے ہیں جو رہتی دنیا تک لوگوں کے لیے مفید اور کارمند ثابت ہو رہے ہیں۔ تو کیا ایسے لوگ جنت میں جائیں گے۔ عقائد اسلامی کے مطابق تو بالکل نہیں۔ رہ گئے وہ لوگ جن کے

عقائد صحیح ہیں مگر اعمال یا تو بالکل نہیں اور اگر ہیں بھی تو نادرست ۔ تو ایسے افراد کو چاہیے کہ اپنے اعمال اور کردار کی طرف توجہ دیں۔

اپنے اعمال کو صحیح عقائد اسلامی کے سانچے میں ڈالنے کی طرف متوجہ ہوں۔ اور آج کے اس دور میں یہ سب سے بڑا جہاد ہے کہ انسان اپنی صحیح اسلامی عقائد کے مطابق اپنے اعمال کی اصلاح کرے ۔ ہمارے آئمہؑ کی تمام زندگیاں صرف ہوگئیں اسلامی عقائد کی حفاظت اور پاسداری پر۔ کرب و بلا کے اس تپتے صحرا پر چھ ماہ کا بچہ پیاسی حالت میں شہید کروایا' فقط حفاظت اسلام کی خاطر۔ اپنے دوست واحباب اور اعوان وانصار کی قربانیاں پیش کیں فقط عقائد اسلامیہ کی حفاظت کے لیے۔ وَالّا یزید لعین سے امام کی کوئی ذاتی جنگ نہ تھی ۔ اقتدار کی جنگ نہ تھی ۔ جاہ و حشمت کی جنگ نہ تھی ۔ بلکہ یہ معرکہء حق و باطل تھا۔ ایک طرف باطل کا طرفدار تو دوسری طرف حق کا حامی و ناصر۔ ایک طرف معاویہ کو بیٹا یزید لعین تھا' جو یہ چاہتا تھا کہ میں اسلام کو زیروزبر کردوں اور احکام اسلام کو پامال کررہا تھا تو دوسری طرف مولود کعبہ' شہید مسجد مولا علیؑ کا بیٹا حسینؑ تھا' جس نے علم جہاد اٹھا کر یہ بتایا کہ میں جب تک زندہ ہوں احکام اسلام کو پامال نہیں ہونے دوں گا۔ جب تک حسینؑ زندہ ہے اسلام کا چہرہ مسخ نہیں ہوسکتا۔ جب تک حسینؑ زندہ ہے احکام اسلام اور عقائد اسلامیہ کو کوئی ختم نہیں کرسکتا۔

تو دوستو! آیئے آج ہم امام حسینؑ کی ولادت وباسعادت کے اس موقع پر مل کر یہ عہد کرتے ہیں کہ اے مظلوم کربلاؑ ' اے شہید کربلاؑ ہمارے سر تو کٹ سکتے ہیں مگر احکام اسلام اور عقائد کو ہم پامال نہیں ہونے دیں گے ۔ اے مولا ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ جو درس حریت و بندگی آپؑ نے کربلا میں ہمیں دیا ہم اس کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کرکے چھوڑیں گے۔ انشاءاللہ

روح نبیؐ جانِ مرتضےٰؑ

حضرت امام حسین علیہ السلام

قارئین محترم! حضرت امام حسینؑ کی شخصیت کے متعلق لکھنا اور کچھ کہنا آج کے اس دور میں ایسے ہی ہے جیسے سورج کو چراغ دکھانا۔

کون حسینؑ جو حق کا امام ہے، محسن اسلام ہے، باب رحمت ہے، جان حریت ہے۔ حیات انسانیت اور روح مدنیت ہے۔ معلم ضیافت اور منزل مروّت ہے۔ شراب محبت اور جام الفت ہے۔ جو محی ملت اور شفیع امت ہے۔ جو تاج شفاعت اور نور وحدت ہے۔ جو راز فطرت اور روح امامت ہے۔ جو شان رسالت اور عمود ولایت ہے۔ جو وجہ قدرت اور نعمت رب ہے۔ کون حسینؑ جو رمز زندگی، جو فاتح عرفان زندگی اور روح گلستان زندگی ہے۔ کون حسینؑ جو صبر مسلسل کا آسمان قصر رسالت کا پاسبان اور باعث بیداری جہان ہے۔ جو دین پیغمبر اکرمؐ کا جانثار، گلشن اسلام کی بہار اور باعث تطہیر روزگار ہے۔ جو راہ صداقت کا راہنما اور شرافت وعظمت کا نشان ہے۔ جو روح نبیؐ اور جان مرتضےٰ ہے۔

آپؑ کی شخصیت کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپؑ ختم رسل، سید کل، سردار انبیاء جناب محمد مصطفیٰؐ کے نواسے (بلکہ فرمان نبویؐ کے مطابق آپؐ کے بیٹے) اور حضرت علی مرتضیٰؑ کے نور العین اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے لخت جگر حضرت امام حسن مجتبیٰؑ کے بھائی ہیں۔

آپؑ کی عظمت کے بارے میں **لو لاک لما خلقت الافلاک** کے مصداق نبیؐ کی زبان اقدس سے نکلا ہوا یہ فرمان ہی کافی ہے کہ **"الحسینؑ منی و انا من الحسینؑ"** یعنی حسینؑ مجھ سے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

آنحضرتؐ دنیائے عالم کو عظمتِ امام حسینؑ سے آگاہ کر رہے ہیں کہ حسینؑ کون ہے۔

اسے پہچان لو یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ دوستو یہ کوئی معمولی بات نہیں یا کسی معمولی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ نہیں۔ اور نہ ہی کسی معمولی شخصیت کے بارے میں بیان کیے جا رہے ہیں۔ بلکہ کائنات کے رسولؐ نے کائنات کے فخر رسل کے لیے کہے ہیں۔ دوستو! کائنات میں بسنے والے ہر انسان کی فطرت ہوتی ہے کہ وہ اپنا رشتہ کسی بڑے سے بڑے کی طرف جوڑتا ہے۔ اور پھر اس پر فخر و مباہات کرتا ہے۔ دنیا میں ایسے افراد بھی ملتے ہیں کہ جو آج بھی صدیوں پہلے گزرے ہوئے اپنے افراد سے اپنا رشتہ اور ناطہ بناتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں (پدرم سلطان بود)۔ مگر کیا کوئی ایسا ہے اس کائنات ہستی میں جو یہ دعویٰ کرے کہ میں سرور انبیاءؐ سے بڑا ہوں۔ نہیں ایسا کوئی نہیں ہے۔ لیکن یہ امام حسینؑ کی عظمت و شان کی رفعت و بلندی ہے کہ کائنات کے سلطان حقیقی پیغمبر خداؐ نے فخریہ انداز میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں۔

اگر کوئی مقام اور عظمتِ امام عالی مقام کو سمجھنا اور دیکھنا چاہتا ہے تو وہ ہادی کائنات کے اس فرمان عظیم کو اپنی نظروں کے سامنے رکھتے ہوئے دیکھے کہ خدا کے رسولؐ کی نظر میں امام حسینؑ کا کیا مقام ہے۔ اب ماننا پڑے گا کہ امام حسینؑ کوئی معمولی فرد کا نام نہیں یا کسی عام ہستی کا نام نہیں۔ بلکہ یہ وہ ہستی ہیں جن سے نسبت رکھنے میں فخر موجودات بھی فخر محسوس کرتے ہیں۔

اگر پیغمبر اکرمؐ نبی ہیں تو امام حسینؑ نبوت کا جز ہیں۔ اگر پیغمبر اکرمؐ رسول ہیں تو امام حسینؑ آپؐ کی رسالت کا جز ہیں۔ اور اگر آپؐ ہادی ہیں تو امام حسینؑ آپؐ کی ہدایت کا جز ہیں۔ اب جس جس شعبہ میں ذات پیغمبرؐ کو دیکھیں گے امام حسینؑ آپ کو اس شعبہ میں ضرور نظر آئیں گے۔ ایک مقام پر تو پیغمبر اکرمؐ نے اس طرح اظہار فرمایا کہ جو صفات اور مقام امام حسینؑ کو حاصل ہے وہ مجھے بھی نہیں۔ حسینؑ کے نانا جیسا میرا نانا نہیں۔ حسینؑ کے بابا جیسا میرا بابا نہیں۔ حسینؑ کی ماں جیسی میری ماں نہیں۔ اور حسینؑ کے بھائی جیسا میرا بھائی نہیں۔ بلکہ ایک اور جگہ یہ بھی ملتا ہے کہ ایک روز امام علیؑ اور حضرت امام حسینؑ میں یہ بحث و مباحثہ ہو گیا کہ کون افضل ہے۔ حضرت علیؑ فرما رہے تھے کہ میں افضل ہوں اور امام حسینؑ فرما رہے تھے کہ میری شان زیادہ ہے۔ جب بحث نے

طول پکڑلیا تو فیصلہ آنحضرتؐ پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ فیصلہ فرمائیں گے۔ دونوں ذوات مقدسہ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی نزاع اور بحث کا بتایا اور فیصلہ کی استدعا کی۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ آپؑ دونوں اپنے اپنے فضائل وکمالات بتائیں تا کہ فیصلہ ہو سکے۔ اب حضرت علیؑ اپنے فضائل وکمالات بتانے لگے۔ کہ میں اول المومنین ہوں میں اول المسلمین ہوں میں عم زاد رسول ہوں میں نے خیبر میں فتح حاصل کی خندق میں مجھے برزح الایمان کا تحفہ ملا خلاصہ یہ کہ حضرت علیؑ نے گن گن کر اپنے بہت سے فضائل کا اظہار فرمایا۔ اور جب آپؑ خاموش ہوئے تو امام حسینؑ نے بس ایک ہی جملہ ارشاد فرما کر اپنی شخصیت ومقام اور فضائل کا اظہار فرمایا کہ بابا یہ جتنے بھی فضائل وکمالات آپؑ نے بیان کیے ہیں یہ تو سب کے سب میرے بابا کے ہیں۔

تو اب ذرا غور کریں کہ امام حسین علیہ السلام کتنی عظیم شخصیت کے مالک ہیں۔ اگر مقام امام کو دیکھنا ہے تو آیئے وقت ولادت وقوع پذیر ہونے والے واقعہ کی طرف دیکھیں اور اس زاویے سے غور کریں۔ جب تین شعبان کو آپؑ کی ولادت ہوتی ہے تو آسمان وزمین میں خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ اس روز زمین والوں کے ساتھ ساتھ آسمانوں پہ رہنے والی مخلوق بھی جشن کا اہتمام کیئے ہوئے ہیں۔ ادھر خالق اکبر کی طرف سے سید الملائکہ حضرت جبریلؑ کو حکم ہوتا ہے کہ جبریل۔ جواب دیا جی رب جلیل۔ آواز آئی تمہیں علم ہے کہ آج خاندان نبوت ورسالت میں وہ چشم وچراغ متولد ہوا ہے جس سے میری توحید اور میرے نبی کی نبوت ورسالت کی بقاء وابستہ ہے۔ جاؤ اور ملائکہ کی فوج لے جاؤ۔ اور جا کر میرے حبیبؐ کو درود وسلام کے بعد ہدیہ تبریک پیش کرو۔ جبرائیل حکم ملتے ہی اپنی فوج لیکر آسمانوں سے زمین کی طرف چل دیئے۔

راستے میں فطرس نامی فرشتہ جو عرصہ دراز سے عذاب الٰہی میں مبتلا تھا' پڑا ہوا تھا۔ جب اس کی نگاہ جبرائیل اور اس کی فوج پر پڑی تو فوراً آواز دی جبرائیل! اے سید الملائکہ ذرا میری بات سنتے جایئے۔ جبرئیل ٹھہرے۔ بولو کیا بات ہے؟۔ فطرس بولا جبرائیل آج کیا معاملہ ہے صبح سے آسمانوں میں بھی چراغاں ہے اور زمین میں بھی خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ اور تم اتنی تعداد میں

کہاں جا رہے ہو؟ جبرائیلؑ نے بتایا کہ اے فطرس آج بڑا مبارک دن ہے۔ آج پیغمبر آخرالزمان محمد مصطفیؐ کے ہاں اس بچہ کی ولادت ہوئی ہے جو توحید و رسالت کی بقاء کا ضامن ہے۔ اور مجھے خالق کی طرف سے حکم ملا ہے کہ میں جا کر بعد از درود وسلام مبارک باد پیش کروں۔ اس لیے میں وہاں جا رہا ہوں۔ فطرس نے جب یہ سنا تو جبرئیلؑ سے کہنے لگا اے جبرئیل تو میرا بھائی ہے اور میرا بھی تجھ پر حق ہے۔ میں عرصہ سے عذاب میں مبتلا ہوں اور مجھے اب یقین ہو چکا ہے کہ آج میری مغفرت کا دن ہے۔ تیرا مجھ پر احسان ہو گا کہ اگر تو آج مجھے وہاں لے جائے جہاں تو جا رہا ہے۔ جبرئیل نے فطرس کو اٹھایا اور مدینۃ الرسولؐ کی طرف چل دیا۔ دروازہ رسالت پر آ کر فطرس سے کہا کہ تم یہاں بیٹھ جاؤ پہلے میں دربار رسالت سے اجازت لے لوں۔ بعد میں تجھے انکی خدمت میں حاضر کروں گا۔ چنانچہ جبرائیلؑ نے فطرس کو دروازہ پر رکھا اور داخل خانہ ہو کر درود وسلام کے بعد مبارک باد پیش کی۔

اس کے بعد عرض کرنے لگا اے حبیب خداؐ میں بحکم خدا آپ کو مبارک باد دینے کے لیے آ رہا تھا کہ راستے میں فطرس نامی ایک فرشتے نے، جو عرصہ دراز سے عذاب الٰہی میں مبتلا ہے، مجھ سے التماس کی کہ میں اسے بھی ساتھ لے چلوں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ آج میری بخشش ومغفرت ہو سکتی ہے۔ میں اسے ساتھ لیکر آیا ہوں اور باہر دروازہ پر چھوڑ دیا ہے۔ تا کہ آپؐ سے اجازت حاصل کر لوں۔ اگر آپ حکم دیں تو میں اسے حاضر کروں۔ جب جبرائیلؑ نے پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد حاضر کرنے کی گذارش کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لے آؤ۔ فطرس کو پیش کیا گیا۔ آنحضورؐ نے فرمایا میرے حسینؑ کے لباس سے اسے مس کر دو۔

ادھر حکم ملا تو جناب جبرائیلؑ نے فطرس (جس کے بال و پر کاٹ کر عذاب میں مبتلا کیا گیا تھا) کو اٹھایا اور قمیض امام حسینؑ سے مس کیا۔ ادھر فطرس کا حسینؑ کے لباس کے ساتھ مس ہونا تھا کہ ادھر فطرس کے بال و پر بحکم الٰہی واپس مل گئے۔

تاریخ کے اوراق نے اپنے اندر ان الفاظ کو قیامت تک کے لیے محفوظ کر لیا جن میں

فطرس کہتا ہوا آسمانوں کی طرف پرواز کرتا ہوا چلا گیا کہ "من مثلی انا عتیق الحسینؑ" یعنی کون ہے میری مثال میں حسینؑ کا آزاد کردہ ہوں۔ اب یہاں میں کائنات کے ہر فرد باشعور سے کہوں گا کہ اگر امام حسینؑ کی عظمت کو سمجھنا ہو تو بس یہ واقعہ ہی کافی ہے۔ جس کو تاریخ اسلام کے ہر مورخ نے اپنی تاریخ میں قلمبند کیا ہے۔

امام حسینؑ کی بلندی رفعت اور عظمت مقام کے لیے اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ حسینؑ وہ ہے کہ اس کے لباس کے صدقے ملائکہ شفا پاتے ہیں۔ اور ملائکہ وہ ہیں کہ جن کے پروں سے مس ہونے کے بعد انبیاء کو شفا ملتی ہے۔ تاریخ میں ایسے کئی واقعات موجود ہیں کہ حضرت نوحؑ ہوں یا دیگر انبیاء جب بھی لوگ ان کو پتھر مارا کرتے تھے اور وہ زخمی ہو کر پتھروں میں دب جایا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ جبرائیلؑ کو حکم دیا کرتے تھے کہ اے جبرائیل میرا نوحؑ زخمی حالت میں پتھروں میں دبا پڑا ہے۔ جاؤ اور اپنے پروں کو نوح کے بدن سے مس کرو۔ جبرائیل آتے اور اس طرح بحکم الٰہی اپنے پروں کو بدن نوحؑ سے مس کرتے اور حضرت نوحؑ شفایاب ہو جایا کرتے تھے۔

اہل خرد آئیں اور غور و فکر کریں کہ یہ حسینؑ کی عظمت ہے کہ جس کے بدن کے اترے ہوئے کپڑوں سے ملائکہ شفا پاتے ہیں۔ تو اس حسینؑ کی اپنی عظمت کیا ہوگی۔ تاریخ عالم اپنے دامن میں ایسے کئی ایک واقعات لیے ہوئے ہے جو امام عالی مقام کی عظمت اور شان و شوکت کے لیے واضح ثبوت ہیں۔ تمام مورخین اسلام روایت کرتے ہیں کہ مسجد نبوی میں آنحضورؐ نماز پڑھتے ہوئے حالت سجدہ میں ہیں۔ تمام اصحاب آپؐ کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ اتنے میں امام حسینؑ وارد مسجد ہوئے اور حضورؐ کو حالت سجدہ میں پایا تو فوراً آپؐ کی پشت مبارک پر سوار ہوئے۔ ادھر امامؑ پشت نبیؐ پر سوار ہوتے ہیں تو ادھر آنحضرتؐ نے سجدہ کو طول دینا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آنحضورؐ نے ایک نہیں دس نہیں بلکہ ستر مرتبہ ذکرِ سجدہ کو ادا کیا۔ اور جب تک کہ امام حسینؑ خود پشت مبارک سے نیچے نہیں اترے آپؐ نے سر اقدس نہیں اٹھایا۔

بعد نماز اصحابؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ آپؐ نے آج خلاف معمول ذکر سجدہ کو اتنا طول دیا۔ آخر اس کی کیا وجہ تھی؟ آپؐ نے جواباً فرمایا کہ تم نے دیکھا نہیں تھا کہ حسینؑ میری پشت پر سوار تھے۔ عرض کرنے لگے حضورؐ حسینؑ کو پشت سے اتار دیتے۔ تو آپؐ نے فرمایا میں ایسا کرنے ہی والا تھا کہ جبرائیلؑ فوراً آسمان سے اترے اور بتایا کہ خالق کا حکم ہے کہ اے میرے حبیبؐ جب تک میرا حسینؑ خود نہ اترے آپ کا سر نہ اٹھے۔ میں نے اپنی مرضی سے سجدہ کو طول نہیں دیا بلکہ امر الٰہی تھا۔ تو یہ ہے عظمت امام اور مقام امام۔

دوستو! جس حدیث مبارکہ کو میں نے اول سطور میں عنوان کلام بنایا ہے اس کی شان نزول میں مورخین لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپؐ کے تمام اصحاب آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے تمام الفاظ کو اپنے دلوں میں جگہ دے رہے تھے۔ اور خطبہ سننے میں خوب محو تھے۔ اتنے میں آپؐ نے خطبے کو چھوڑا' منبر سے اترے اور دروازہ مسجد کی طرف دوڑے۔ جب اصحابؓ نے مڑ کر اس طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپؐ کے چھوٹے نواسے حضرت امام حسینؑ وارد ہوئے۔ اور ان کا پاؤں پیراہن سے الجھا اور قریب تھا کہ گر جائیں کہ آنحضورؐ نے آگے بڑھ کر اپنے نواسے کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ بازوؤں میں پکڑا' چوما' اوپر اٹھایا اور سینے سے لگا کر واپس اپنے منبر کی طرف پلٹے۔ اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ شروع کر دیا۔ مگر اب خطبے کے الفاظ یہ تھے۔

''ایھا الناس ھذا حسینؑ . فاعرفوہ و فضلوہ. و النصروہ. جدہ افضل من جد یوسف ابن یعقوب . جدہ فی الجنۃ جدتہ فی الجنۃ عمہ فی الجنۃ عمتہ فی الجنۃ خالہ فی الجنۃ ابوہ فی الجنۃ امہ فی الجنۃ اخوہ فی الجنۃ اختہ فی الجنۃ الہ فی الجنۃ انا جدہ فی الجنۃ جدتہ فی الجنۃ و محبہ فی الجنۃ و محب محبیہ فی الجنۃ''۔

''اے لوگو یہ حسینؑ ہے اسے پہچان لو اور اس کی فضیلت و عظمت کا اقرار کرلو اور اس کی مدد

کرنا دیکھو اس حسینؑ کا دادا یوسف ابن یعقوبؑ کے دادا سے افضل ہے اور اس کا دادا جنتی ہے اس کی دادی جنتی ہے اس کا چچا جنتی ہے اور اس کی پھوپھی جنتی ہے اس کا ماموں جنتی ہے اس کا باپ جنتی ہے اس کی ماں جنتی ہے اس کا بھائی جنتی ہے اس کی بہن جنتی ہے۔ دیکھو اس حسینؑ کی آل جنتی ہے اور میں اس کا نانا بھی جنتی ہوں اور اس کی نانی بھی جنتی ہے اور سنو اس کا ہر چاہنے والا بھی جنتی ہے اور (غور سے سنو) حسینؑ کے چاہنے والے کا چاہنے والا بھی جنتی ہے''۔

تو قارئین محترم! یہ ہے امام کی عظمت اور توقیر جس کو زبان رسولؐ سے آپ نے سنا۔ اب ہے کوئی اس کائنات ہستی میں جو حسینؑ کی مثل اور عدیل بن سکے۔ نہیں ہرگز نہیں۔

کیا بات فاطمہؑ تیرے نور عین کی
ملتی نہیں مثال کہیں بھی تیرے حسینؑ کی
حسینیت کو ملتی نہیں راہ چین کی
دنیا کو آج بھی ہے ضرورت حسینؑ کی

اسلامی معاشرہ میں مرد کا مقام

عزیزان گرامی! خالق کائنات نے اپنی مخلوق کو خلق کر کے بندوں میں سے بعض کو بعض پر درجات کی وجہ سے فضیلت دے دی۔ اور سورۃ نساء میں ارشاد رب العزت ہے کہ ''الرجال قومون علی النساء ''یعنی مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا۔ اسلام میں مرد کی چار حیثیتیں ہیں۔ مرد باپ بھی ہے، شوہر بھی ہے، بھائی اور بیٹا بھی ہے۔ تو اس لحاظ سے اس مقام اور فضیلت کی وجہ سے اب اس کی ذمہ داریاں یہ ہیں کہ وہ اگر باپ ہے تو اپنے فرائض اتنے اچھے نبھائے کہ سیرت محمدؐ و آل محمدؐ پر چلتا ہو نظر آئے۔ اور اگر شوہر ہے تو تب بھی اپنی مثال قائم کرے۔ اور بھائی اور بیٹے کی حیثیت تو بہت ہی اونچی ہوتی ہے۔ بہنوں کو بھائیوں پر مان اور ماں کو بیٹے کا سہارا ہوتا ہے۔ اب اگر مرد اپنی اس فضیلت کا غلط فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ یقیناً خدا کی بارگاہ میں جواب دہ ہو گا۔ ارشاد قدرت ہے کہ ''ظالم حاکم جہنم کا حقدار ہے''۔ جو بھی اپنی رعایا پر ظلم کرے گا وہ اللہ کی نگاہ میں پست ترین انسان ہوگا۔ اور مرد کو بھی اللہ نے اپنے گھر کی چھوٹی سی مملکت کا سربراہ بنایا ہے۔ سب سے پہلی حیثیت شوہر کی ہے، جس کی بیوی اس کی ملکہ اور اولاد رعایا ہے۔ اور اگر یہ سب پیار اور محبت سے رہتے ہیں تو ان کا گھر جنت ہے ورنہ جہنم سے بھی بدتر ہے۔ چونکہ عورت اور مرد کا تعلق ناگزیر ہے اور یہ ایک ہی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ اس وجہ سے اللہ نے ان کے فرائض الگ الگ مقرر کر دیے ہیں۔ اور فرمایا کہ ان حدود سے باہر قدم نہ رکھنا ورنہ گھر کا سارا نظام تباہ و برباد ہو جائے گا۔ مرد بلحاظ فطرت زیادہ قوی ہے۔ اس لیے اس کو باہر روزی کمانے کا کام سونپا گیا اور عورت کو گھر کی چار دیواری میں رہ کر بچوں کی تعلیم و تربیت اور گھریلو کام کی ذمہ داری دی گئی۔

اسلام نے جس خوبی سے زن و شوہر کے حقوق کی نگہداشت کی ہے کسی اور مذہب میں اس کی مثال ہی نہیں ملتی۔ مرد شوہر ہونے کے ناطے سے اپنی حاکمیت کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔ اس کی

ذمہ داری ہے کہ وہ کما کر لائے۔ اندرونی اور بیرونی ضروریات کا خیال رکھے۔ بیوی اور ماں کے درمیان عدل کرے۔ ہمیشہ حق کا ساتھ دے۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ مرد بیک وقت چار شادیاں کرسکتا ہے لیکن سورۃ نساء میں ہے کہ اگر تم عدل نہیں کر سکتے تو ایک پر اکتفا کرو۔ معصومؑ کو ارشاد ہے کہ چار شادیاں کرنے والا جہنم کے کنارے پر ہے۔ کیونکہ وہ مکمل طور پر انصاف نہیں کرسکتا۔ مرد شوہر ہونے کی حیثیت سے بیوی پر ہاتھ تو نہیں اٹھا سکتا اور نہ ہی گھر کے کام کاج پر مجبور کرسکتا ہے۔ ہاں اگر عورت بدکار ہے اور اس کے منع کرنے کے باوجود وہ بے حیائی سے باز نہیں آتی تو وہ اسے اذیت بھی دے سکتا ہے۔ اور اس سے قطع تعلق بھی کرسکتا ہے۔ عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔ کسی دوسرے کے لیے بناؤ سنگھار نہ کرے۔ اس کے مال سے بغیر اجازت خیرات وغیرہ نہ کرے۔ لیکن اگر مرد اس کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتا تو وہ بغیر اجازت اس کے مال سے اپنے لیے خرچ کرسکتی ہے۔ اگر شوہر کو عورت پر بدکاری کا شبہ ہو تو وہ یونہی مار پیٹ نہ کرے بلکہ تصدیق کرے۔ اگر سچ ہو تو پھر مار سکتا ہے۔ اگر عورت توبہ کرے تو وہ اسے راضی خوشی اچھے طریقے سے رکھے۔ کسی کے کہنے میں آکر مرد عورت کی زندگی کو اجیرن نہ کرے۔ رسالتمآب کا ارشاد ہے کہ نیک عورت گھر کی زینت ہے۔ اور وہ ایک نازک پھول کی مانند ہے اس کو اتنا تنگ نہ کرو کہ وہ مرجھا جائے۔ خصوصاً شیعہ مذہب والوں کو چاہئے کہ وہ سیرت حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ پر چلنے کی کوشش کریں۔ ارشاد خالق کائنات ہے کہ میں غفور الرحیم ہوں اور اپنے حقوق معاف کرسکتا ہوں مگر بندوں کے حقوق اس وقت تک معاف نہیں کرسکتا جب تک بندہ خود معاف نہ کرے۔

یاد رکھیے! دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو یہاں بوؤ گے وہ آخرت میں ملے گا۔ تو اپنی اس تھوڑی سی زندگی کو دنیا میں مشعل راہ بنائیے تاکہ آخرت تمہارے لیے آسان ہو۔ اور اسلامی معاشرہ مرد کا اونچا مقام بناتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی ذمہ داریوں میں اسکے فرائض پر اس کو پورا اترتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ اگر رعایا اپنے حاکم سے خوش ہو گی تو اللہ بھی اس سے راضی

ہوگا۔

دوسری حیثیت مرد کی باپ کی ہے۔باپ ہونے کے ناطے وہ اپنی اولاد کی صحیح معنوں میں تربیت کرے۔اولاد کی جائز ضروریات کا خیال رکھے۔جنتی ہیں وہ والدین جن کی اولاد نیک ہوتی ہے۔صرف پیدا کرنا اور انکی پرورش کرنا ہی ذمہ داری نہیں بلکہ انکی صحیح تربیت کرنا بھی ذمہ داری ہے۔والد کو چاہئے کہ وہ اولاد کو شفقت کی نگاہ سے دیکھے۔جہاں تک ممکن ہو سکے اچھا کھانا کھلائے۔اچھا پہنائے اور ان کے فرائض کو پورا کرے۔جس گھر کا والد رحم دل نہیں اس کے بچے بھی بگڑے ہوئے ہوں گے۔اگر باپ اپنی اولاد کے سامنے اپنی بیوی کو مارے پیٹے گا تو اولاد بھی ماں کو حقیر سمجھے گی۔یوں گھر اور آنے والی نسلیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔بعض والد ایسے ہوتے ہیں جو اپنی بیٹیوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور اپنے لیے مصیبت تصور کرتے ہیں۔لیکن یاد رکھیے جناب رسالتمابؐ نے جناب سیدہؑ سے پیار کر کے شفقت دے کر دنیا کو یہ درس دیا ہے کہ بیٹی گھر کی زینت اور اللہ کی طرف سے رحمت ہوتی ہے بشرطیکہ وہ باپ کی عزت کا خیال رکھتی ہو۔جہاں تک ممکن ہو سکے حلال روزی اولاد کو کھلائی جائے۔

تیسری حیثیت بھائی کی ہے جو بہنوں کا آسرا اور بہت بڑا تحفظ ہوتا ہے۔کوئی ضروری نہیں کہ ماں جائی بہن کا ہی خیال رکھا جائے یا ماں جائے بھائی سے پیار سے پیش آیا جائے بلکہ سوتیلے بہن بھائیوں سے بھی اسی طرح پیار کرنا چاہیے جس طرح کہ کوئی اپنے سگے بہن بھائیوں سے پیار کرتا ہے۔بھائی کو بہن کے لیے نعمت ہونا چاہیے۔اگر بھائی اپنی بہن کا ہر طرح سے خیال رکھتا ہے۔تو بہن کو بھی چاہئے کہ وہ بھی اس کا ہر طرح سے ساتھ دے۔کوئی بے جا فرمائش نہ کرے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم امام حسینؑ کے ماننے والے ہیں۔جس طرح میرے مولا نے بھائی ہونے کے ناطے سے اور جناب زینبؑ نے بہن ہونے کے ناطے سے اپنے بھائی کے حقوق پورے کیے۔انکی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ہمیں ان کی سیرت پر عمل کرنا چاہئے۔بھائی ہونے کی حیثیت سے بہن کی عزت کی حفاظت کرنا ہم میں سے ہر بھائی کی ذمہ داری ہے۔

چوتھی حیثیت ہے بیٹے کی۔ رسالتماب گا ارشاد ہے کہ جو اپنے جسم کو اس لیے حرکت دیتا ہے کہ وہ والدین پر احسان کرے تو راہ خدا میں جہاد کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ سب سے بڑے بیٹے پر واجب ہے کہ وہ والدین کے فرائض کو ذمہ داری سے پورا کرے۔ اور ان کے مرنے کے بعد ان کے ذمہ تمام واجبات کو ادا کرے۔ آنحضرت گا ارشاد ہے "پانچ چیزیں گناہان کبیرہ میں سے ہیں۔ اول شرک باللہ دوسرے والدین کی نافرمانی تیسرے جہاد سے فرار چوتھے ناحق کسی کو قتل کرنا اور پانچویں وہ بیہودہ قسم جو شہروں کو ویران کرنے کے متعلق ہو"۔ حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے والدین کو مارتا ہے' ولد الزنا ہے۔ جنت حرام ہے بخیل پر' جھگڑالووں پر اور عاق شدہ پر۔ لیکن جہاں پر والدین کے اتنے حقوق ہیں اولاد پر اتنے ہی اولاد کے حقوق والدین پر بھی ہیں۔ ماں باپ کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ بلا وجہ اولاد کے لیے اذیت کا باعث بنیں۔ اسے نیک کاموں سے روکیں۔ اولاد پر واجب نہیں کہ اپنے ماں باپ کی اطاعت کرے۔ وہ ماں بھی ایک اچھی ماں نہیں جو بیٹے کو خوش نہ دیکھ سکے۔ بعض مائیں تو اپنے بیٹوں کے گھر خود اجاڑ دیتی ہیں۔ ایسی ماؤں کو راہ راست پر ادب اور دلیل سے لانا بھی اولاد کی ذمہ داری ہے۔

مگر ہمارا معاشرہ کچھ اس طرح بن چکا ہے کہ یہاں جس کسی کو موقع ملتا ہے' دوسروں کو ڈسنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ آج کل سگے رشتے اپنے نہیں ہوتے تو غیروں پر بھروسہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ بس اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ اے مرد اگر اللہ نے تمہیں عظیم بنایا ہے تو تم بھی اپنے فرائض کو احسن طریقے سے پورا کرو۔ اور معاشرے کی خرابیوں کو دور کرو۔ رسالتمابؐ کے عہد کے مردوں کو دیکھیے جو گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ باہر کی ذمہ داریاں بھی پوری کرتے تھے۔ کبھی جہاد میں حصہ لیا جا رہا ہے تو کبھی اطاعت رسولؐ میں اپنا جان و مال قربان کیا جا رہا ہے۔ انہیں دنیا سے کوئی غرض نہیں تھی۔ مگر آج کے لوگ اپنے آپ کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرتے ہیں۔

یہ مرد ہی ہے جو عورت کو کبھی گمراہی کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور کبھی نیکی کے راستے پر۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ عورت کو اتنی آزادی نہ دو کہ وہ تمہارے لیے باعث ذلت بن جائے۔ اور نہ

ہی اتنی پابندی لگاؤ کہ وہ راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے۔اب جس مرد نے عورت کو کہنا ہے کہ جہاں جی چاہے جاؤ۔جو دل میں آئے کرو۔جتنا چاہے مال خرچ کرو تو یقیناً ایسی عورتیں گمراہ ہو جاتی ہیں۔تو مردوں کو چاہیے کہ ابھی سے تقویٰ اختیار کریں۔کیونکہ اللہ نے اگر انکو حاکم بنایا ہے تو وہ اللہ تم پر بھی حاکم ہے۔پھر اپنی حدود میں رہو۔اپنی عبادت کی ذمہ داری کو اتنا موثر بنالو کہ دنیا تمہاری مثالیں دے۔اور آخرت کی نعمتیں تمہیں میسر آئیں۔آخر میں اللہ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ پروردگار ہر ایک کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں میں نور ایمان کو مستحکم کردے۔آمین

ایک شخصیت جواب بھی زندہ ہے

چوھدری رحمت علی کربلائی (مرحوم)

اس فانی دنیا میں یہ سلسلہ شروع سے ہی چلا آرہا ہے کہ انسان آ بھی رہے ہیں اور جا بھی رہے ہیں۔ کل تک جو اس دھرتی میں بڑے کروفر کے ساتھ زندگی کو گزار رہا تھا' آج منوں مٹی تلے دبا ہوا ہے۔ مگر کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو مر کر بھی زندہ رہتے ہیں۔ اور زندوں کے لیے وہ باعث فخر و عزت ہوتے ہیں۔ اور وہی لوگ اچھے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ معصومؑ کا فرمان ہے کہ ''وہ لوگ مردہ ہیں جو زندہ رہ کر بھی مردوں کا سہارا لیتے ہیں اور وہ مردہ لوگ زندہ ہیں جو مر کر بھی زندوں کا سہارا بنتے ہیں''۔

انہی خوش نصیبوں میں ایک نام مرحوم و مغفور چوہدری رحمت علی کربلائی کا ہے۔ جس نے ضلع سیالکوٹ کی مشہور تحصیل ڈسکہ کے نواحی گاؤں مندرانوالہ میں آنکھ کھولی۔ کون جانتا تھا کہ آج کا یہ بچہ کل کے لیے ایک عظیم شخص ہوگا۔ چوہدری رحمت علی کربلائی اپنی ذات میں مکمل تنظیم اور دنیا لیے ہوئے تھے۔ بچپن ہی میں محمدؐ وآل محمدؐ کے گھرانے سے ایسی محبت اور لگن تھی کہ بلا خوف و خطر برملا محبت اہل بیت علیہم السلام کا اظہار و اعلان کر دیا۔ اور خود کو شیعیان علیؑ میں داخل کر دیا۔

اگرچہ گھر اور باہر سے بہت سی مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا مگر تھوڑی سی بھی کمزوری اور لچک کا مظاہرہ نہ کیا۔ اور اپنے عمل و کردار سے یہ ثابت کیا کہ جس طرح عرب کے دور میں ایسے افراد تھے جو بغیر کسی خوف و ہراس کے' پیغمبر اکرمؐ کے راستے کو اپنے لیے صراط مستقیم سمجھنے لگے۔ اور ہر بڑی سے بڑی مصیبت کا سامنا کیا۔ پتھر اور کوڑے کھائے۔ لیکن اس راہ حق سے نہیں ہٹے۔ اسی طرح آج بھی ایسے افراد آ سکتے ہیں جو محمدؐ وآل محمد کی معرفت حقیقی میں رکاوٹ بننے والی ہر مشکل کا آسانی سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ جن کے گھر کا یہ عالم تھا کہ ماں پانی اور کھانے کے برتن

تک الگ کر دیتی ہے کہ ہمارا بیٹا تو مسلمان ہی نہیں رہا۔ صرف یہی نہیں بلکہ مرحوم کو گھر سے بھی نکال دیا گیا۔ گھر سے نکلنا تو قبول کیا لیکن صراط اہل بیتؑ سے انحراف قبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ تمام لوگوں میں علم و عمل اور کردار کے ذریعے علوم آل محمد کی تبلیغ وترویج شروع کر دی۔

یہ آپ کے کردار ہی کا نتیجہ تھا کہ پوری تحصیل ڈسکہ میں ہزاروں کی تعداد میں شیعیان علیؑ نظر آنے لگے۔ اور مندرانوالہ پوری تحصیل ڈسکہ میں مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا۔ تحصیل وضلع میں جہاں بھی مرحوم کی ضرورت پڑتی آپ پہنچ جایا کرتے تھے۔ عزاداری مظلوم کربلا کو اس انداز میں دنیا والوں کے سامنے پیش کیا کہ بلا تفریق شیعہ سنی تمام مکاتب فکر ایام محرم میں نواسہ رسولؐ جگر گوشہ جناب بتولؑ کے غم میں صف ماتم بچھانے لگے۔

بحمد اللہ یہ مرحوم کی ہی تبلیغ وترویج کا نتیجہ ہے کہ آج مندرانوالہ میں چھ مساجد تین امام بارگاہیں اور ایک مدرسہ بنام جامعۃ النجف موجود ہے۔ جس میں طلبہ علوم اہلبیتؑ کو حاصل کر رہے ہیں۔ اور یہیں سے ملت جعفریہ کا حقیقی ترجمان اخبار' ماہنامہ پیام نجف شائع ہو کر دنیائے شیعت میں علوم محمدؐ وآل محمد کی ترویج میں رات دن مصروف عمل ہے۔

ہماری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند سے بلند تر رکھتے ہوئے مقام اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے فرزندگان کو اور زیادہ دین حقا میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایک کھانی

اللہ تعالیٰ کے ایک نبی جن کا نام حضرت عزیر علیہ السلام تھا۔آپ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں کے لوگوں پر عذاب الٰہی نازل ہوا تھا۔اور لوگ مرے پڑے تھے۔حضرت عزیرؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے خدا اس میں تیری کیا مصلحت ہے کہ بروں کے ساتھ ساتھ اچھوں کو بھی مار ڈالتا ہے۔حکم ہوا اے عزیرؑ اس کا جواب تم کو عنقریب مل جائے گا۔

چنانچہ جب آگے بڑھے تو حضرت عزیرؑ کو ایک فرشتہ بصورت انسان ملا۔اس نے کہا اے عزیرؑ کیا تم ہوا کے جھونکے کو روک سکتے ہو؟ کہا نہیں۔فرشتے نے پوچھا کیا چلتے دریا کو روک سکتے ہو؟ کہا نہیں۔تو اس نے کہا جب ایسی معمولی چیزوں میں تمہاری طاقت کام نہیں کرتی۔تو قضاء وقدر الٰہی کو تم کیا سمجھ سکتے ہو۔آگے بڑھے تو ایک سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ کر سو گئے۔اتفاقاً ایک چیونٹی نے زور سے ان کی آنکھ پر کاٹ لیا۔آپؑ بیدار ہوئے اور دیکھا کہ بہت سی چیونٹیاں ایک سوراخ سے نکل رہی ہیں۔آپ نے غصے میں آکر ان کے سوراخ پر آگ بھر دی۔اسی وقت وحی آئی کہا اے عزیرؑ تم نے ان سب چیونٹیوں کو کیوں جلا دیا؟ عرض کی ایک چیونٹی نے مجھے کاٹا تھا۔آواز قدرت آئی اے عزیرؑ ایک ہی چیونٹی نے تمہیں کاٹا تھا۔لیکن تم نے سب کو جلا ڈالا۔حالانکہ باقی سب بے قصور تھیں۔اے عزیرؑ یاد رکھو! اگر ہم نیکوں کو بروں کے ساتھ مارتے ہیں تو دنیا کے عوض آخرت میں ان کو بڑا بدلہ دیتے ہیں۔

علم اور جہالت

آیات قرآنی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن عمومی طور پر علم کو پسند اور جہالت کو ناپسند کرتا ہے۔اس کے نزدیک علم نور اور جہالت ظلمت ہے۔ بہر حال روشنی کو اندھیرے پر فضیلت حاصل ہے۔قرآن مجید نے کچھ خاص مسائل کو غور وخوض اور مطالعہ کا مرکز قرار دینا چاہا ہے۔اور یہ ایسے مسائل ہیں کہ جن پر غور وخوض کرنے کا نتیجہ یہی نیچرل سائنس' ریاضی' تاریخی علوم وفنون ہیں۔ارشاد ہوتا ہے:

ان فی خلق السموٰت و الارض واختلاف اللیل و النهار و الفلک التی تجری فی البحر بسمار تنفع الناس و ما انزل الله من السماء ماء فاحیابه الارض بعد موتها وبث فیها من کل دابة و تصریف الریاح و اسحاب المسخر بین السماء و الارض لایات لقوم یعقلون ۔

"یقیناً آسمانی اور زمینی کروں کی خلقت میں' شب وروز کی گردش میں' سطح آب. کے اوپر چلنے والی ان کشتیوں.میں جولوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہیں' ان بارشوں میں جوزمین کے زندہ ہونے کا سبب بنتی ہیں' ان جانوروں میں جوروئے زمین پر حرکت اور گردش کرر ہے ہیں' ہواؤں کے چلنے میں' بادلوں کی مخصوص حالت میں جوزمین وآسمان کے درمیان حکم خدا کے تابع ہیں۔ان تمام چیزوں میں قدرت خدااور حکمت کی نشانیاں ہیں"۔

ملاحظہ کریں کہ قرآن کریم نے جن چیزوں کے متعلق لوگوں کو غور وخوض کرنے کی دعوت دی ہے۔اس کا نتیجہ ہی علم الافلاک' علم النجوم' علم الارض اور علم الحیوان ہیں۔قرآن وہ ہے کہ جب اس کے نازل ہونے کی ابتداء ہوئی تو سب سے پہلے قرات' کتاب' علم اور قلم کا ذکر ہوا۔

اقراء باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق . اقراء وربک

الاکرم . الذی علم بالقلم .

اور پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ **طلب العلم فریضة علی کل مسلم** ۔یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ کسی خاص فرقہ کے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے مسلمات میں سے ہے۔ تحصیل علم کے فریضہ ہونے میں کسی طبقہ کسی گروہ کسی صنعت کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ جو بھی مسلمان ہے اسے تحصیل علم کرنا چاہیے۔

دوسری جگہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا **اطلبو العلم من المهد الی اللحد** ''گہوارے سے گور تک علم کی طلب کرتے رہو'' ۔آنحضرتؐ کا مقصد یہ ہے کہ علم کے واجب ہونے کے لحاظ سے جس طرح افراد اور طبقات کی کوئی تفریق نہیں ہے اسی طرح ادوار کے لحاظ سے بھی وہ غیر محدود ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنی عمر کے ہر حصہ میں علم حاصل کرے۔

کبھی فرمایا **اطلبو العلم ولو بالصین** ''علم حاصل کرو خواہ چین ہی جانا پڑے'' ۔یعنی جس طرح تحصیل علم کے لیے کوئی زمانہ معین نہیں اسی طرح اس کے واسطے جگہ کا بھی کوئی تعین نہیں ہے۔ جس نقطہ عالم میں علم ہو وہاں جاؤ اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ کبھی فرمایا **کلمة الحکمة ضالة المومن** ''مضبوط، علمی اور حکیمانہ بات مومن کی گمشدہ چیز ہے'' ۔جہاں اور جس کے پاس دکھائی دے وہ اسے دیکھ کر رکے نہیں ۔اس کو اپنی چیز سمجھتے ہوئے فوراً بڑھ کر اٹھالیتا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ کس کے پاس ہے۔ معلم کون ہے مسلمان یا کافر۔ حضرت علیؑ رسول اکرمؐ کے اس ارشاد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''**الحکمة ضالة المومن فاطلبوها و لو عند المشرک تکونو احق بها و اهله** ''یعنی حکمت و دانائی مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے لہٰذا اسے ڈھونڈنے کے لیے نکلو جہاں ملے اسے حاصل کرلو خواہ وہ مشرک کے پاس ہی کیوں نہ ہو۔ تم اس سے زیادہ اس کے اہل اور لائق ہو کہ وہ تمہارے قبضہ میں رہے۔

ان ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ علم ایک غیر محدود فریضہ ہے ۔اس میں نہ پڑھانے والے کی کوئی پابندی ہے نہ جگہ اور زمانے کی خصوصیت ہے۔ تحصیل علم کے بارے میں یہ بلند ترین

ہدایت ہے جو افراد انسانی کو کی جا سکتی ہے۔ اور اسلام نے اپنے ماننے والوں کو کی ہے۔ اور اگر دنیائے بشریت نے اپنے اس مقصد الٰہی کو پانے کی کوشش حقیقی کی ہوتی تو آج دنیائے جہان میں انسان ٹکڑوں میں نہ بٹے ہوتے۔ آج یہ فرقہ بندیاں نہ ہوتیں اور کینہ و تفرقہ کی یہ مصیبت عظمیٰ انسانوں کے گھروں کے گھر تباہ و برباد نہ کر دیتی۔

یہ سب بلا و مصیبت علم حاصل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ ہم لوگوں نے دین اس چیز کو سمجھ لیا ہے جو ہمارے اپنے ذہنوں کی اختراع ہے۔ ورنہ دین اور احکام دین انہی رستوں سے لیے ہوتے جو خالق و مالک کے متعین کردہ تھے تو دین اسلام آج اتنی صورتوں میں دکھائی نہ دیتا۔ جبکہ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ دین اسلام فقط اور فقط ایک راستہ ہے اور ایک ہی مذہب کا نام ہے۔ اسلام میں کوئی شاخیں نہیں ہیں۔ یہ نظام الٰہی ایک ہی ہے۔

موت

عزیزان گرامی! خالق کائنات اپنی کتاب علم وہدایت میں یوں ارشاد فرماتا ہے **کل نفس ذائقة الموت** کہ ہر ذی روح نے موت کے ذائقہ کو پانا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر ذی روح نے ایک نہ ایک دن مرنا ضرور ہے۔ دوستان محترم روزمرہ زندگی میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ کتنے لوگ اس جہان فانی سے دار باقی کی طرف رخت سفر باندھ لیتے ہیں اور اپنے عزیزوں' رشتہ داروں اور قریبیوں کو روتا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ ہمیں یہ مان لینا چاہئے کہ یہاں انسان رہنے کے لیے نہیں بلکہ جانے کے لیے آیا ہے۔ اور جب یہاں رہنا ہی نہیں ہے تو پھر اس دنیا سے محبت اور لو لگانے کا کیا مطلب۔ معلوم نہیں کس لمحے اور کس گھڑی کب اور کہاں سے فرشتہ اجل ہمارے سروں پہ آن پہنچے۔ اور قبل اس کے کہ ہم آغوش موت میں جا پہنچیں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی اصلاح اور درستگی کر لیں۔ ذرا اپنے اعمال' کردار اور افعال و افکار کی طرف نگاہ کر لیں اور اپنا محاسبہ کر لیں۔ اور دیکھیں کہ جس مقصد کے تحت خالق اکبر نے ہمیں لباس بشریت سے مزین کرتے ہوئے خلق فرمایا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اس مقصد الٰہی اور ہدف قدرت سے کوسوں دور آغوش خالق کو چھوڑ کر شیطان کی آغوش میں جا چکے ہیں۔

آیئے ذرا فکر کرتے ہیں اور غور کرتے ہیں اور اپنے اعمال و افکار کی طرف نگاہ کرتے ہیں کہ کیا ہمارے اعمال میں ایسے اعمال کی زیادتی تو نہیں ہو چکی جو خالق دو جہاں کو ناپسند ہوں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم قصر ذلالت میں جا چکے ہوں۔ اب یہ کیسے پتہ چلے اور کیسے جانیں کہ ہم صراط مستقیم پر گامزن ہیں یا صراط مستقیم سے انحراف کر چکے ہیں۔ کیا ایسا کوئی طریقہ ہے جو ہمیں اسکی خبر دے سکے؟ کیا ایسا کوئی پیمانہ ہے جس سے ہم پتہ لگا سکیں؟

یقیناً ہے۔ آیئے قرآن سے پوچھ لیتے ہیں تو قرآن ہماری آگاہی کے لیے بہترین پیمانہ

اور بہترین راستے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ہاں تم خود کو اپنے آئینہ میں دیکھ سکتے ہو۔ ایک ایسا پیمانہ ہے کہ اگر تم اسے پکڑ لو تو تمہیں علم ہو جائے گا کہ تم خالق سے دور ہو رہے ہو یا نزدیک۔ تو وہ پیمانہ ہے ''فتمنو الموت ان کنتم صدقین '' (سورۃ جمعہ) یعنی اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کر کے دیکھ لو۔ اور اگر موت سے تمہیں ڈر آ جائے اور تم خوف کھا جاؤ تو سمجھ لینا کہ تمہارے اعمال و افکار میں خرابی ہے۔ ورنہ ایک مومن موت سے ڈرنے کی بجائے اس کی تمنا کرتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔ موت ایسی شے نہیں کہ جس سے ڈرا جائے بلکہ موت تو تمنائے مومن کا نام ہے۔ درحقیقت جو لوگ موت سے ڈرتے ہیں وہ موت سے نہیں بلکہ اپنے اعمال زیست اور افکار بد سے خائف ہیں۔ اور ان کو نظر آ رہا ہوتا ہے کہ جس مقصد و ہدف کے لیے خالق حقیقی نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ پورا نہیں کر رہے۔

ہم دنیا کی رنگینیوں اور آسائش میں خالق سے غافل اور موت کی تمنا سے نابلد ہو چکے ہیں۔ موت ختم ہو جانے کا نام نہیں۔ موت مر مٹنے کا اور فنا ہو جانے کا نام نہیں۔ یہ نہیں ہے کہ ہم مرنے کے بعد خاک میں مل کر ختم ہو جائیں گے۔ نہیں! بلکہ موت تو انتقال کا نام ہے۔ موت منتقل ہونے کا نام ہے ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف۔ یعنی موت کیا ہے؟ ''انتقال مکان الی مکان آخر '' ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے موت۔ تو پتہ چلا کہ اس دنیا کے بعد کوئی اور دنیا بھی ہے۔ اور یہ دنیا تو ایک مسافر خانہ ہے' جائے عمل اور امتحان کی جگہ ہے۔

الدنیا دار العمل' الدنیا دار الامتحان بلکہ الدنیا مزرعة الاخرة دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں جو بوؤ گے وہی آخرت میں جا کر کاٹو گے۔ اب یہ ہمارے اور تمہارے اختیار میں ہے کہ ہم اس دنیا میں کیا کاشت کرنا چاہتے ہیں۔

عزیزان گرامی! جس طرح پہلے عرض کیا ہے کہ انسان دنیا میں رہنے کے لیے نہیں بلکہ جانے کے لیے آیا ہے۔ کھیلنے کے لیے نہیں بلکہ کچھ کرنے کے لیے آیا ہے۔ تو ہمیں اس وقت سے

فائدہ اٹھاتے ہوئے اور شکرانِ نعمت کرتے ہوئے اپنے اصلی ہدف اور اصلی مقصد کو اپناتے ہوئے اپنی زندگانی کو اس خط پر استوار کریں جس کی نشاندہی خالق کائنات نے قرآن حکیم فرقان حمید میں کئی ایک مقامات پر کی ہے۔

مشہور واقعہ ہے ہمارے گیارھویں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام بچپنے کے عالم میں ایک کوچہ میں ایک جگہ کھڑے گریہ فرما رہے تھے تو اسی جگہ سے پانچ اماموں کا صحابی شخص جب اپنے زندگی کے چھٹے امام کی خدمت عالیہ میں پہنچتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ بتقاضائے عمر عرض کرتا ہے مولیٰ آپ کیوں رہ رہے ہیں؟ آپ کو اگر کسی چیز کی ضرورت ہے تو میں لائے دیتا ہوں۔ اور اگر یہ بچے آپ کو کھیلنے نہیں دیتے تو میں ان کو منع کیے دیتا ہوں۔

جیسے ہی امامؑ نے یہ سنا تو فوراً پلٹے اور فرمایا تو یہ سمجھتا ہے کہ ہم کھیل کود کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ جب یہ سنا تو وہ حیران و پریشان ہوا کہ بچپنے میں ایسا جواب۔ اور یہ شخص جس نے دیوانگی میں لوگوں سے دانائی کا لقب پایا ہے کوئی بھی انہیں بہلول دیوانہ نہیں کہتا بلکہ بہلول دانا ہی کہا جاتا ہے اور پھر پانچ اماموں کی صحبت اختیار کر چکا ہے۔ جب ایسا جواب سنا تو عرض کیا پھر آپ کس لیے پیدا ہوئے ہیں؟ فرمایا کہ ہم علم و عبادت کے لیے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ کھیل کود کے لیے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا خالق کون و مکاں مالک انس و جاں سے اپنی کتاب مافی ہدایت میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ''افحسبتم انما عبثا و انکم الینا ترجعون'' کیا تم کو ہم نے بے کار پیدا کیا ہے؟ اور کیا تمہیں یاد نہیں کہ تمہیں میرے پاس آنا ہے۔ جب یہ جواب سنا فوراً قدم بوسی کی اور معذرت چاہی اور عرض کیا۔ قبلہ آپ کو کیا پریشانی ابھی تو آپ کا بچپنا ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں اے بہلول میں نے اپنی مادر گرامی قدر کو آگ روشن کرتے ہوئے کئی بار دیکھا ہے اور جب آگ جلانا مقصود ہو تو بڑی لکڑیوں کے ساتھ ساتھ چھوٹی لکڑیاں بھی چولہے میں ڈالتی ہیں کہ چھوٹی لکڑیاں بڑی لکڑیوں سے پہلے جل جایا کرتی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جہنم کا ایندھن روشن کرنے کے لیے بڑی لکڑیوں سے پہلے چھوٹی لکڑیوں کی ضرورت پڑ جائے۔

بہر حال اس مشہور واقعے سے یہی درس ملتا ہے کہ حیات مستعار کا کوئی لمحہ یادالٰہی سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ گیا وقت ہاتھ نہیں آتا۔ قبل اس کے کہ بدن اور روح میں جدائی ہو جائے ہمیں چاہیے کہ ہم خود کا محاسبہ کر لیں۔ اور یہ یاد رکھیں جو خالق نے فرمایا ہے کہ کیا تم یہ گمان کر بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور تمہیں واپس نہیں آنا ہے۔ تو بات یہی ہے کہ نہ ہم بے کار پیدا ہوئے ہیں اور نہ ہی یہاں رہنا ہے۔ ایک نہ ایک دن ضرور واپس مقام آخر پر جانا ہے۔ مگر جانے سے پہلے اتنا ضرور کر لینا اور جان لینا ضروری ہے کہ اس دنیا سے جب انسان انتقال کرتا ہے تو آگے دو ہی مقام ہیں ایک جنت اور دوسرا جہنم۔ اب اگر آپ جنت میں جانا چاہتے ہیں تو وہ اساس اور سرمایہ اور اعمال اکٹھے کر لیں جو آپ کے جنت میں لے جانے کے لیے کافی ہوں۔ اور اگر آپکو جہنم میں جانا ہے تو جہنم کے لیے سرمایہ اکٹھا کر لیں۔ یہ مال و دولت' اولاد رشتہ دار اور احباب و اسلحہ انسان کو موت سے نہیں بچا سکیں گے۔

سب کہاں 'کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

آدمؑ سے لیکر خاتم انبیاءؐ تک سب اس دنیا سے چلے گئے۔ اور وہ بھی جو خدا ہونے کا دعویٰ کرتے تھے وہ بھی زمیں بوس ہو گئے۔ کہاں ہے قارون اور اس کی دولت؟ کہاں ہے فرعون اور اسکی حکومت؟ کہاں ہے شداد اور اسکی جنت؟ سب کچھ دھرے کا دھرا ہی رہ گیا۔

منقول ہے کہ جب سکندر اعظم کا وقت آخر آیا (صاحبان مطالعہ جانتے ہیں کہ سکندر اعظم وہ شخص تھا کہ جس کی سلطنت اتنی وسیع تھی کہ اس میں سورج ہی غروب نہیں ہوتا تھا) تو اس نے تین وصیتیں کیں۔

1۔ یہ کہ جب میں مر جاؤں تو میری ساری دولت اور اسلحہ میری قبر تک میرے ساتھ جائیں۔

2۔ یہ کہ جب میں مر جاؤں تو میرے سارے رشتہ دار احباب اور دوستداران اور آل

اولاد سب کے سب قبر تک میرے ساتھ جائیں۔

3۔ اور یہ کہ جب مجھے کفن پہناؤ تو میرے ہاتھ کفن سے باہر رہنے دینا۔

لوگوں نے دریافت کیا کہ اے سکندر اعظم آپ یہ وصیتیں کیوں کر رہے ہیں اور ایسا کیوں فرما رہے ہیں۔ تو جواب دیا کہ میں دنیا کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ دیکھو سکندر اعظم سے بڑھ کر تمہارے پاس دولت اور اسلحہ نہیں اور میرے دوست احباب اور رشتہ داروں اور اولاد سے زیادہ کسی کی اولاد نہیں۔ مگر پھر بھی میں موت کے دامن میں جا رہا ہوں اور یہ خالی ہاتھ لے کر۔ مال و دولت اور اسلحہ و طاقت سب کے سب یہیں رہ گئے اور اولاد دوست رشتہ دار سب مل کر بھی مجھے نہ بچا سکے۔

دوستو! زندگی گزارو ان اصولوں پر جو احکم الحاکمین نے بتلائے ہیں۔ اس نظام کو اپنی زندگی مین عملی طور پر نافذ کر لو جس کو خالق حقیقی نے بھیجا ہے۔ معلوم نہیں کہ کب زندگی کی ڈور کہاں سے کٹ جائے۔ اس لیے آج اور ابھی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آج سے میں اپنی زندگی کو خدا اور محمدؐ و آل محمدؐ کے بتائے ہوئے طریقوں اور اصولوں پر چلاؤں گا۔ اور اپنی زندگی اس طرح گزاروں گا جو انکا منشاء و مقصود ہے۔ اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ہمارے نامہ اعمال بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ہاں روایت میں ہے کہ تین طرح کے لوگوں کے نامہ اعمال اس دنیا سے جانے کے بعد بھی بند نہیں ہوں گے۔ ایک وہ جو اپنے جانے کے بعد اولاد صالح اس دنیا میں چھوڑ کر جاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ایسا عمل صالح کر جائیں کہ ان کے جانے کے بعد لوگ اس سے استفادہ کرتے رہیں جیسے مسجد، مدرسہ، امام بارگاہ یا دیگر کوئی رفاہی کام سرانجام دے دیں۔ اور تیسرے وہ لوگ ہیں جو جانے سے پہلے کوئی ایسی تحریر (چاہے ایک صفحہ ہی کیوں نہ ہو) چھوڑ جائیں جس سے دین کی نشر و اشاعت اور تبلیغ و ترویج ہوتی ہو۔

یعنی جب تک اولاد صالحہ اعمال صالحہ کو انجام دیتی رہے گی اس شخص کے نامہ اعمال میں نیکیاں درج ہوتی رہیں گی۔ اور جب تک یہ عمل صالح (جس سے لوگ استفادہ کر رہے ہوں گے) رہے گا نامہ اعمال کھلا رہے گا اور جب تک یہ تحریر لوگوں کو علم و تعلیم پہنچاتی رہے گی اور تبلیغ کا باعث

بنتی رہے گی نامہ اعمال کھلا رہے گا۔ تو ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہم جانے سے پہلے کچھ نہ کچھ اپنی عاقبت اور آخرت کے لیے کر جائیں تا کہ بعد کی پشیمانی و پریشانی سے محفوظ رہ سکیں۔

دوستو! یہ دنیا دار بقاء نہیں بلکہ دار فنا کا نام ہے۔ پھر ہم تو اس امام کے ماننے والے ہیں جو اس دنیا کو تین طلاقیں دے چکے ہیں۔ ہر نبی اور امام اگر چاہے تو زمین کے تمام خزانے حاصل کر لے مگر کسی نے ایسا نہیں کیا۔ دنیائے عرب کا وہ شجاع ترین انسان، فخر انبیاء، عم زاد رسولؐ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ جب مصلیٰ عبادت پر کھڑے ہوتے تو دیکھنے والوں نے کیا دیکھا کہ مولا امیر المومنینؑ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور بدن میں کپکپی اور لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ خوف الٰہی سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ابھی جان چلی جائے گی۔ لوگوں نے عرض کیا یا علیؑ آپ شجاع عرب ہیں پھر آپؑ اتنا خوف کیوں کھاتے ہیں؟ تو فرمایا تم نے میری شخصیت اور مقام کو تو اپنی نظروں میں رکھا مگر یہ نہیں دیکھا کہ میں کس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا ہوں۔

حالانکہ یہی حضرت علیؑ ہیں کہ حالت جنگ میں بغیر زرہ کے ایک باریک کرتہ پہنے جنگ لڑ رہے ہیں۔ نماز کا وقت داخل ہوا تو فوراً جنگ چھوڑی۔ باہر نکلے اور غلام سے فرمایا پانی لاؤ تا کہ وضو کیا جائے اور نماز ادا کرلوں۔ کہنے والوں نے کہا یا علیؑ حالت جنگ میں پھر نماز پڑھ لیجیے گا۔ فرمایا ذرا سوچو اسی نماز کی بقاء اور اقامۃ الصلوٰۃ ہی کی خاطر تو میں جنگ کر رہا ہوں اور اسی نماز کو چھوڑ دوں۔ ہرگز نہیں۔

اسی جنگ میں کسی نے کہا تھا یا علیؑ آپؑ بغیر زرہ پہنے جنگ فرما رہے ہیں کیا موت سے ڈر نہیں لگتا۔ فرمایا علیؑ کو کوئی خوف نہیں جب موت کا اک دن معین اور مقرر ہے تو پھر ڈرنا کیا اب چاہے علیؑ پہ موت آجائے یا علیؑ موت پہ وارد ہو جائے۔ کون ہے جو ایسی زندگی گزارے، جو اسوہ علیؑ کو اپنائے۔ کون ہے جو علیؑ جیسی عبادت کرے۔ میں نہیں سمجھتا کہ علیؑ کا نام لیوا اور ان سے محبت کرنے والا زبان سے تو سب کچھ کہتا رہے اور علیؑ علیؑ کہتا رہے اور اقرار باللسان کرتا رہے مگر عمل و کردار میں وہ حضرت علیؑ کا مخالف ہو۔ میرے مولیٰ و آقا تو وہ ہیں جو آخر وقت میں اپنی زندگی اور حیات

کے بارے میں ان الفاظ میں اس دنیا سے کوچ فرمارہے ہیں کہ ''فزت برب الکعبہ'' مجھے رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔

دوسرے لفظوں میں ہمارے مولیٰ و آقا نے فرمایا ہے اے میرے چاہنے والو! اسی طرح زندگی گزارنا جس طرح میں نے زندگی گزاری ہے یعنی کامیاب زندگی ہو اور کامیاب و کامران زندگی مال و دولت اور جاہ و حشمت سے نہیں بلکہ منشاء الٰہی کے مطابق رہ کر گزاری جاسکتی ہے۔ خدا ہم سب کو محمدؐ و آل محمدؐ کے راستے پر چلنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت امام **علی رضا** علیہ السلام

نام: علیؑ

لقب: رضاؑ

والد گرامی: حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

والدہ گرامی: نجمہ خاتون

تاریخ ولادت: ۱۱ ذیقعدہ

سن ولادت: ۱۴۸ ہجری

جائے ولادت: مدینہ منورہ

تاریخ شہادت: آخر صفر

سن شہادت: ۲۰۳ ہجری

کل عمر: ۵۵ سال

سبب شہادت: مامون کے حکم سے زہر دیا گیا اور سناباد نوقان (آج کل مشہد مقدس کا ایک مشہور محلہ ہے) میں شہید ہوئے۔

آپؑ کی زندگی کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1. قبل از امامت (۳۵ سال ۱۴۸ھ سے لیکر ۱۸۳ھ تک)

2. بعد از امامت سترہ سال مدینہ میں

3۔ بعد از امامت تین سال خراسان ایران میں جو حضرتؑ کی سیاسی زندگی کا حساس ترین دور تھا۔ امام علی رضاؑ کے صرف ایک فرزند امام محمد تقیؑ تھے جو آپؑ کی شہادت کے وقت صرف سات سال کے تھے۔

فرامین امام رضاعلیہ السلام

1۔ من سه شبه الله بخلقه فهو مشرک و من نسب اليه ما نهى عنه فهو کافرا (وسائل الشیعہ ج۱۸ص ۵۵۷)

جو خدا کی تشبیہ اس کی مخلوق سے دے وہ مشرک ہے اور جو خدا کی طرف ان چیزوں کی نسبت دے جن کی ممانعت کی گئی ہے وہ کافر ہے۔

2۔ الايمان اربعة اركان : التوكل على الله و الرضا بقضاء الله و التسليم لامر الله و التفويض الى الله۔ (بحارالانوار ج۷۸ص ۳۳۸)

ایمان کے چار ارکان ہیں: ا۔خدا پر بھروسہ۔ ۲۔قضا (قدر) پر راضی رہنا۔ (۳) امر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ (۴) (تمام امور کو) خدا کے سپرد کردینا۔

3۔ والايمان اداء الفرائض و اجتناب الحارم والايمان هو معرفة جا القلب و اقرار باللسان و عمل بالاركان۔ (تحف العقول ص ۴۲۲)

ایمان فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کا نام ہے۔ایمان زبان سے اقرار کرنے' دل سے پہچاننے اور اعضاء وجوارح سے عمل کرنے کو کہتے ہیں۔

4۔ افضل العقل معرفة الانسان نفسه۔ (بحارالانوار ج۷۸ص ۳۵۲)

افضل ترین عقل انسان کے لیے اپنے نفس کی معرفت ہے۔

5۔ افضل المال ما و فى به العرض ۔ (بحارالانوار ج۷۸ص ۳۵۲) افضل ترین مال وہ ہے جس سے آبرو بچائی جاسکے۔

6۔ التائب من الذنب كمن لا ذنب له۔ (بحارالانوار ج۶ص ۲۱)

گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

7۔ لا تدعو العمل الصالح و الاجتهاد فى العبادة اتكالا على محبة ال

محمدؐ۔(بحارالانوارج ۷۸ص ۳۴۷)

آل محمدؐ کی محبت پراعتماد کر کے عمل صالح اور عبادت میں سعی وکوشش کو نہ چھوڑو۔

8۔ الصمت باب من ابواب الحکمة ان الصمت یکسب الجنة انه دلیل علی کل خیر ۔خاموشی حکمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے خاموش جلب محبت کرتی ہے اور یہ ہر چیز کی دلیل ہے۔(بحارلانوارج ۷۸ص ۱۳۳۵)

9۔ ان اللـه یبغض القیل والقال واضاعة المال و کثرةالسوال ۔خدا قیل و قال اور ضیاع مال کو اور کثرت سوال کو دشمن رکھتا ہے۔(بحارلانوارج ۷۸ص ۳۳۵)

10۔ لیس لا بخیل راحته ولا لحسود لذة ولا لملوک وفاء و لا للکذوب مروة بخیل کو راحت نہیں حاسد کو لذت نہیں بادشاہوں کو وفا نہیں جھوٹے کو مروت نہیں ہے۔

ایک کہانی

نعمت

ایک دفعہ اللہ نے اپنے نبی حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اے موسیٰؑ میں چاہتا ہوں کہ تم فلاں جنگل کی سیر کرو۔ خدا کا حکم پاتے ہی حضرت موسیٰؑ اس جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ کیونکہ یہ خدا کا حکم تھا اس لیے اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ایزدی تو ضرور ہوگی۔ جب حضرت موسیٰ جنگل میں پہنچے تو دیکھا کہ جنگل بہت ہی وسیع اور گھناؤنا تھا۔ اور اتنا وحشت ناک کہ دن میں بھی رات کا سماں ہوتا تھا۔ رات کا خوف طاری تھا لیکن چلے جا رہے تھے کیونکہ امر ربی تھا۔ چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچے کہ ان کے کان میں ایک آواز آئی۔ جب آپؑ اس آواز کی طرف متوجہ ہوئے تو پتہ چلا کہ کوئی انسان عبادت الٰہی میں محو ہے اور درود الٰہی میں مشغول ہے۔ آپؑ نے اس آواز کی سمت کا اندازہ لگایا اور اس طرف چل پڑے جدھر سے آواز آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس لیے کہ یہ معلوم کریں کہ کون ہے جو اس وحشت ناک جنگل میں عبادت الٰہی میں مشغول و مصروف ہے۔

جب آپ ایک جھنڈ کے قریب پہنچے تو کیا دیکھا کہ ایک شخص جس کی آنکھیں نہیں ہیں۔ اور بازوؤں اور ٹانگوں سے بھی معذور ہے۔ بس گوشت کا ایک لوتھڑا پڑا ہے اور زبان سے تسبیح الٰہی کا ورد مسلسل جاری و ساری ہے۔ جناب موسیٰؑ بڑے حیران ہوئے کہ یہ شخص اتنا معذور اور بے بس ہے کہ نہ اس کی آنکھیں ہیں کہ دنیا کا نظارہ کر سکے۔ نہ ہاتھ ہیں کہ کوئی پھل توڑ کر کھا سکے۔ نہ پاؤں کہ اگر کوئی درندہ اس پر حملہ کر دے تو کم از کم یہ اپنا بچاؤ ہی کر سکے۔ تو آخر کون سی ایسی نعمت اللہ نے اسے عطا کی ہے کہ جس کے ملنے پر یہ اتنا کچھ نہ ہونے کے باوجود بھی تسبیح الٰہی میں مصروف ہے۔ حالانکہ موت لحہ بہ لحہ اس کے اردگرد منڈلا رہی ہے۔

آخر کار جناب موسیٰؑ نے اس شخص کے کندھے کو ہلایا اور پوچھا کہ اے عبد خدا ذرا مجھے بتا

توسہی کہ تو کیوں عبادت الٰہی میں محو ہے۔ حالانکہ خدا کی دی ہوئی تقریباً تمام نعمتوں سے تم محروم ہو۔اور ہر وقت موت تمہارے قریب سے قریب تر ہوتی جارہی ہے۔ معلوم نہیں کہ کس وقت کوئی وحشی درندہ تجھ پر حملہ کردے اور تجھے چیر پھاڑ کرر کھ دے۔تو تو اپنا دفاع بھی نہیں کرسکتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تو اس طرح تسبیح خدا میں مشغول ہے۔ چھوڑ دے اس کام کو۔

جب اس شخص نے جناب موسیٰؑ کے یہ الفاظ سنے تو بولا کہ اے موسیٰ کیا یہ خدا کی کم نعمت اور خدا کا تھوڑا احسان ہے مجھ پر کہ اس نے مجھے زبان جیسی نعمت دے کر اس قابل سمجھا کہ میں اس معبود، حقیقی خالق، مالک اور رازق کی عبادت کرسکوں۔ اگر وہ مجھے یہ زبان بھی نہ دیتا تو پھر ذرا سوچیے کہ میں کتنی بڑی عبادت سے محروم رہ جاتا۔

ہم سب کو بھی سوچنا چاہیے کہ اگر وہ معذور شخص عبادت الٰہی جنگل میں کرسکتا ہے تو ہم جو کہ خدا کی اتنی زیادہ نعمتیں لیے ہوئے ہیں کیوں عبادت خدا نہیں کرتے۔اور کیوں اپنے خدا سے کوسوں دور ہیں۔

حضرت امام **جعفر صادق** علیہ السلام

نام: جعفرؑ

لقب: صادقؑ

کنیت: ابوعبداللہ

والد گرامی: امام محمد باقرؑ

والدہ محترمہ: ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر

تاریخ ولادت: ۱۷ ربیع الاول

جائے ولادت: مدینہ منورہ

تاریخ شہادت: ۲۵ شوال

جائے شہادت: مدینہ منورہ

سن شہادت: ۱۴۸ ہجری

عمر مبارک: ۶۵ سال

مرقد: جنت البقیع (مدینہ)

سبب شہادت: منصور دوانقی کے حکم سے زہر دیا گیا۔

آپؑ کی عمر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ 1. امامت سے پہلے ۳۱ سال (۸۳ھ سے لیکر ۱۱۴ھ تک)۔ 2. زمانہ امامت آخری عمر تک ۳۴ سال (۱۱۴ھ سے لیکر ۱۴۸ھ تک) اور یہی تشیع کی جوانی کا دور تھا۔

امام صادقؑ نے بھی اپنے والد محترم کی طرح بنی امیہ بنی عباس کی باہمی جنگ سے فائدہ اٹھایا اور بڑے وسیع و عمیق پیمانے پر ایسے حوزہ علمیہ کی تشکیل دی جس میں چار ہزار طالب علم تھے۔

اور حضرت رسولؐ اور حضرت علیؑ کے خالص اسلام کو بنی امیہ کے اسلام کے پردے میں پروان چڑھایا۔

فرامین حضرت امام جعفر صادقؑ

1۔ ان معرفة الله عزوجل من كل وحشت وصاحب من كل وحدة و نور من كل ظلمة و قوة من كل ضعف و شفاء من كل سقم ۔(فروع کافی ج ۸ ص ۲۱۷)

بے شک خدا کی معرفت ہر وحشت میں سبب انس ہے اور ہر تنہائی کا ساتھی ہے اور تاریکی کا نور ہے اور ہر کمزور کی طاقت ہے اور ہر بیماری کی شفا ہے۔

2۔ من رائی اخاه علی امر یکرهه و لا یرده عنه و هو یقدر علیه فقد خانه . جو اپنے (مومن) بھائی کو برا کام کرتے ہوئے دیکھے اور (برائی سے روکنے کی) قدرت رکھتے ہوئے بھی اس کو نہ روکے تو اس نے اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کی۔ (امامی شیخ صدوق ص ۱۶۲)

3۔ لا یتبع الرجل بعد موته الا ثلاث خصال : صدقته اجراها الله له فی قیاله فهی تجری له بعد موته و سنته هدی یعمل بها و ولد صالح یدعوله . مرنے کے بعد تین چیزوں کے علاوہ کوئی عمل انسان کے پیچھے نہیں آتا۔ ایک وہ صدقہ جس کو اپنی زندگی میں خدا کی توفیق سے جاری کر گیا تھا وہ مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ دوسرا وہ نیک کام جو چھوڑ گیا تھا اور اس کے بعد باقی رہے گا۔ اور تیسرا وہ فرزند صالح جو اس کے لیے دعا کرے۔ (تحف العقول ص ۳۶۳)

4۔ للمسلم علی اخیه المسلم من الحق ان یسلم علیه اذا لقیه' و یعوده اذا مرض' و تنصع له اذا غاب' و یسمته اذا عطش' و یحبه اذاو عاه' و یتبعه

اذامات۔

ایک مسلمان کا اپنے دوسرے مسلمان بھائی پر (حقوق میں سے) یہ حق بھی ہے کہ جب ملاقات ہو تو اس پر سلام کرے، جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، اس کی پیٹھ پیچھے اس سے خلوص برتے، جب اس کو چھینک آئے تو اس کے لیے دعا کرے، جب اس کو بلائے تو قبول کرے اور جب وہ مر جائے تو جنازہ کے پیچھے پیچھے چلے (یعنی تشیع جنازہ کرے)۔ (اصول کافی ج ۲ باب حق المومن علیٰ اخیہ ص ۱۷۱)

5۔ المومن اخو المومن عینه و دلیله لا یخونه و لا یظلمه و لا یغشه و لا یعده عدة فیخلفه ۔ مومن مومن کا بھائی اور اسکی آنکھ اور اس کا رہبر ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کے ساتھ ملاوٹ کرتا ہے اور نہ وعدہ کر کے خلاف ورزی کرتا ہے۔ (اصول کافی ج ۲ ص ۱۶۶)

6۔ ادنی ما یخرج به الرجل من الایمان ان یواخی الرجل علی دینه فیه علیه عشراته و زلاته لیعنی فیه بها یوما۔

چھوٹی سی وہ چیز جو انسان کو دائرہ ایمان سے خارج کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنے برادر دینی کی لغزشوں کو شمار کرتا رہے۔ تا کہ کسی دن ان لغزشوں کا ذکر کر کے اس کی سرزنش کرے۔ (معانی الاخبار ص ۳۹۴)

7۔ من اخلاق الجاهل الاجابته قبل ان یسمع و الممارضته قبل ان یفهم و الحکم بها لا یعلم۔

جاہل کی عادت یہ ہے کہ سننے سے پہلے جواب دینے لگتا ہے۔ سمجھنے سے پہلے جھگڑنے لگتا ہے۔ جس چیز کے بارے میں نہیں جانتا اس کے بارے میں حکم لگاتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۸ ص ۲۷۸)

8۔ العامل علی غیر بصیرة کا لسائر علی غیر الطریق فلا تزیده سرعة

السیر الا بعدا۔

بغیر شناخت وبصیرت کے عمل کرنے والا غیر راستہ پر چلنے والا ہے۔لہٰذا جتنا تیز چلے گا منزل سے اتنا ہی دور ہوگا۔(تحف العقول ص ۳۶۲)

9۔ احب اخوانی الی من اهدی الی عیوبی۔

میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ دوست وہ ہے جو میرے عیوب مجھے بتائے۔ (تحف العقول ص ۳۶۲)

10۔ کونو دعا الناس بخیر بغیر السکنتکم لی روامنکم او اجتهاد والصدق و الورع۔

لوگوں کی بھلائی کی طرف بغیر زبان (یعنی کردار اور عمل سے) دعوت دو تا کہ وہ تمہاری کوشش وراستی وپرہیزگاری کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ سکیں۔

11۔ الایام ثلاثة : فیوم مضی لایدرک' و یوم الناس فیه فینبغی ان یفتموه و غدا انما فی الک لهم امله۔

تین دن. ایک وہ جو گزر گیا اب وہ ہاتھ نہیں آئے گا دوسرا وہ کل جس کی آرزو کی جاسکتی ہے ابھی آیا نہیں ہے۔اور ایک آج جس میں ہم ہیں اور اسی کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔(تحف العقول ص ۳۲۴)

12۔ برو اباء کم یبر کم ابناء کم و عفوا عن نساء الناس تعف نسائکم۔

تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرے گی۔لوگوں کی عورتوں سے عفت برتو تمہاری عورتوں سے بھی عفت برتی جائے گی۔(بحار الانوار ج ۷۸ ص ۲۴۲)

دعا قبول نہ ہونے کے اسباب

عدم استجابت دعا کے چند اسباب ہیں ۔اول شرائط دعا سے ناواقفیت ۔حضرت امام جعفر صادقؑ سے کسی نے پوچھا دو آیتیں قرآن میں ایسی ہیں کہ ان کا مجھ پر اثر ظاہر نہیں ہوتا۔فرمایا کہ وہ کیا ہیں؟اس نے عرض کیا **ادعونی استجب لکم** (تم دعا کرو میں قبول کروں گا) مگر میری دعا قبول نہیں ہوتی ۔حضرتؑ نے فرمایا کہ تیرا کیا خیال ہے کہ خدا خلاف وعدہ کرتا ہے۔اس نے کہا نہیں ۔فرمایا بس یہ جاننا چاہئے کہ جب انسان خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے اور طریق دعا کو ملحوظ رکھ کر دعا کرتا ہے تو ضرور ہی اس کی دعا قبول ہوتی ہے ۔اس نے عرض کیا کہ طریق دعا کیا ہے؟فرمایا وقت دعا اول خدا کی حمد کرو پھر اس کی نعمتوں کو یاد کرو اور پھر اس کا شکریہ ادا کرو۔اور پھر محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج کر اپنے گناہوں کو یاد کر کے توبہ اور طلب مغفرت کرو۔اس کے بعد اپنا مطلب بیان کرو۔

اور پھر فرمایا کہ دوسری آیت کیا ہے؟اس نے عرض کیا **و ما انفقتم شئی فھو یخلفہ** (جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اس کا بدلہ پاتے ہو)۔کہنے لگا میں نے خرچ کر کے کبھی بدلہ نہیں پایا۔ حضرتؑ نے فرمایا کیا تیرا یہ عقیدہ ہے کہ خدا خلاف وعدہ کرتا ہے۔اس نے کہا ہرگز نہیں ۔فرمایا پس آگاہ رہو جو کسی وجہ حلال سے مال بہم پہنچاتا ہے اور اس کو راہ خدا میں خلوص کے ساتھ خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا عوض ضرور دیتا ہے۔

عدم استجابت دعا کا دوسرا سبب یہ ہے کہ جو مطلب کوئی بندہ خدا سے چاہتا ہے وہ علم الٰہی میں اس کے لیے باعث فساد عمل ہوتا ہے ۔چونکہ بندہ عدم علم کی وجہ سے بجز خوبی کچھ نہیں سمجھتا اس لیے خدا سے دعا کرتا ہے ۔پس حکیم علی الاطلاق اپنے علم وحکمت کی اقتضاء سے اس کی حاجت کو روا نہیں کرتا۔جیسا کہ قول باری تعالیٰ سے ظاہر ہے کہ "**و عسی ان تکرھو شیاء و ھو خیر**

لکم وعسی ان تحبوا شیا ء و ھو شر لکم و اللہ یعلم و انتم لا تعلمون ‘‘(تم ہر شے کومکروہ جانتے ہو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔اور تم ایک شے کواچھا جانتے ہو حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہوتی ہے۔اور اللہ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے)۔ بندے کا حال اس بارے میں مثل مریض کے ہے۔ جو عقل وعلم سے بے بہرہ ہوتا ہے۔اور ایک حازق حکیم کی طرف رجوع کرنے اور اس سے لذیذ غذائیں کھانے کی خواہش کرے اور حکیم اس کی حالت کے مدنظر رکھتے ہوئے اجازت نہ دے۔

دعا کے قبول نہ ہونے کی تیسری وجہ دعا کی زیادتی اصلاح و پرہیز گاری ہے۔ یعنی جب خدا اپنے کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس کی مناجات کو سنتا رہے۔ چنانچہ جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب کوئی دوست خدا کسی امر کے لیے دعا کرتا ہے تو حق سبحانہ تعالیٰ جبرائیل سے فرماتا ہے اس کی حاجت کو روا کر لیکن ذرا تاخیر کے ساتھ کیونکہ میں اپنے دوست بندے کی التجاء کو بار بار سننا پسند کرتا ہوں۔اور جب کوئی دشمن دعا کرتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتا ہے جلد اسکی حاجت کو پورا کردو میں اسکی آواز کو زیادہ سننا پسند نہیں کرتا۔

روایت میں ہے کہ تین اشخاص کی دعا قبول نہیں ہوتی ۔ایک وہ کہ جس کو خدا نے مال و دولت کرامت فرمائی ہو اور وہ اس کو غیر اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو۔ دوسراوہ جو اپنی عورت پر ظلم کرے اور اس کے لیے بددعا کرے۔ تیسراوہ جو گھر میں بیٹھے اور بغیر کسی کوشش کے خدا سے طلب رزق کرے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بات دعا کرنے سے قبل مقتضائے حکمت کے خلاف ہوتی ہے۔اور بعد دعا مقرون بمصلحت ہو جاتی ہے کیونکہ خداوند عالم کے مصالح باعتبار اوقات زمانہ کی تبدیلی اور تفاوت اشخاص متبدل ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض آیات بعض کی امر بعض شرعتیں بعض کی ناسخ ہیں۔

اصلاح احوال

قارئین محترم! پیام نجف جو کہ مسلسل آپ تک پہنچ رہا ہے اور اب اسکا ساتواں شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ نے اندازہ لگا ہی لیا ہوگا اور دیکھ ہی لیا ہوگا کہ یہ مجلّہ فقط جذبہ دینی کی خاطر اور ترویج علوم محمدؐ و آل محمدؐ و ابلاغ احکام اسلامی کے لیے کوشاں ہے اسکے علاوہ نہ کوئی غرض ہے اور نہ کوئی مقصد پوشیدہ ہے۔ خالصتاً ایک مذہبی، فکری، اور علمی جریدہ ہے۔ ویسے تو ہمارے ملک عزیز میں بہت سے شمارے نکل رہے ہیں اور اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے مقاصد اور اغراض کے تحت مصروف عمل ہیں۔ دنیا کے ہر شعبہ میں اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ لیکن جس چیز کی کمی شدت سے محسوس کی جارہی تھی وہ تھی علم و عمل کی کمی۔ اس اعتبار سے ہمارے جرائد بہت کم ہی نہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر تھے۔ ادارہ جامعۃ النجف جو کہ شیعیان حیدر کرارؑ کا ایک علمی، فکری اور مذہبی ادارہ ہے جس میں قوم و ملت کے ہونہار افراد کو زیور تعلیم سے آراستہ کر کے خدمت دین کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ادارہ نے اپنی اوائل عمری میں ہی بہت کم وسائل اور زیادہ مسائل کے باوجود بہت کام کیا ہے۔ اور انتہائی مختصر عرصہ میں اپنے علاقہ بھر میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ باوجود اس کے کہ یہ ادارہ اس علاقہ میں واقع ہے جہاں سفید پوش افراد کی کثرت ہے اور مخیّر حضرات تو اصلاً ناپید ہیں۔ خمس زکوٰۃ ادا کرنے کا تو تصور ہی نہیں۔

جس طرح ہمارے ملک کے رہنے والا ہر شیعہ جانتا ہے کہ ہمارے ہاں دین کا نام تو ہے مگر احکام دین پر عمل نہیں۔ شیعہ تو بہت ہیں مگر جن میں شیعت ہو وہ بہت کم ہیں۔ مسلمان تو سب ہیں اسلامیت نظر آن بہت ہی مشکل ہے۔ ہم یہ تو جانتے ہیں کہ اصول دین پانچ ہیں اور فروع دین دس ہیں۔ مگر اصول دین کو سمجھنے اور ان پر اعتقاد و ایمان رکھنے کی منزل سے کوسوں دور ہیں۔ توحید، عدل، نبوت، امامت اور قیامت کے نام سے تو واقفیت ہے مگر ان کے رموز و اسرار اور معارف سے

نابلد ہیں۔ یعنی دوسرے لفظوں میں اعتقادات کے لحاظ سے بہت ضعیف اور کمزور ہیں۔ اور پھر دین اسلام کے دوسرے حصے کو دیکھ لیں یعنی فروع دین تو یہاں پر بھی سوائے نام کے کہ فروع دین نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد، تولیٰ، تبرا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نام ہے۔ اگر عمل کی بات کی جائے تو ہم ان سے آشنا ہی نہیں ہیں۔

نماز سے ہم نفرت کرتے ہیں روزہ کو مصیبت سمجھتے ہیں اور زکوٰۃ و خمس کا نام بھی سننا گوارا نہیں کرتے۔ جہاد، تولیٰ، تبرا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ تو پھر فیصلہ خود کریں کہ ہم مذہب کے معاملہ میں کس حد تک مخلص اور پابند ہیں۔ جس مذہب، دین اور مکتب کو بچانے کے لیے خالق نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ؐ کو بھیجا جو سردار انبیاء اول مخلوق ہے۔ اور جس دین کو بچانے کے لیے پیغمبر اکرمؐ کی پوری اہل بیتؑ قربان ہوگئی۔ چھوٹے سے لیکر بڑے تک کی قربانی دی تا کہ ہمارے جد کا لایا ہوا دین بچ جائے۔ آج جبکہ وہ دین ہمارے ہاتھوں میں ہے ہم اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ کیا ہمارا یہی فریضہ ہے کہ زبان تک قبول کرلیں حالانکہ اسلام میں عمل کا کافی عمل دخل ہے۔

اگر ہے تو پھر ہم عمل کی دنیا میں جانا گوارا کیوں نہیں کرتے اور بے عملی کی زندگی سے ہمیں دلچسپی کیوں ہے؟ شائد اس لیے کہ ہم اپنے خالق و مالک کو بھول بیٹھے ہیں۔ ہمیں اس سے کوئی غرض وابستہ نہیں ہے ہم یہ بھول گئے ہیں کہ ہمیں اس دنیا سے واپس بھی جانا ہے یہاں رہنے کے لیے کوئی نہیں آیا۔ اگر یہ یاد ہوتا تو آج ہماری زندگی میں ایسی بے راہ روی اور بے عملی نہ ہوتی۔ یہ سب نتیجہ ہے دنیا سے دل لگانے اور اپنے مالک حقیقی کو بھول جانے کا اور اگر کچھ محدود افراد ایسے ہیں جو کہ عبادات اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوشش کر رہے ہیں تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اصلاً نہیں کرتے۔ ان کے ہاں بس اتنا ہی ہے کہ صاحب خود کو درست کرلو دوسروں سے کیا لینا دینا۔ ہمیں دوسروں سے کیا غرض وہ جو کرتے ہیں کرتے رہیں۔ مجھے تو اپنی نماز پڑھنا ہے اپنا روزہ رکھنا ہے کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے کوئی روزہ رکھے یا نہ رکھے۔ مجھے کیا میں نے کون سا ٹھیکہ

لے رکھا ہے۔

تو دوستو! ایسے افکار خدا کو بالکل پسند نہیں۔ فروع دین میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے۔ اور جب تک ہم سب مل کر اور اکٹھے ہو کر اس فریضے کو انجام نہیں دیں گے تو ایک اسلامی معاشرہ کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ اسلامی معاشرہ اور اسلامی حکومت اگر قائم کرنا ہے تو پھر معاشرتی برائیوں کو دور کرنا ہوگا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بجالانا ہوگا۔

خدا ایسی قوم اور ان افراد کو کبھی معاف نہیں کرتا جو معاشرہ کی اصلاح احوال کی فکر نہیں کرتے۔ کیا حضرات بھول گئے ہیں۔ یاد کریں ان واقعات کو جو تاریخ اور قرآن میں مذکور ہیں اور ان واقعات سے عبرت حاصل کریں۔

حضرت شعیبؑ کو وحی ہوتی ہے کہ اے شعیبؑ میں ایک لاکھ افراد کو عتاب کروں گا اور ان پر عذاب نازل کروں گا۔ جب حضرت شعیبؑ نے یہ سنا تو حیران ہوئے اور پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہے اور کیوں ہے کہ چالیس ہزار تو ٹھیک ہے کہ ان پر عذاب نازل ہونا چاہئے کیونکہ وہ گنہگار تھے۔ مگر ان ساٹھ ہزار کا کیا قصور؟ یہ تو نیک ہیں ان پر عذاب نہیں ہونا چاہئے۔ خالق سے دریافت کیا اور پوچھا کہ اے خالق و مالک ذرا یہ تو سمجھا کہ اصل ماجرا کیا ہے؟ آواز آئی اے شعیبؑ! چالیس ہزار تو گنہگار ہیں اور مستحق عذاب ہیں کہ ان پر عذاب ہونا چاہئے۔ اور ساٹھ ہزار اس لیے کہ یہ لوگ ان لوگوں کی غلط کاریوں اور برائیوں کو دیکھتے رہے اور ان کی اصلاح نہیں کی۔ ان کو درست کرنے کی کوششیں نہیں کیں۔ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجا نہیں لائے۔

تو قارئین محترم! ادارہ جامعۃ النجف نے اسی فکر کے تحت ابلاغ دین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بیڑا اٹھایا اور توکل بر خدا کرتے ہوئے کام شروع کر دیا ہے اور یہ سب کچھ آپکے سامنے ہے۔ ہم حضرات مومنین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ آئیں اور آکر یہاں کی کارکردگی کو دیکھیں اگر ایسے ہی نظر آئے جس طرح بیان کیا گیا ہے تو پھر ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مل کر اصلاح احوال کے لیے کوششیں کریں۔ آپ کا تعاون دامے درہمے سخنے اور قدمے ہمارے ساتھ ہونا

چاہئے۔ جس طرح پہلے بیان کیا ہے کہ یہاں اس منطقہ میں سفید پوش افراد کی تعداد زیادہ ہے اور مخیر حضرات کالعدم ہیں۔ اس لیے آپ اس کاروان میں شریک ہو کر مشن حسینؑ میں شامل ہوتے ہوئے اپنے فرض منصبی کی ادائیگی کریں۔ اور خمس اور زکوۃ و عطیات دیتے وقت اس ادارے کو ضرور ملحوظ خاطر رکھیں۔ موجودہ دور کی کمر توڑ گیرانی ہمارے راستے کی اہم ترین رکاوٹ اور سد راہ ہے۔

کون ہے جو اس مشن میں ہمارا ہمسفر بننے کو تیار ہے؟

ایک کھانی

بھادر لڑکا

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بادشاہ کسی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ کافی دن علاج کروانے کے بعد جب اسے آرام نہ آیا تو ڈاکٹروں نے صلاح مشورہ کر کے کہا کہ اس بیماری کا علاج صرف انسان کے پتے سے کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ بھی ایسے انسان کے پتے سے جس میں یہ یہ نشانیاں ہوں۔ یہ کہہ کر ڈاکٹروں نے وہ نشانیاں بتائیں۔ بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ شاہی پیادے سارے ملک میں پھر کر تلاش کریں اور جس میں یہ نشانیاں پائی جاتی ہوں اس کو لے آئیں۔

پیادوں نے فوراً تلاش شروع کر دی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ ساری نشانیاں ایک غریب کسان کے بیٹے میں مل گئیں۔ پیادوں نے کسان کو ساری بات بتائی کہ بادشاہ کے علاج کے لیے تیرے بیٹے کے پتے کی شدید ضرورت ہے۔ اسے ہمارے ساتھ بھیج دے اور اس کے بدلے جتنا چاہے روپیہ لے لے۔ کسان بہت غریب تھا۔ ڈھیر سارا روپیہ ملنے کی بات سن کر وہ اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ سپاہی اس کے بیٹے کو لے جائیں۔ چنانچہ وہ اسے بادشاہ کے پاس لے آئے۔ اب قاضی سے پوچھا گیا کہ کیا اسے قتل کر کے اسکے جسم سے پتہ نکالنا جائز ہے۔ قاضی نے فتویٰ دے دیا کہ بادشاہ کی جان بچانے کے لیے ایک جان کا قربان کرنا جائز ہے۔ قاضی کے فتویٰ کے بعد جلاد کے حوالے لڑکے کو کر دیا گیا۔ جب جلاد تلوار لے کر اس کے سر پر کھڑا ہو گیا تو اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ بادشاہ نے جب لڑکے کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو وہ حیران ہوا کہ جلاد کے ہاتھوں میں ننگی تلوار دیکھ کر تو بڑے بڑے بہادر بھی خوف سے کانپنے لگتے ہیں۔ اس نے جلاد کو رکنے کا اشارہ کیا اور لڑکے کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ اے لڑکے یہ تو بتا کہ اس وقت مسکرانے کا کون سا موقع ہے۔ لڑکے نے جواب دیا حضور والا دنیا میں

انسان کا سب سے بڑا سہارا اسکے والدین ہوتے ہیں لیکن میں نے دیکھا کہ میرے ماں باپ نے روپے کے لالچ میں آپ کے سپرد کر دیا۔ ماں باپ کے بعد دوسرا سہارا انصاف کرنے والا قاضی اور بادشاہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی ظالم اسے ستائے تو وہ اسے روکیں۔ لیکن قاضی اور بادشاہ نے بھی انصاف نہ کیا۔ اب میرا آخری سہارا خدا کی ذات اقدس تھی اب میں دیکھ رہا ہوں کہ جلاد ننگی تلوار لے کر میرے سر پر کھڑا ہے اور خدا کا انصاف بھی ظاہر نہیں ہو رہا۔ بس یہ سوچ کر مجھے ہنسی آ گئی۔

لڑکے کی یہ بات سن کر بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے حکم دیا کہ لڑکے کو فوراً چھوڑ دیا جائے۔ بادشاہ نے اسے بہت پیار کیا اور قیمتی تحائف دے کر رخصت کیا۔ اور چند ہی دنوں میں وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ (وضاحت: یعنی جان خواہ بادشاہ کی ہو یا غریب کی، قدر و قیمت میں دونوں برابر ہیں)۔

شیعہ کون ؟

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہو جاؤ سچوں کے ساتھ'' (سورۃ توبہ آیت ۱۱۹)۔ دنیا میں ہر شخص ایک خاص شرف یا خاص صفت کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ اور انسان کی خصوصیت جاتی رہے تو اس شرف میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ موتی اگر آب کھو بیٹھے تو وہ کوڑی کا رہ جاتا ہے۔ پھولوں سے مہک اڑ جائے تو پیروں کے نیچے مسل دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح اچھی صفت کے نکلنے کے بعد انسان کی وقعت نظروں سے گر جاتی ہے۔

سب سے بہترین انسان وہ ہے جس کا اخلاق اور کردار بہتر ہے۔ قارئین محترم جس موضوع پر میں نے قلم اٹھایا ہے مجھ سے پہلے بہت سارے لوگ اس کے بارے میں کہہ چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی دل چاہا کہ جتنا مجھ سے ممکن ہو سکے میں بھی بیان کر دوں۔ تو ارشاد سرور کائناتؐ ہے کہ انسانوں میں سب سے بہترین گروہ وہ ہے جو اللہ کی اور رسولؐ کی اور آئمہ معصومینؑ کی اطاعت کرتا ہے بلکہ سب سے افضل ہے وہ انسان جو میرے اہلبیتؑ سے محبت رکھتا ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا کہ اگر کوئی انسان پا پیادہ حج کرے صفا و مروہ کے درمیان مر جائے اگر اس کے دل میں محبت اہلبیتؑ نہیں تو وہ گمراہی کی موت مرا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا صرف محبت اہل بیتؑ دل میں رکھے اور زبان سے علیؑ علیؑ کہتا رہے تو مغفرت ہو جائے گی یا نہیں۔ تو اس بارے میں ارشاد امیر المومنینؑ ہے کہ میرے شیعہ وہ ہیں جو میرے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ صرف زبان سے علیؑ علیؑ کرنے والا شیعہ نہیں بن سکتا جب تک آپؑ کی سیرت پر عمل نہ کرے۔

تاریخ میں ملتا ہے کہ مولاؑ کے زمانے میں اگر کسی کے ماتھے پر سجدے کا نشان ہوتا تھا تو لوگ پہچان لیتے تھے کہ یہ شیعہ ہے۔ آیت اللہ دستغیب خود امیر المومنینؑ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے

لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولائے کائناتؑ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جارہے تھے۔راستے میں آپؑ کے پیچھے کچھ لوگوں کے چلنے کی آواز آئی۔جب آپؑ مسجد نبوی کے دروازے پر پہنچے تو رک گئے۔اور پیچھے مڑ کر دیکھا پوچھا من انتم یعنی تم کون ہو۔تو انہوں نے کہا مولاؑ ہم آپؑ کے شیعہ ہیں۔تو میرے مولاؑ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔اأنتم شیعتی کیاتم میرے شیعہ ہو؟تم میں تو کوئی نشانی شیعوں والی نہیں۔تو انہوں نے پوچھا مولا شیعوں میں کیا نشانیاں ہوتی ہیں۔فرمایا شیعوں کے چہرے خوف الٰہی سے زرد ہوتے ہیں انکی آنکھیں ندامت سے جھکی ہوتی ہیں۔اوران میں وہ تمام خصوصیات موجود ہوتی ہیں جو ایک مومن میں ہونی چاہئیں۔اور مومن کون ہے جس کے بارے میں ارشادرب العزت ہے کہ متقی وہ شخص ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس کو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں (سورۃ بقرہ آیت ۲/۳)۔

اب آیئے دیکھتے ہیں ہمارے درمیان یہ ساری خصوصیات موجود ہیں یا نہیں۔جہاں تک میرا یقین ہے ہر شیعہ ہر مومن غیب پر یقین رکھتا ہے۔مگر نماز پڑھنے میں ہم غفلت سے کام لیتے ہیں۔اور رزق بھی راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے۔اگر کرتے بھی ہیں تو وہ جو ہمیں خود پسند نہیں ہوتا۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے مسلمان وہ ہے جو دوسروں کا بھی ویسا ہی خیال رکھے جیسا اپنا رکھتا ہے۔تو عزیزان گرامی صرف علیؑ علیؑ کرنے سے شیعہ نہیں بنا جاتا یا عبادت مکمل نہیں ہوتی۔بلکہ شیعہ بننے کے لیے عابد بننے کے لیے احکام الٰہی پر عمل کرنا ہوگا جس کے اعمال درست نہیں اسے مولائے کائنات اپنا شیعہ نہیں مانتے۔معصومؑ کا فرمان ہے اے شیعو! ہمارے لیے زینت بنو بدنامی کا باعث نہ بنو۔ہماری شیعت تب صحیح ہوگی جب وہ قبول کریں گے۔اے شیعو!اپنے مولا کی پہچان کے ضامن بنو اس طرح کا کردار ادا کرو کہ دور سے دیکھنے والا کہے کہ وہ دیکھو علیؑ کا ماننے والا اور چاہنے والا آرہا ہے۔تم شجرہ طیبہ کے پتے ہو پتے بازی نہ کرو۔اپنے مولا کی اطاعت کرو ان کے نقش قدم پر چلو تاکہ روز محشر تم پر کرم کیا جائے۔اور جب مولا کے سامنے جاؤ تو تمہیں شرمندگی نہ ہو۔

ایک مومن کے لیے زیبا نہیں کہ وہ دنیا کی لذتوں میں کھو کر اپنی ذمہ داریاں فراموش کر دے مگر آج کا مومن جو غیبت بھی کرتا ہے جھوٹ بھی بولتا ہے۔ حقوق العباد کا خیال نہیں رکھتا ناپسندیدہ چیزیں راہ خدا میں ریا کاری کے طور پر دیتا ہے۔ کیا یہ شیعہ علیؑ کہلانے کے لائق ہے؟ معصومؑ کا ارشاد ہے کہ ہمارا شیعہ وہ ہے جو ایک لاکھ کی آبادی میں رہتا ہو تو وہ سیرت میں سب پر بھاری ہو وہ ہمارا شیعہ ہے۔ ہمارا شیعہ جو ایک لاکھ کی آبادی کو بدل ڈالے۔ مگر آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم شیعہ ہونے کے باوجود اصول و فروع کو فراموش کر کے یورپی لوگوں کی تقلید کر رہے ہیں۔ ہمارے علماء بجائے تبلیغ کرنے کے پیسے کمانے کے چکر میں رہتے ہیں اور عوام کو بھی عادت پڑ گئی ہے کہ جو بندہ سٹیج پر آئے دو چار نعرے لگوائے تولیٰ تبریٰ کر دے اسی کو مجلس میں بلوایا جائے۔ اگر کوئی نماز روزے کے بارے میں بات کر دے تو دوسری دفعہ اس کو دعوت ہی نہ دی جائے۔ میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ خدارا ان دنیا داری کو چھوڑ کر ریا کاری سے منہ موڑ کر اپنی مجالس و محافل کو صحیح دینی درس بنائیں تا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اور آئمہؑ ہم سے خوش ہوں۔ ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے ہم اس سے درس حاصل کریں اور اسے اپنا صحیح نصب العین بنائیں تا کہ آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ میرے عزیز قارئین شیعہ کہلانا بہت آسان ہے مگر شیعہ بننا بہت مشکل ہے۔ شیعہ بننے کے لیے اپنے نفس امارہ کو شکست دینا ہو گی کیونکہ جو شخص اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے وہ بقائے الٰہی کا خواہشمند ہوتا ہے اور آئمہؑ اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیۓ کہ ہم اپنے نفس کو دنیا کی غلاظتوں سے محفوظ رکھیں۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ اے انسان اگر تو نے اپنے نفس کو پاک نہ رکھا تو قیامت کے دن اسی نفس کی ایک ایک بیماری ایک ایک گناہ کا عذاب بنے گی پھر اس عذاب سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔

اپنے آپ کو شیعہ کہلانے والو تم سچے شیعہ ہو مشہور واقعہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ایک شخص آیا اور آ کر کہنے لگا مولا آپؑ حکومت کے خلاف اٹھیے حکومت آپؑ کا حق ہے ہم شیعہ آپؑ کا ساتھ دیں گے۔ مولا پوچھتے ہیں کہ سچے شیعہ کتنے ہیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ مولا سب

آپؑ پر جاں نثار کرنے کو تیار ہیں۔ آپؑ اس کی بات سن کر مسکرائے اور اپنی کنیز کو حکم دیا کہ تندور گرم کرو جب تندور گرم ہو چکا تو آپؑ نے فرمایا اگر تم میرے واقعی سچے شیعہ ہو تو اس تندور میں کود جاؤ۔ تو وہ شخص کہنے لگا کہ مولا کیوں مجھ غریب کو بے گناہ جلانا چاہتے ہیں۔ اتنے میں آپؑ کا غلام ہارون مکی آتا ہوا دکھائی دیا۔ آپؑ نے اسے فرمایا ہارون اس تندور میں کود جاؤ ہارون نے مولا کی بات سنی اور بغیر کچھ کہے بسم اللہ کہہ کر تندور میں کود گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص مولا سے کہنے لگا آقا اس بیچارے کی خبر لیجئے وہ تو جل کر راکھ ہو گیا ہوگا۔ امامؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور اس آدمی کے ساتھ تندور کے قریب آئے اور اندر جھانک کر دیکھا تو وہ آدمی یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ ہارون مکی بڑے مزے سے اندر بیٹھا تلاوت قرآن کر رہا ہے۔ وہ حیرت زدہ ہو کر امامؑ کی طرف دیکھتا ہے تو مولا فرماتے ہیں کہ اے شخص اگر ایسے دس آدمی بھی میرے شیعہ ہوں تو میں جہاد کر سکتا ہوں مگر یہ ناممکن ہے۔ تو قارئین دیکھا آپ نے کہ مومن ہر حال میں اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے آپ نے کبھی غور کیا کہ جب روز محشر ہوگا تو ہم جیسے شیعہ جو احکام الٰہی اور سنت رسولؐ سے دور رہتے ہیں انکا حشر کیا ہوگا۔ جب ہم مولائے کائناتؑ کو دیکھیں گے اور کہیں گے مولا ہماری شفاعت کیجئے تو وہ فرمائیں گے کہ نہیں تم ہمارے شیعہ نہیں ہو۔ کیا تم نے نماز پڑھی تھی روزہ رکھا حج کیا زکوٰۃ یا خمس ادا کیا اگر یہ سارے کام کیے ہیں تو بے شک تم ہماری شفاعت کے حقدار ہو۔ اگر ایسا نہیں کیا تو جان لو ہم بھی تم سے بیزاری اختیار کرتے ہیں۔ آخر میں دعا ہے کہ بار الٰہا ہم کو اتنی توفیق عطا فرما کہ ہم صحیح معنوں میں سیرت آئمہؑ معصومین پر چلیں اور ہم کو اپنی بارگاہ رحمت میں آنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

حضرت امام **محمد تقی** علیہ السلام

نام: محمدؐ

مشہورالقاب : تقی، جواد

کنیت : ابوجعفرؑ

والد گرامی: حضرت امام علی رضاؑ

والدہ محترمہ: خیزران

تاریخ ولادت: ۱۰رجب المرجب

جائے ولادت : مدینہ منورہ

سن ولادت : ۱۹۵ہجری

تاریخ شہادت: آخر ذیقعدہ

سن شہادت : ۲۲۰ہجری (ق)

سبب شہادت : معتصم عباسی کے حکم سے آپ کی بیوی ام الفضل بنت مامون عباسی نے زہر دیا۔

جائے شہادت : بغداد

عمر مبارک : ۲۵سال

مقام دفن : کاظمین (بغداد کے قریب)

آپؑ کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ سات سال قبل از امامت

2۔ سترہ سال مدت امامت۔ آپؑ کے دور میں مامون اور معتصم خلیفہ رہے۔ آپؑ سات سال کی عمر میں امام ہوئے اور 25 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ تمام آئمہؑ میں آپؑ کی ظاہری زندگی سب سے قلیل تھی۔

فرامین امام محمد تقی علیہ السلام

1۔ من امل فاجراً کان ادنی عقوبته الحرمان ۔ جو کسی بدکار کو امیدوار بنادے (یعنی اسکی آرزو پوری کرے) اس کی سب سے چھوٹی اور معمولی سزا محرومی ہے۔ (احقاق الحق ج ۱۲ ص ۴۳۶)

2۔ لو سکت الجاھل ما اختلف الناس ۔ اگر جاہل اور ناگاہ شخص خاموش رہے تو لوگوں میں اختلاف نہ رہے۔ (احقاق الحق ج ۱۲ ص ۴۳۲)

3۔ کفر بالمر خیانته ان یکون امنا للخونته ۔ انسان کے خیانت کار ہونے کے لیے بس یہی کافی ہے کہ وہ خائنوں کا امین ہو۔ (اعیان الشیعہ ج ۲ ص ۳۶)

4۔ من شھدا امر افکر ھه کان کمن غاب عنه و من غاب عن امر فرضیه کان کمن شھده ۔ جو شخص کسی کام میں موجود ہو مگر اس سے راضی نہ ہو وہ مثل غائب شخص کے ہے۔ جو کسی کام میں غائب ہو مگر اس پر خوش ہو اور راضی ہو تو وہ موجود شخص کی طرح ہے۔ (تحف العقول ص ۴۵۶)

5۔ تاخیر التوبة اغترار و طول التسویف حیرة و الا غتلال علی الله ھلکته و الا صنرار علی الذ نب امن لمکر الله (و لا یامن مکر الله الا القوم الخاسرون) ۔ توبہ میں تاخیر کرنا دھوکہ ہے اور تاخیر توبہ کو بہت طولانی کر دینا حیرت و سرگردانی ہے اور خدا سے ٹال مٹول کرنا ہلاکت ہے۔ اور گناہ کا بار بار کرنا مکر خدا سے ایمن ہونا ہے اور مکر خدا سے صرف گھاٹا اٹھانے والے ہی بے خوف ہوتے ہیں (سورۃ الاعراف آیت ۹۷)۔ (تحف العقول

ص۴۵۶)

6۔ ما عظمت نعم الله علی احدا لا عظمت الیه حوائج الناس فمن لم یحتمل تلک الموئو نته عرض تلک النعمة للزوال ۔جس پر خدا کی نعمتیں عظیم ہوتی ہیں لوگوں کی ضرورتیں بھی اس کی طرف زیادہ ہوتی ہیں پس جو شخص (فراوان نعمتوں کے بعد) لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں مشقتوں کو برداشت نہ کرے ان نعمتوں کے زوال کا انتظار کرے۔(احقاق الحق ج۱۲ص۴۳۶)

7۔ اربع خصال تعین المرء علی العمل الصحته و الغنی و العلم و التوفیق ۔چار باتیں انسان کو عمل پر ابھارتی ہیں۔صحت، مالداری، علم، توفیق۔(احقاق الحق ج۱۲ ص۴۳۶)

8۔ و اعلم انک لن تخلو من عین الله فانظر کیف تکون ۔یہ سمجھ لو کہ خدا کی نظروں سے تم باہر نہیں ہو اس لیے یہ دیکھو کہ تم کس حال میں ہو۔(تحف العقول ص۴۵۵)

9۔ العامل بالظلم و المعین علیه و الراضی شرکاء۔ظالم اور اس کے مددگار اور اس پر راضی رہنے والے سب ہی (ظلم میں) شریک ہیں۔(احقاق الحق ج۱۲ص۴۳۲)

حسینؑ

قارئین محترم! پیام نجف کا خصوصی شمارہ بسلسلہ ایام محرم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور یہ وہ ایام ہیں کہ جن سے مکتب اسلام کا ہر فرد آشنا اور باخبر ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ ایام مخصوص ہیں مظلوم کربلا شہید نینوا حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام کے ساتھ کہ جنہوں نے کربلا کی تپتی ریت پر اپنا بھرا گھر اسلام کی بقاء اور جاودانی کے لیے قربان کر دیا۔ حسینؑ نام ہے ایک مکتب کا' حسینؑ نام ہے صراط مستقیم کا' حسینؑ نام ہے حیات جاودانی کا' حسینؑ نام ہے حریت اور آزادی کا' حسینؑ نام ہے شرافت و صداقت کا' حسینؑ نام ہے سیادت و عبادت کا' حسینؑ نام ہے امانت و کرامت کا' حسینؑ نام ہے بقائے بشریت کا' حسینؑ نام ہے حیات انسانیت کا' حسینؑ نام ہے بیداری امت کا' حسینؑ نام ہے ایک انقلاب فکر کا' حسینؑ احیائے امت کا نام ہے' حسینؑ جو پیکر شرافت ہے' حسینؑ جو مجسمہ شریعت ہے' بندگی خالص ہے' اسوۂ زندگی اور راہنمائے بندگی ہے۔ وہ حسینؑ کے جس کے بارے میں عظیم شاعر جوش ملیح آبادی نے کیا خوب کہا ہے:۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

حسینؑ کے بارے میں رسول کائناتؐ فرماتے ہیں کہ ''الحسینؑ منی و انا من الحسینؑ''، یعنی حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں۔ دوسرے لفظوں میں فخر کائنات' سبب تخلیق کون و مکاں' حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰؐ فرماتے ہیں کہ اگر حسینؑ کا نسب دیکھنا ہے تو حسینؑ منی کو سمجھو کہ حسینؑ مجھ سے ہے۔ اور اگر مجھ محمدؐ کا حسب دیکھنا ہے تو انا من الحسینؑ کو سمجھو کہ میں حسینؑ سے ہوں۔ یہ ہے حسینؑ ابن علیؑ جو وجود فخر مشیت ہے۔ وارث ضمیر رسالت ہے۔ جس کے بارے میں خواجہ معین الدین اجمیری کہتے ہیں:

شاہ است حسینؑ ، بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ ، دین پناہ است حسینؑ
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

کہ جس نے پورا گھر دے کر اسلام کو بچایا اور دین خدا اور رسولؐ کو اس امت تک پہنچایا۔ دنیا نے لاکھ کوشش کر ڈالی کہ نام حسینؑ ابن علیؑ مٹ جائے اسی لیے تاریخ کربلا پر پردے ڈالے گئے۔ تاریخ کو مسخ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر مٹانے والے مٹ گئے اور نام حسینؑ ابن علیؑ زندہ رہا۔ اسی لیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

او ظالم متوکل اپنی بربادی کو دیکھ
مظلوم کی شان اور فتح آزادی کو دیکھ
ہل جس پہ چلائے اور قبریں کھودیں
آج آ کربلا کی آبادی کو دیکھ

اب کربلا ایک مکتب گاہ ہے درس انقلاب ہے۔ دنیا میں ہر اٹھنے والا انقلاب سبق لیتا ہے انقلاب حسینؑ سے۔ حسینؑ نام ہے ایک عقیدے کا اک جہاد مسلسل کا۔ اور یہ نام باقی ہے اس وقت تک جب تک قیامت نہیں آجاتی۔ امام شہید ابن شہید کی آواز جو کربلا میں عاشور کے دن بلند ہوئی تھی ''ھل من ناصر ینصرنا .... '' ہے کوئی میری مدد کرنے والا' یہ آواز آج بھی گونج رہی ہے۔ اب جو حسینی ہے وہ اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے مشن حسینی میں شامل ہو کر یزید وقت سے ٹکرا جائے۔ ہر حسینی کے لیے یہ پیغام آج بھی موجود ہے ''کل یوم عاشورہ کل ارض کربلا '' ہر دن عاشور کا دن ہے اور ہر زمین کربلا ہے۔ آیئے مل کر مشن امامؑ کو زندہ رکھنے کا عہد کریں اور اپنے شہید مظلوم امامؑ سے وعدہ کریں کہ اے امامؑ مظلوم ہم اپنی زندگی کے ہر مرحلہ میں آپؑ کی سیرت و کردار کی پیروی کرتے ہوئے ہر اس کردار یزیدی اور افکار یزیدی کے

سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں گے۔ جو ہمارے سامنے آئے گا اور امام مظلوم نینوا ہم آپکے اس فرمان مقدس کو اپنی عملی زندگی کا منشور بنالیں گے۔ جو آپؑ نے دیا ہے کہ ''ان الحیات عقیدة و الجهاد ''زندگی عقیدہ اور جہاد کا نام ہے۔

آخر یہ پابندیاں کب تک ؟

اس حقیقت سے دنیا کا کوئی فرد بھی ناواقف اور نا آشنا نہیں کہ محرم کا چاند نظر آتے ہی خصوصاً ہر شیعہ کے گھر میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ فرزند رسولؐ دلبند علیؑ و بتولؑ حضرت امام حسینؑ کی یاد میں صدیوں سے مجالس عزا اور ماتمی جلوسوں کا اہتمام ہوتا چلا آرہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اس عرصہ میں کئی حکومتیں قائم ہوئیں اور صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ بھی گئیں لیکن عزاداری سید الشہداءؑ جو شیعہ قوم کی شہ رگ حیات ہے بدستور قائم ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک قائم رہے گی۔ کیونکہ یہ ایک خدائی وعدہ ہے ''تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا'' (القرآن)۔ شہید کربلا مظلوم نینوا نے کربلا کے ریگزار میں اللہ کے ذکر کو اپنی اور اپنے اصحاب باوفا کی شہادت سے زندہ کیا۔ چھوٹے فرد سے لیکر بڑے فرد تک سب کو اللہ کی راہ میں قربان کردیا تاکہ اللہ کا دین اللہ کا ذکر بچ جائے۔ تو پھر کیوں نہ اللہ حسینؑ کے ذکر کو بلند کرے گا۔

عزاداری سرکار سید الشہداؑ یزیدیت کے خلاف پرامن مظاہرہ ہے۔ اس کا مقصد جہاں فرمان خداوندی کے تحت محبت اہلبیتؑ ہے وہاں ظلم واستبداد کے خلاف ایک منظم تحریک بھی ہے۔

مظلوم سے پیدا الفت ہو افعال یزیدی مٹ جائیں
اس واسطے ایسے درد بھرے حالات سنائے جاتے ہیں

بدقسمتی سے مملکت خداداد اسلامیہ پاکستان میں ایک ایسا عنصر پیدا ہو گیا ہے جس نے عزاداری کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے اور ملک کے اندر ایک انتشار پیدا کردیا ہے۔ ہمیں اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ تمام مسلمان اس مخالفت میں شریک نہیں۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ یہ وہی عنصر ہے جو حقیقت میں پاکستان بننے سے قبل نظریہ پاکستان کا بدترین دشمن تھا۔ قائداعظم اور ملت اسلامیہ کی نمائندہ جماعت کو برا سمجھتا تھا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آ

جانے کے بعد ان کی ذہنی مخالفت نے اس کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ اور ان میں ایک منصوبہ پاکستان میں انتشار پیدا کرنا تجویز کیا گیا۔ انکے وطن دشمن ذہن نے ایک ذریعہ مخالفت عزاداری مظلوم کربلا کو قرار دیا۔ عوام الناس کو متاثر کرنے کی خاطر عزاداری کے خلاف کبھی حرام، کبھی بدعت اور کبھی کفر و شرک کے فتوؤں کے ذریعے اپنی گندی اور ناپاک ذہنیت کے نجس جراثیم چھوڑے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ باہمی منافقت، منافرت و مناقشت کے شعلے بڑھکنے لگے جس سے ملک بھی خطرے میں ہے اور ملت اسلامیہ بھی۔

آیئے مل کر ملک و ملت کو ان خطرات سے نکالنے کی کوشش کریں ''**السعی منا و اتمام من اللہ**'' کوشش ہماری ہو تو اللہ کی طرف سے انجام خیر (انشاء اللہ) ہوگا۔ لوگوں کو قیام حسینیؑ اور انقلاب حسینیؑ کے وہ اغراض و مقاصد بتائیں جن کی خاطر امام مظلومؑ کربلا میں مدینہ چھوڑ کر اور مکہ میں بندھے احرام کھول کر وارد ہوئے اور یزیدی عزائم کو اپنی شہادت سے آشکار کیا۔

کربلا

مشترک انسانی اصولوں کی حفاظت کی ایک قربان گاہ

انسان فطرتاً راحت پسند ہے اور غم کو پسند نہیں کرتا اور حوادث زمانہ سے جو غم پیش آتے ہیں ان کو جلد سے جلد بھول جانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں غم کی یادگار قائم نہیں ہوتی۔ جملہ اقوام عالم کی یادگاریں سب خوشی کی یادگاریں ہیں پھر کیا یہ اپنی نوعیت میں عجیب بات نہیں ہے کہ دشت کربلا میں فرزند رسولؐ کی مظلومانہ شہادت کی یادگار صدہا سال سے مستقل طور پر قائم ودائم ہے۔ پھر دیکھئے کہ حال کا نقشہ ماضی کو فراموش بنا دیتا ہے اور اثر ختم کر دیتا ہے۔ ماضی کی یادگار کا اس شدت کے ساتھ قائم رہنا کہ حال کا کوئی نقشہ اس نقش کو نہ مٹا سکے یہ ماننے پر مجبور کرتا ہے کہ تاریخ عالم میں کوئی مثال اس کے بعد اس سے بڑھ کر تو کیا اس کے قریب بھی نظر نہیں آتی۔ آپ کو معلوم ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد کتنے انقلاب آئے تمدن نے کتنی کروٹیں لیں دنیا کے اخلاق کے معیار میں کس درجہ تغیرات ہوئے بہت سی چیزیں جو کسی وقت عزت ووقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں بعد میں انسانوں کی نظروں سے گر گئیں۔ بہت سی وہ باتیں جو نہایت شرمناک اور ذلت آمیز سمجھی جاتی تھیں دوسرے وقت میں وہ باعث عزت وعظمت بن گئیں۔ ہر دسویں برس پانچویں برس بلکہ ہر سال انسان کے مزاج میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ انسان کا اخلاقی معیار بدلتا رہتا ہے جبکہ ہماری آنکھوں کے سامنے انسانی تمدن میں یہ انقلابات ہوتے رہتے ہیں تو کیا خیال کیا جاسکتا ہے؟ اتنی طولانی مدت کے متعلق جس میں بہت سی صدیاں آئیں اور چلی گئیں بادشاہتیں قائم ہوئیں اور مٹ گئیں اور انسانوں کے ہزاروں قسم کے حالات میں تبدیلیاں ہوئیں لیکن وہ کونسی چیز تھی جو اپنے وقت میں عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھی گئی اسی طرح عزت وعظمت کی نگاہ سے آج چودہ سو برس کے بعد بھی دیکھی جاتی ہے۔ ماننا پڑے گا کہ وہ ایسے مشترک انسانی اصول کی حفاظت کے لیے

قربانی کی گئی تھی کہ جب تک دنیا میں انسانیت قائم ہے اس اصول کی بھی قدر و منزلت قائم ہے۔ اور اس یادگار قربانی کی یاد بھی قائم ہے۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ جتنا کوئی موضوع اہم ہوگا اور تاریخی حوادث میں جتنی کسی واقعہ کی ندرت اور اہمیت زیادہ ہوگی اس قدر اس پر اہل فکر و قلم طبیعت آزمائی زیادہ کریں گے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں کربلا کے واقعہ سے بڑھ کر کسی واقعہ پر نظم و نثر اور لٹریچر کا ذخیرہ فراہم نہیں ہوا۔ اسلامی تاریخ کی تدوین سے پہلے خصوصیت سے اس واقعے پر تصانیف شروع ہو گئیں۔ اور ابھی کربلا کی زمین پر خون شہداء کی تری خشک نہ ہوئی ہوگی کہ شاعروں کی زبان سے اس واقعہ کی نظم کے اشعار تراوش کرنے لگے۔

سب سے پہلے واقعات کربلا کے تاریخی عناصر کا تحفظ اسیران کربلا نے کیا جو مواد ان سے ملتا ہے وہ اگرچہ مقدار میں کم ہے لیکن اس سے امام حسینؑ کے فلسفہ شہادت اور مخالفین کا مقصد زندگی سمجھنے میں حوصلے کے مطابق ملتی ہے۔ اسیران کربلا کی وہ تقریریں جو کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں میں ہزاروں کے مجمع عام میں ہوئی ہیں اور مدینہ واپس آکر مخدرات عصمت وطہارت اور امام زین العابدینؑ نے جس طرح ان واقعات کی اشاعت فرمائی ہے اس کے نتیجے میں اس واقعہ نے سارے عرب سے شناسائی حاصل کرلی۔ خود اموی نامہ نگاروں اور فوجیوں نے کسی نہ کسی رنگ میں واقعات کو مسخ کر کے بیان کیا ہے۔ وہ بغیر شعور کے اکثر ایسے جزئیات بیان کر دیتے تھے کہ جن کی ایک مورخ کی نگاہ میں بڑی قیمت ہے۔ شعراء کے لیے اس واقعے نے دردانگیز مواد مہیا کیا اور خطیب اس سے کلام میں زور پیدا کرنے لگے۔ علاوہ ان اشعار کے جو اہل بیتؑ کی طرف منسوب ہیں عام شعراء میں چند مرثیے کے جو پہلے پہل کہے گئے۔ وہ دیوان حماسہ کے صفحات پر اب بھی موجود ہیں۔ مگر مستقل طور سے اس سلسلہ کی ابتداء کمیت اسدی شاعر نے کی ہے۔ پھر سید اسمٰعیل حمیری نے اس میں ترقی کی اور دعبل خزاعی نے اس پر جلا کی اور یہ سلسلہ اس کے بعد جاری ہوگیا۔

نثر میں ان مختصر خطبوں کو چھوڑتے ہوئے جو اہل بیتؑ کی زبان سے یا مختلف مقررین کے

ذہن سے ہنگامی طور پر نکلے ہیں خصوصاً ان اقدامات کے ذیل میں جو امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے سلیمان بن صرد خزاعی اور پھر مختار ثقفی کی جانب سے ہوئے ہیں جن کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگوں کو واقعہ کربلا کی اہمیت سے متاثر کیا جائے۔ ان میں سے بہت کم خطبے موجود ہیں اور میرے خیال میں اگر وہ سب جمع ہوتے تو ایک بہت بڑا ذخیرہ واقعہ کربلا کے متعلق ہمارے ہاتھ میں ہوتا۔ مستقل طور سے اس سلسلہ میں تصنیف کی ابتداء پہلی مرتبہ پہلی صدی کے اواخر میں ہوگئی اور اس کے بعد برابر مستند مورخین واقعہ کربلا میں مقاتل لکھتے رہے اور تصانیف کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ دنیا کے کسی موضوع پر اتنا نہ ہی لکھا گیا اور نہ ہی کہا گیا جتنا کہ واقعہ کربلا کے بارے میں لکھا گیا اور کہا گیا۔ مگر پھر بھی کم ہے کیونکہ یہ داستان خونچکاں جو دشت کربلا پر وجود میں آئی اپنے اغراض و مقاصد میں بہت گہری اور عمیق ہے۔

اور آج جبکہ اس موقع پر دنیائے انسانیت کے اس عظیم واقعے کو چودہ سو سال بیت چکے ہیں ہر مذہب و ملت کے افراد متفق ہو کر حسینؑ ابن علیؑ کی یادگار کی جانب پورے طور پر متوجہ ہیں۔ حسینؑ ابن علیؑ کے کارنامہ جاوید کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ تو الفاظ کی محدود دنیا کے بس سے باہر ہے لیکن اگر اس پوری تحریر میں ایک جملہ بھی اس ایثار و قربانی کی تصویر کا کوئی رخ آنکھوں کے سامنے لا سکے تو یہی اس خدمت کا پورا ماحصل ہوگا۔ لہٰذا بحث کو طول دیئے بغیر مختصر تاریخ حضرت امام حسینؑ ایک منصف مزاج اور حق شناس فرد کی خدمت میں پیش ہے تا کہ تلاش حق کے لیے اسے کوئی مشکل پیش نہ آسکے۔

مختصر تاریخ
حضرت امام حسین علیہ السلام

امام حسینؑ کا اسم مبارک شبیر اور حسینؑ، کنیت ابوعبداللہ اور مشہور لقب سید الشہداء ہے۔ آپکے پدر بزرگوار حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ اور مادر گرامی قدر حضرت فاطمہؑ بنت حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب ماں اور باپ دونوں طرف سے حضرت اسمٰعیلؑ بن حضرت ابراہیمؑ تک پہنچتا ہے۔ ساری دنیا میں آپ اور آپکے بھائی بہنوں سے بڑھ کر کوئی نجیب الطرفین پیدا نہیں ہوا۔

اور پھر امام عالی مقام حضرت امام حسینؑ کا کیا کہنا کہ جن کے بارے میں رسول کائناتؐ یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ

الحسینؑ منی و انا من الحسینؑ

حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں۔ ایک اور روایت میں آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اگر حسینؑ کا نسب دیکھنا ہو تو حسینؑ مجھ سے ہیں اور اگر میرا حسب دیکھنا ہو تو میں حسینؑ سے ہوں۔

امام حسینؑ 3 شعبان المعظم 4ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے آپکی ولادت چھ ماہ میں ہوئی اور یہ شرف صرف اور صرف آپؑ کو اور حضرت یحییٰؑ بن حضرت ذکریاؑ کو حاصل ہے۔

جب حضور اکرمؐ کو اپنے نواسے کی ولادت باسعادت کی خبر ملی تو آپؐ تشریف لائے بچہ کو گود میں لیا اپنی زبان مبارک دہن میں رکھی اور پہلی غذا جو اس بچے کے دہن میں پہنچی وہ آپ کا لعاب دہن تھا۔ آنحضرتؐ نے بحکم خدا آپؑ کا نام نامی حسینؑ رکھا۔ امام حسینؑ کا بچپنا آغوش رسالت میں گزرا یعنی آپؑ پرورده آغوش رسالت تھے۔ رسولؐ اسلام نے آپکی تعلیم و تربیت کا ہر طرح سے خیال رکھا اور آپؑ کو اپنے اوصاف و کمالات کا آئینہ دار بنایا۔ رسول کریمؐ نے آپکی ہر

طرح سے دلداری کی۔ کبھی آپکو کاندھے پر بٹھالیتے اور کبھی آپکے ساتھ ساتھ گھٹنوں کے بل چلتے۔ کبھی آپؐ کیلئے ناقہ بنتے اور کبھی حسینؑ حالت نماز میں پشت مبارک پر سوار ہو جاتے تو آپ سجدہ کو طول دے دیتے مگر حسینؑ کو اپنی پشت مبارک سے خود نہ ہٹاتے۔ اگر حسینؑ کبھی روتے تو رسولؐ کو سخت تکلیف ہوتی۔ ایک دفعہ رسول اللہؐ جناب سیدہؑ کے گھر کے قریب سے گزرے تو آپؐ نے حسینؑ کے رونے کی آواز سنی۔ آپؐ گھر میں تشریف لائے اور فرمایا بیٹی کیا تمہیں نہیں معلوم مجھے حسینؑ کے رونے کی آواز سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

میرا سوال ہے ان مسلمانوں سے جو کلمہ رسولؐ کا اقرار کرنے والے اور آپکی نبوت و رسالت پر ایمان لانے والے ہیں کہ بتائیں اگر امام حسینؑ کے رونے کی آواز سے آنحضورؐ کو تکلیف پہنچتی ہے تو کیا حضرت امام حسینؑ کو قتل کرنے سے آنحضورؐ کو کچھ نہیں ہوا ہوگا؟ کیا قبر رسولؐ نہیں تڑپی ہوگی؟

جناب رسالت مآبؐ کی وفات کے بعد اہل بیت رسولؐ پر طرح طرح کے مصائب و الام ڈھائے گئے۔ رسول اکرمؐ کی اکلوتی اور چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؑ پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے انہی مصائب کی نسبت سے دختر رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرنا لیالیا۔

میرے اوپر ایسے مصائب پڑے ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتے تو سیاہ راتیں ہو جاتیں۔

حضرت علیؑ کے حقوق کو غصب کرلیا گیا اور آل محمدؐ کو رسوا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ امام حسینؑ نہایت ہی خاموشی کے ساتھ ان تمام حالات و واقعات کا مطالعہ کرتے رہے۔ ۴۰ ہجری میں حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں نماز فجر کے وقت حالت سجدہ میں شہید کر دیے گئے۔ اور ۵۰ ہجری میں حضرت امام حسنؑ کو زہر دلوا کر شہید کر دیا گیا یہاں تک کہ جب حضرت امام حسنؑ کا جنازہ دفن کرنے کیلئے ان کے نانا کے مرقد اطہر سے ملایا گیا تو نام نہاد مسلمانوں نے جنازہ پر تیروں کی بارش شروع کر کے امام حسینؑ کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے برادر بزرگ امام وقت حضرت امام حسنؑ کا

جنازہ نانا کے جوار رحمت میں دفن نہ کریں اس طرح آپؑ اپنے بھائی کا زخمی جنازہ لے کر واپس آ گئے۔ لیکن پھر بھی حضرت امام حسینؑ نہایت ہی صبر وسکون کے ساتھ اپنے نانا محمد مصطفیٰؐ کے روضہ مبارک کی مجاوری کرتے رہے اور عبادت الٰہی وترویج دین اسلام میں مشغول رہے۔

یہاں تک کہ ۶۱ ہجری میں یزید بن معاویہ دمشق میں تخت نشین ہوا۔ وہ یزید جس نے دین محمدی کی صورت کو مسخ کرنا چاہا وہ یزید جو فاسق وفاجر تھا جو تارک الصلوٰۃ تھا وہ یزید جس کا مشغلہ شراب پینا، کتوں اور بندروں کے ساتھ لہو ولعب کرنا تھا وہ یزید جس کی تربیت مسیحیت پر ہوئی تھی۔ وہ یزید جو اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے بڑے سے بڑے گناہ کے ارتکاب سے بھی نہ ہچکچاتا تھا وہ یزید جو اپنی ماؤں، بہنوں، اور بیٹیوں کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھتا تھا۔ اور ماں بہن بیٹی سے نکاح کو جائز قرار دیکر شریعت محمدیؐ اور نظام مصطفیٰؐ کو بدل کر اس کی صورت کو مسخ کرتے ہوئے حلال محمدؐ کو حرام اور حرام محمدؐ کو حلال قرار دے رہا تھا۔ اور دین اسلام کا مذاق اڑا رہا تھا۔

ایسے بدکار اور ظالم یزید کے پنجہ میں ارکان اسلام دم توڑ رہے تھے اہل بیت رسولؐ ہمیشہ خاموش رہ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہے لیکن جب اسلام پر کوئی آفت آئی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرانے کے لیے تیار ہو گئے اور دشمنان اسلام کو ملیا میٹ کر دیا۔ بظاہر خود مصائب کا شکار ہوئے مگر اسلام کو حیات ابدی بخش دی۔ یزید کی انسانیت کشی اور دین اسلام کی تباہی و بربادی کو دیکھ کر حضرت امام حسینؑ اسلام کو بچانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے وہ حسینؑ جن کے باپ علی مرتضیٰؑ وصی رسول خداؐ، دادا ابو طالبؑ مددگار رسولؐ ماں فاطمہؑ بنت محمدؐ دادی فاطمہؑ بنت اسد جن کو آنحضرتؐ ماں کہا کرتے تھے۔ نانی خدیجۃ الکبریٰؑ زوجہ رسولؐ اور بھائی امام حسنؑ مجتبیٰ نور نگاہ رسولؐ۔ اسلام کو یزید کے پنجہ ظلم وستم میں دم توڑتے دیکھ کر حسینؑ ابن علیؑ تڑپ اٹھے۔ آپؑ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے جس کی پیشین گوئیاں کی جا چکی تھیں اور خود آنحضرتؐ نے مختلف مقامات پر آنے والے حالات کی خبر دی تھی۔

ناعاقبت اندیش اشخاص میں سے بعض نے ہمدردانہ طور پر سے اور بعض نے سیاست یزید

کے پیش نظر امام حسینؑ کو روکنا چاہا۔ لیکن امام اپنے نانا رسول خداؐ کے حکم پر قائم رہے اور آپؐ کی ہدایت کے مطابق اپنے اعزاء، اصحاب اور مخدرات عصمت وطہارت کے ایک چھوٹے سے قافلے کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے۔

دوسری محرم کو زمین نینوا (جو کہ کرب وبلا کے نام سے مشہور تھی) میں وارد ہوئے۔ لشکر یزید پے در پے آتا رہا مگر حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے چہروں پر کوئی اضمحلال نہیں آیا۔ ساتویں محرم سے آل محمدؐ پر پانی بند کر دیا گیا۔ مگر حسینؑ سجدہ شکر ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح عاشور تک خیام ہائے حسینیؑ سے نعرہ تکبیر کی آواز بلند ہوتی رہی۔ امام حسینؑ اور آپکے اصحاب نے نماز صبح ادا کی مجاہدین راہ خدا میں جہاد میں مشغول ہو گئے۔ حسینؑ تین دن کے بھوکے پیاسے ہر شہید کی لاش پر پہنچے جب تمام اصحاب وانصار شہید ہو چکے تو حسینؑ خود جہاد کے لیے نکلے۔ رسول خدا کے گھوڑے پر سوار، ہاتھ میں ذوالفقار علیؑ لیکر ایک ایسا جہاد کیا کہ لشکر یزید سے الامان الامان کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اب وقت ختم ہو چکا تھا جنت آراستہ ہو چکی تھی۔ حضرت محمدؐ، حضرت علیؑ، جناب سیدہؑ، حضرت امام حسنؑ، انبیائے کرام اور فرشتے سب کے سب حسینؑ کے منتظر تھے۔ پھر کیا ہوا حسین نے تلوار نیام میں رکھ لی۔ ذوالجناح کی پشت پر رکوع کیا اور زمین کربلا پر وقت عصر آخری سجدہ ادا کیا۔ اور وہ آفتاب امامت جو تین شعبان ۴ ہجری کو مشرق مدینہ سے طلوع ہوا تھا۔ ۱۰ محرم ۶۱ ھ کو مغرب کربلا میں اپنے چہرہ اقدس پر خون ملے غروب ہو گیا۔

حسینؑ بظاہر دنیا سے اٹھ گئے مگر قیام قیامت تک کے لیے اسلام کی بنیادوں کو مضبوط و استوار کر گئے آج مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ہر طرف حسینؑ کی یاد باقی اور آپؑ کا نام زندہ ہے۔ اور قیامت تک زبانوں پر حسینؑ حسینؑ کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔ خواجہ معین الدین چشتی اپنی مشہور رباعی میں اس نکتہ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

شاہ است حسینؑ ، بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ ، دین پناہ است حسینؑ
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

ہر بیدار ملت اور روشن فکر منصف مزاج فرد حضرت امام حسینؑ کے قیام اور انقلاب کو سلام کرتا رہے گا اسی لیے جوش ملیح آبادی فرماتے ہیں

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

امام حسینؑ اور تحریک کربلا

اقوام عالم کی اہم شخصیات کی نگاہ میں

ڈاکٹر گبن (Dr. Gibben):

"حضرت علیؑ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت امام حسینؑ اپنے پدر بزرگوار کے تمام فضائل وکمالات روحانیہ کے صحیح وارث اور جانشین تھے"۔

گبن نے ڈکلائن اینڈ فال آف رومن ایمپائر (Decline & Fall of Roman Empire) کے صفحہ 287 میں لکھا ہے:

"امام حسینؑ نے اپنے اصحاب پر زور دیا کہ وہ (میدان کربلا سے) پیچھے ہٹ کر اپنی جانوں کی حفاظت کریں لیکن تمام (اعزاء و اصحاب) نے اپنے پیارے اور جان سے زیادہ عزیز امامؑ کو تنہا چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ امام حسینؑ نے دعا کر کے اور جنت کا یقین دلا کر انکی ہمت افزائی کی۔ روز عاشور کی ہولناک صبح کو امام حسینؑ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپؑ کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن مجید تھا آپ کے ساتھ ساتھ شہدا کا بہادر اور سخی گروہ صرف بتیس سوار اور چالیس پیادوں پر مشتمل تھا"۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں "حضرت امام حسینؑ کا پر درد واقعہ دور دراز ملک میں رونما ہوا جو بے رحم اور سنگدل کو بھی متاثر کر دیتا ہے۔ اگر چہ کوئی کتنا بے رحم ہو مگر امام حسینؑ کا نام سنتے ہی اس کے دل میں جوش ہمدردی پیدا ہو جائے گا"۔

مسٹر واشنگٹن (Mr. Washington):

مسٹر واشنگٹن ایک مشہور مفکر مغرب لکھتا ہے ''دس محرم الحرام 61 ھ مطابق 10 اکتوبر 681ء اس لاجواب لڑائی کی تاریخ ہے۔ کئی ہزار افواج کے ساتھ لڑنے میں بہتر آدمیوں کا زندہ رہنا محال تھا۔ زندگی تلف ہو جانے کا یقین کامل تھا نہایت آسانی سے ممکن تھا کہ امام حسینؑ یزید سے اس کی تمنا کے موافق بیعت کر کے اپنی جان بچا لیتے مگر اس ذمہ داری کے خیال نے جو مذہبی ریفارمر (Reformer) کی طبیعت میں ہوتا ہے اس بات کا اثر نہ ہونے دیا اور نہایت سخت مصیبت اور تکلیف پر ایک بے مثال صبر و استقلال کے ساتھ قائم رکھا۔ اولاد کا سامنے قتل عام ہونا چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کا مارا جانا' زخموں کی تکلیف عرب کی دھوپ پھر اس دھوپ میں زخمیوں کی پیاس ایسی تکلیفیں نہ تھیں جو کسی شخص کو اپنے ارادہ پر قائم و دائم رہنے دیتیں''۔

کارلائل (Carloil):

شہادت حسینؑ سے کیا سبق ملتا ہے؟ ہیروز اور ہیرو ورشپ (Hero & Hero Worship) کے مصنف مسٹر کارلائل لکھتے ہیں:

''آؤ ہم دیکھیں کہ واقعہ کربلا سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے۔ سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ شہدائے کربلا کو خدا کا کامل یقین تھا اور وہ اپنی آنکھوں سے اس دنیا سے اچھی دنیا دیکھ رہے تھے۔ اس کے علاوہ قومی غیرت اور حمیت کا بہترین سبق ملتا ہے جو اور کسی واقعہ سے نہیں ملتا اور ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ جب دنیا میں معصیت اور غضب وغیرہ بہت ہو جاتا ہے تو خدا کا قانون قربانی مانگتا ہے۔ اور اس کے بعد تمام راہیں صاف ہو جاتی ہیں''۔

شلڈریک (Scheldrick):

ایک مشہور مفکر مغرب واقعہ کربلا کے سلسلہ میں کہتا ہے: ''امام حسینؑ اپنی چھوٹی سی جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے آپؑ کا مقصد شان وشوکت اور طاقت و دولت کا حاصل کرنا نہ تھا۔ آپؑ ایک بلند اور عدیم المثال قربانی پیش کرنا چاہتے تھے۔ آپؑ کے بہادر گروہ کا ہر فرد مرد ہو یا عورت ہر ایک جانتا تھا کہ دشمنوں سے مقابلہ کرنا (ان کی تعداد کی کثرت کی وجہ سے) بہت دشوار ہے اور یہ کہ وہ صرف ان سے لڑنے کے لیے نہیں بلکہ ان کو شہید کرنے کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ باوجودیکہ (حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے) بچوں پر پانی تک بند کر دیا گیا لیکن وہ دہکتے ہوئے آفتاب کے نیچے تپتے ہوئے ریگستان پر عزم و استقلال کا پہاڑ بنے ہوئے قائم رہے۔ ان میں سے ایک بھی ایک لمحہ کے لئے بھی نہ گھبرایا بلکہ نہایت بہادری سے سخت اور شدید مصیبتوں کا بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مقابلہ کرتا رہا''۔

مسٹر براؤن (Mr. Browne):

اپنی مشہور کتاب تاریخ ادبیات ایران میں لکھتے ہیں کہ ''حسینؑ کا قتل مدینے کی تاراجی اور مکے کا محاصرہ ان تاریخی چیرہ دستیوں میں پہلی چیرہ دستی ایسی تھی جس نے تمام اسلامی دنیا کو لرزہ بر اندام کر دیا اور ایک شخص بھی جس کے سینے میں جذبات تھے اس دردناک کہانی کو سنکر بے چین ہوئے بغیر نہ رہ سکا''۔

مسٹر جان یونگ (Mr. John Yhoung):

چار سو اشعار میں امام حسینؑ مظلوم کا دردناک مرثیہ لکھتے ہیں اور کربلا کا خونی منظر دکھلا کر

آخر میں امام حسینؑ کی تعریف کرتے ہوئے اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں کہ

"امام حسینؑ دین دار، خدا پرست، فروتن، خلیق اور بے مثل بہادر تھے۔ امام حسینؑ سلطنت اور حکومت کیلئے نہیں لڑے بلکہ خدا پرستی کے جوش میں"۔

مہاتما گاندھی :

شہادت امام حسینؑ کی عظیم الشان نوعیت کا اعتراف 18 اپریل 1934ء کو یوں کرتے ہیں کہ میں نے کربلا کی المناک داستان اس وقت پڑھی جب کہ میں نوجوان ہی تھا اس نے مجھ کو دم بخود اور مسحور کر دیا تھا۔

پنڈت جواہر لال نہرو:

کہتے ہیں کہ کارنمایاں کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ اس سے کرنا چاہئے کہ اس کا دوسروں پر کتنا اثر مرتب ہوتا ہے۔ کس قدر وہ انہیں ابھار رہا ہے۔ کس قدر انکو طاقتور بنا رہا ہے اور کتنی شرافت و تہذیب ان میں پیدا کر رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ لاتعداد نسلیں کربلا کی اس قربانی اور عظیم سانحہ سے زبردست طریقے پر اثر پذیر ہوتی آئی ہیں۔ دوسرے پیغام میں جو آپ نے 1361ھ میں حسینؑ ڈے کمیٹی بمبئی کو بھیجا ہے لکھا ہے "اس شہادت میں ایک عالمگیر پیغام ہے حضرت حسینؑ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا مگر ایک ظالم حکومت کے سامنے اپنا سر نہ جھکایا۔ انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ ہماری مادی قوت دشمنوں کی قوت کے مقابلے میں کم ہے۔ ایمان کی قوت ان کے نزدیک سب سے بڑی قوت تھی جو ہر مادی قوت کو ہیچ سمجھتی تھی ہر فقہ ہر قوم کے لئے یہ قربانی راہ ہدایت ہے"۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ :

فرماتے ہیں کہ:

''امام حسینؓ سے بہتر اور روشن تر مثال دنیا میں پیش نہیں کی جاسکتی اس لیے کہ وہ مجسمہ تھے محبت و بہادری کا پیکر تھے اور پیکر تھے قربانی اور ایثار کا۔ ہر مسلمان کو بالخصوص ان کی زندگی سے سبق لینا چاہیے''۔

حضرت سید الشہداء **امام حسین** علیہ السلام

نام: حسینؑ

مشہور لقب: سید الشہداء

کنیت: ابوعبداللہ

والد محترم: حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ

والدہ: حضرت فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ

تاریخ ولادت: ۳ شعبان ۴ھ

جائے ولادت: مدینہ منورہ

تاریخ شہادت: دس محرم روز عاشور

سن شہادت: ۶۱ ہجری

محل شہادت: کربلا معلیٰ (عراق)

عمر مبارک: ۵۷ سال

مرقد شریف: کربلا معلیٰ (عراق)

دوران زندگی: اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا حصہ عصر رسولؐ خدا تقریباً چھ سال، دوسرا حصہ عصر حضرت علیؑ تقریباً تیس سال، تیسرا حصہ عصر حضرت امام حسنؑ تقریباً دس سال اور چوتھا حصہ مدت امامت تقریباً دس سال۔

فرامین حضرت امام حسینؑ

1۔ یا شیعته ال ابی سفیان ان لم یکن لکم دین و کنتم لا تخافون المعاد فکونو احراراً فی دنیا کم ۔

اے آل ابوسفیان کے شیعو اگر تمہارے پاس دین نہیں ہے اور نہ تم لوگ معاد سے ڈرتے ہوتو (کم از کم) دنیا میں ہی شریف بنو۔ (مقتل خوارزمی جلد۲ ص ۳۳)

2۔ من طلب رضا الناس بسخط الله و کله الله الی الناس ۔ جو لوگوں کی خوشنودی چاہے حالانکہ اس فعل سے خدا ناراض ہو تو خدا اسکو لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہے ۔ (بحارالانوار ج ۷۸ ص ۱۲۶)

3۔ ایاک و ظلم من لا یجد علیک ناصراً الی الله عزوجل ۔ جس کا مدد گار خدا کے علاوہ کوئی نہ ہو خبردار اس پر ظلم نہ کرنا۔ (بحارالانوار ج ۷۸ ص ۱۱۸)

4۔ من احبک نهاک و من ابغضک اغراک۔

جو تم کو دوست رکھے گا برائیوں سے روکے گا اور جو تم کو دشمن رکھے گا برائیوں پر ابھارے گا۔ (بحارالانوار ج ۷۸ ص ۱۲۸)

5۔ لا یکمل العقل الا با تباع الحق ۔ عقل صرف حق کی پیروی کرنے سے کامل ہوتی ہے۔ (بحارالانوار ج ۷۸ ص ۱۲۷)

6۔ مجالسة اهل الفسق ریبة ۔ ایک فسق و فجور کی صحبت بدنامی کی بات ہے۔ (بحارالانوار ج ۷۸ ص ۱۲۲)

7۔ البقاء من خشیة الله نجاة من النار ۔ اللہ کے خوف میں گریہ وزاری کرنا دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۲۹۴)

8۔ لا تا ذنو الاحدا حتی یسلم ۔ جب تک آنے والا سلام نہ کرے اس کو اندر

آنے کی اجازت نہ دو۔ (بحار الانوار ج ۷۸ ص ۱۱۸)

9۔ من علامات اسباب الجهل المماراة لغير اهل الفكر ۔غیر اہل فکر سے بحث ومباحثہ کرنا علامات جہالت میں سے ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۸ ص ۱۱۹)

10۔ منْ جاد ساد و من بخل رذل ۔جس نے سخاوت کی اس نے سیادت حاصل کی اور جس نے بخل کیا وہ ذلیل ہوا۔ (بحار الانوار ج ۷۸ ص ۱۲۱)

11۔ ان اجود الناس من اعطى من لا يرجوه ۔سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو ان کو بھی عطا کرے جن کو اس سے کوئی امید نہ ہو۔ (بحار الانوار ج ۷۸ ص ۱۲۱)

12۔ من نفس كربته مومن فرج الله عنه كرب الدنيا و الاخر ۔جو کسی مومن کی کرب و بے چینی کو دور کرے خدا اس کی دنیا اور آخرت کی بے چینی کو دور کر دیتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۸ ص ۱۲۱)

13۔ اذا سمعت احدا يتناول اعراض الناس فاجتهد ان لا يعرفك ۔اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ لوگوں کی غیبت کرتا ہے تو کوشش کرو کہ وہ تم کو نہ پہچان سکے۔ (بلاغۃ الحسینؑ: الکلمات القصار ص ۴۵)

14۔ لا ترفع حاجتك الا الى احد ثلاثة الىٰ ذى دين او مروة اور حسب ۔ اپنی حاجت صرف تین شخصوں سے بیان کرو، دیندار سے، جوانمرد سے، کسی باا ثر شخصیت سے۔ (بحار الانوار ج ۷۸ ص ۱۱۸)

15۔ اعمل عمل رجل يعلم انه ماخوذ با لاجرام مجزى بالاحسان ۔جس کام کو کرنا چاہتے ہو اس کو اس شخص کی طرح انجام دو جو یہ جانتا ہے کہ ہر گناہ کی سزا ہے اور ہر نیکی کی جزا ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۸ ص ۱۲۷)

16۔ للسام سبعون حسنة تسع و ستعون للمبتدى و واحده للردا ۔سلام کے ستر ثواب ہیں انہتر ثواب سلام کرنے والے کو ملتے ہیں اور ایک ثواب جواب دینے والے کو ملتا

ہے۔(بحارالانوار ج ۷۸ ص ۱۲۰)

17۔ لا تقولن فی اخیک اذا تواریٰ عنک الا ما تحب ان یقول فیک اذا تواریت عنہ ۔اپنے برادر(مومن) کے پس پشت وہی بات کہو جو تم کو پسند ہو کہ تمہارے پس پشت تمہارے بارے میں کہی جائے۔(بحارالانوار ج ۷۸ ص ۱۲۷)

فرقہ پرستی

یہ امر افسوسناک حد تک قابل مذمت ہے کہ پاکستان میں مسلمانوں کے اندر فرقہ پرستی کے ایسے جذبات پرورش پا چکے ہیں کہ جو خطرناک حد تک ہماری آزادی اور سالمیت و بقاء کے لئے ایک کھلے چیلنج کا درجہ رکھتے ہیں۔ بلاشبہ پاکستان ایک مذہبی آتش فشاں پہاڑ ہے اور فرقہ پرستی ایک آتش گیر لاوا کے طور پر جمع اور مسخ ہو چکا ہے۔ اندیشہ ہے کہ کہیں یہ مادہ پھٹ کر ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہوا میں نہ اڑا دے۔ مسلمان ایک اسلام ایک رسول اور ایک قرآن و قبلہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور دیگر ضروریات اسلام اور امور دین و دنیا میں ایک مسلم وحدت اور ایک اسلامی معاشرہ کے ممبر و رکن ہیں۔ بعض فروعی اور دینی اختلافات ہیں جو صدیوں سے نزاعی اور اختلافی مسائل کا درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن ان کو اچھال کر مسلم عوام میں ایک دوسرے کے خلاف جذبہ نفرت و حقارت' تعصب و تنگدلی کے فرقہ وارانہ جذبات کو ابھارنا اور ان میں منافرت کی خلیج حائل کرنا فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کر کے امن و سلامتی کو نقصان پہنچانا کسی طرح بھی جائز اور مناسب نہیں۔

ایک دوسرے پر تنقید اور تبصرے شریفانہ و عالمانہ اور روادارانہ حد تک تو درست سمجھے جا سکتے ہیں لیکن موجودہ حالات میں شیعہ' سنی' دیوبندی بریلوی تفریق نے ملک میں جو فرقہ وارانہ فضا قائم کر دی ہے وہ بڑی افسوسناک اور باعث تشویش ہے۔ اور حکومت وقت بھی اس سے بے خبر نہیں سمجھی جا سکتی اور نہ ہی عوام لاعلم ہے۔ ہم نے جہاں تک اس فرقہ پرستی اور کشیدگی پر غور کیا ہے تو معلوم ہوا ہے کہ ایک دوسرے پر الزام تراشی اس کی محرک ہے۔ یہ بھی باعث صد افسوس بات ہے کہ اب تو سیاسی اغراض سے بھی فرقہ پرستی ملوث ہو چکی ہے۔ اسلامی فرقوں میں ایک فرقہ ایسا ضرور موجود ہے جو متشددانہ حد تک انتہا پسند واقع ہوا ہے۔ اور وہ فرقہ وارانہ ہنگامہ آرائی اور اپنے نظریات کی تبلیغ و اشاعت میں ضرورت سے زیادہ متشدد اور ہم عصر اسلامی فرقوں پر دل آزار تقریری

اور تحریری حملوں سے اور فرقہ پرستانہ ہنگامہ آرائی کے ساتھ تاریخ دلچسپی کا حامل ہے۔اور اپنے اسلام کے سوا باقی تمام مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھتا ہے اور انکے اعتقادات پر اور نظریات پر متشددانہ حملے کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔وہ سب پر تو تنقید کرتا ہے لیکن اپنے اوپر تنقید پسند نہیں کرتا ۔اس تشدد پسندانہ پالیسی کی بدولت پاکستان میں فرقہ واریت بڑھتی چلی جارہی ہے۔اور ہندو' مسلم' سکھ کے سوال کی طرح پاکستان میں شیعہ' وہابی' دیوبندی صوفی تفریق کے میدان سرگرم نظر آتے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ حکام اور عوام اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔آج کوئی افسر تبدیل ہوکر جب آتا ہے تو سب سے پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے؟ یہ افسوسناک صورت اب سیاست میں داخل ہوچکی ہے اور انتخابات میں فرقہ پرستی کے سہارے ووٹ حاصل کئے جاتے ہیں جو وطن عزیز کی بدقسمتی کا موجب ہیں۔ان پر ہر محب وطن کو افسوس ہے اور حکومت وقت کو اس مذہبی فتنہ کی سرکوبی کیلئے جرات اور ہمت سے کام لینا چاہیئے۔

ایک ضرورت

تاریکی و جہالت کے اس پر آشوب و پرفتن دور میں جب کہ مذہب اہلبیتؑ کی مخالف جماعتیں پورے زور و شور سے اس کو صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹانے کیلئے سر توڑ کوشش کر رہی ہیں۔ تو محمدؐ و آل محمدؐ کی اس امانت کو آنے والی نسلوں تک پہنچانے کے لیے ہمیں ایسی فعالیت اور تبلیغ کی ضرورت ہے۔ جو اس مقدس امانت کو آنے والی نسلوں تک اسی شکل و صورت میں پہنچائے جس طرح آئمہ اہلبیتؑ نے قید و بند کی صعوبتیں جھیل کر باطل کے ظلم و جور اور پر فریب تبلیغ کو دلائل و براہین اور حقائق و معارف سے بچھاڑ کر قرآن و سنت کی روشنی میں اس کو نمایاں خدوخال کے ساتھ ہم تک پہنچایا۔ ہم اس پرفتن دور میں اپنے علمائے کرام سے دست بستہ عرض کریں گے کہ وہ اپنے منصب کو سمجھتے ہوئے اس سے وفا کریں اور علوم محمدؐ و آل محمدؐ کو صحیح طور پر بلا خوف و خطر ملت جعفریہ تک پہنچائیں۔ اور فلسفہ تعلیمات آل محمدؐ کے ہر گوشہ اور ہر پہلو کو قرآن و سنت' بالغانہ فکر و نظر اور محققانہ دلائل کی روشنی میں اس طرح اجاگر کریں کہ بدترین مخالف بھی فضیلت اور علوم اہلبیتؑ کے اقرار پر مجبور ہو جائے۔ اعلائے کلمہ حق کے لئے بیش بہا قربانیاں شیعہ اکابرین نے ماضی میں دی ہیں ان پر نظر ڈالنے سے انسان لرزہ براندام ہوتا ہے۔

آیئے اور اپنے اسلاف کی تاریخ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ذاتی بحث و مباحثہ کی وادیوں سے دور نکل کر اپنی سابقہ شاندار روایات کی فضا میں اخلاق و شرافت اور تہذیب و متانت کا دامن ہاتھ میں تھامے ہوئے ایک پلیٹ فارم اور ایک موثر نصب العین کے تحت مضبوط و منظم اور چالاک دشمن کا مقابلہ کر کے اپنی مذہبی زندگی کا جواز پیش کریں۔ وہ مذہب کہ جس کی بقاء اور حیات جاودانی کے لئے بیش بہا قربانیاں دی گئی ہیں۔ آج وہ دین اور مذہب ہمارے پاس امانت ہے۔ اس دین و شریعت کو اپنی اغراضی کی نظر نہ ہونے دیں۔ دین کو اغراض پر قربان نہ کریں۔ بلکہ اپنی اغراض کو

اس مقدس شریعت پر قربان کریں۔

معرکہ کربلا میں امام عالی مقامؑ نے سب سے اہم درس جو دیا ہے وہ یہی ہے کہ دین و شریعت کی اہمیت وفوقیت ہر شے پر مقدم ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس دین کی بقاء کیلئے خود امام حسینؑ کو قربان ہونا پڑے تو قربان ہو جائیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؑ نے اپنے خطبات میں فرمایا کہ اگر دین کی بقاء میری شہادت میں مضمر ہے تو اے تلوارو آؤ حسینؑ پر ٹوٹ پڑو۔ امامؑ نے اس دین کی حفاظت اور بقاء کی خاطر کیا کچھ قربان نہیں کیا۔

تاریخ کربلا کا مطالعہ کرنے سے، پتہ چلتا ہے کہ حسینؑ نے اپنا سب کچھ اس دین پر قربان کر کے اللہ کے نظام کو بچایا اور پیغمبر اسلامؐ کے پیغام کو پہنچایا۔ تو ضرورت اس امر کی ہے کہ آج محراب و منبر پر توجہ دی جائے اور ان دونوں جگہوں کو تبلیغ و ترویج علوم آل محمدؐ کے لئے فعال سے فعال تر کیا جائے۔ چونکہ مساجد اسلامی مورچے ہیں ان کی حفاظت امر ضروری ہے۔ اگر مورچے خالی کر دیئے جائیں تو سوائے تباہی و بربادی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری قوم نے حقیقت میں آج کے دور میں ان مورچوں کو خالی چھوڑ رکھا ہے۔ کوئی بھی صاحب عقل وشعور اس امر پر متفق نہیں ہے اور اس خبر کو پسند نہیں کر رہا اور جس طرح سے مساجد خالی ہیں اسی طرح سے منبر بھی ایسی ہی کیفیت کا شکار ہیں۔ جو مقاصد اس منبر سے حاصل ہونے چاہئیں وہ مفقود ہیں۔

آنحضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نام: محمدؐ، احمدؐ

مشہور لقب: رسول اللہؐ، خاتم النبیین

کنیت: ابوالقاسم

والد محترم: حضرت عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ

والدہ: حضرت آمنہؑ بنت وہب

تاریخ ولادت: سترہ ربیع الاول 571ء

وقت ولادت: طلوع فجر

یوم ولادت: جمعۃ المبارک

جائے ولادت: مکہ مکرمہ

زمانہ نبوت: ۲۳ سال (۴۰ سال سے لیکر ۶۳ سال کی عمر تک)

آغاز نبوت: ۲۷ رجب المرجب

تاریخ شہادت: ۲۸ صفر المظفر

سن شہادت: ۱۱ ہجری

جائے شہادت: مدینہ منورہ

روز شہادت: سوموار

مرقد منورہ: مدینہ منورہ مسجد نبوی کے کنارے

آپؐ کی زندگی مبارک کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ نبوت سے پہلے مکہ میں 40 سال

2۔ نبوت کے بعد مکہ میں 13 سال

3۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کے تقریباً 10 سال

احادیث مبارکہ

1۔ اذا ظهرت البدع فی امتی فلیظهر العالم علمه فمن لم یفعل فعلیه لعنة الله ۔ جب میری امت میں بدعتیں پھوٹ پڑیں تو عالم کی ذمہ داری ہے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ (اصول کافی ج ا ص ۵۴)

2۔ شر الناس من باع آخرته بدیناه و شر من ذلک من باع آخرته بدینا غیره ۔ سب سے بدتر وہ شخص ہے جو اپنی آخرت اپنی دنیا کے لئے بیچ دے اور اس سے بھی بدتر وہ شخص ہے جو اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے لئے بیچ دے۔ (بحارالانوار ج ۷۷ ص ۴۶)

3۔ من ارضی سلطانا بما یسخط الله خرج من دین الله ۔ جو شخص کسی چیز میں اپنے خدا کو ناراض کر کے بادشاہ کو راضی کر دے وہ دین خدا سے خارج ہے۔ (تحف العقول ص ۵۷)

4۔ من اتی غنیا فتضع له ذهب ثلثا دینه ۔ جو کسی دولت مند کے پاس آکر (اس کی دولت کی وجہ سے) اس کا احترام کرے اس کا 2/3 دین چلا جاتا ہے۔ (تحف العقول ص ۸)

5۔ اذا کان یوم القیامة وزن مداد العلماء بدماء الشهدا فیرجع مداد العلماء علی دماء الشهدا ۔ قیامت کے دن علماء کی روشنائی کو شہداء کے خون سے تولا جائے گا اس وقت علماء کے قلم کی روشنائی کا وزن شہدا کے خون سے زیادہ ہوگا۔ (لئالی الاخبار ج ۲ ص ۲۷۲)

6۔ ملعون من القی کله علی الناس ۔ جو شخص اپنا بوجھ لوگوں پر ڈال دے وہ ملعون ہے۔ (تحف العقول ص ۳۷)

7۔ یا علیؑ لا تغضب فاذا غضبت فاقعدؑ و تفکر فی قدرة الرب علی

العباد و حلمه عنهم ۔اے علیؑ (پہلی بات تو یہی ہے کہ) غصہ نہ کرو اور اگر غصہ آ جائے تو غصے کے وقت بیٹھ جاؤ اور خدا کی اپنے بندوں کے متعلق حلم و بردباری کے بارے میں غور کرو۔ (تحف العقول ص ۱۴)

8۔ ما من عبد یخلص العمل لله تعالیٰ اربعین یوما الاظهر ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه ۔جو شخص اپنے عمل کو خلوص کے ساتھ پے در پے چالیس دن تک اپنے خدا کے لئے کرے تو خدا اس کے قلب سے حکمت و معرفت کے چشمے اس کی زبان پر جاری کر دیتا ہے۔(جامع السعادات ج ۲ ص ۴۰۴)

9۔ انا مدینة العلم و علی بابها فمن اراد العلم فلیات الباب ۔میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے پس جو شخص تحصیل علم کرنا چاہتا ہے اس کو دروازہ سے آنا چاہئے۔ (جامع الصغیر ج ۱ ص ۴۱۵)

10۔ ان الله تبارک و تعالی لا ینظر الی صورکم ولا الی اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم ۔خدا نہ تمہاری صورت کو دیکھے گا نہ مال کو دیکھے گا بلکہ وہ تمہارے دل اور کردار کو دیکھے گا۔(بحار الانوار ج ۷۷ ص ۷۵)

11۔ لا یلدغ المومن جعد مرتین ۔مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔(مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۱۵)

قائد محترم

نوجوانانِ ملت کو موت کے حوالے ہونے سے بچائیں

قارئین محترم! یوں تو جب سے ماہنامہ پیام نجف کا آغاز ہوا ہے اور اس نے اپنے مختصر عرصہ حیات میں افرادِ علم و دانش میں ایک مقام حاصل کیا ہے۔ اس کے بارے میں بہت سے خطوط روزانہ موصول ہوتے ہیں۔ جن میں سے بعض پیام نجف کو سراہتے ہیں، بعض مشورے دیتے ہیں اور بعض قومیات کے حوالے سے ہوتے ہیں اور بعض تنقیدی بھی ہوتے ہیں۔ چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فروع دین میں ہیں اور یہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ (جس حد تک ممکن ہو) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض کو انجام دے۔

اسی بنا پر ایک خط جو کہ سیالکوٹ جیل سے آیا ہے، یہاں شائع کیا جا رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہماری اس گذارش کو بھی مختلف رنگ دیئے جائیں گے۔ اور بعض جیالے جو کنویں کے مینڈک ہوتے ہیں اس بات کو برا سمجھتے ہوئے مختلف بہتان اور الزام تراشی کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم حق بات بھی کہنے کے مجاز نہیں ہیں اور ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ تنقید (جو کہ تعمیری ہو) کو ہم مطلقاً برا سمجھتے ہیں۔ اور اپنے نظریے کے مخالف کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور ہمارے معاشرے کا تو یہ حال ہے کہ ہماری کوشش ہوتی ہے اسلام کو ہمارے نظریے کے مطابق ہونا چاہیے نہ کہ ہمارے نظریات کو اسلام کے مطابق۔

سطور بالا میں بیان کر چکا ہوں کہ ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ سے برادر سید احسن عباس اسیر امامیہ پنجاب یونیورسٹی کیس کا ایک خط جو کہ درد سے بھرا ہوا ہے اور حقائق سے پردہ اٹھاتا ہوا اپنے قائد ملت جعفریہ سے اپیل کرتے ہوئے یہ آواز دے رہا ہے کہ قائد محترم! نوجوانان ملت کو موت کے حوالے ہونے سے بچائیں وہ جوان جو اپنی پوری زندگی مخلصانہ طور پر تحریک پر قربان کر دیتے

ہیں خدمت دین سمجھتے ہوئے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے خلوص سے غلط مقصد اٹھایا جائے اور اپنے مفادات کا تحفظ کیا جائے۔آخر یہ بچے جو آج کے بچے اور کل کے معمار ہیں اور کل کا مستقبل ہیں ان کو کیوں تباہ کیا جارہا ہے؟

ایم اے۔ایم ایس سی۔بی اے۔وغیرہ کے طالب علم جو کہ اپنی تعلیمی زندگی کے آخری مراحل میں داخل ہو چکے ہوتے ہیں۔اور جن کو یہاں تک پہنچانے کیلئے غریب ماں باپ کی شب و روز کی محنت وزحمت و مشقت تمام ہو چکی ہوتی ہے۔اوران کے وہ خواب جو سالہا سال سے ان کے دلوں میں اور آنکھوں میں بسے ہوتے ہیں اور جب ان خوابوں کے شرمندہ تعبیر ہونے کا وقت آتا ہے اور مستقبل کے سنورنے کا ٹائم ہوتا ہے تو پورے خواب کرچی کرچی ہو جاتے ہیں اور مستقبل تاریک ہو کر رہ جاتا ہے۔بڑا دکھ ہوتا ہے جب ان حالات پر نظر پڑتی ہے کہ ہمارے افراد جو کہ زمامدار بنے ہوتے ہیں وہ کس طرح ان سادہ لوح جوانوں کو اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر لقمہ اجل بنا دیتے ہیں۔اور پھر انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ تحریک کے سب افراد اور تحریک کا کوئی یونٹ ان کی طرف توجہ نہیں فرماتا۔نہیں ایسا بالکل نہیں ہے بلکہ ایسے افراد ہیں مگر وہ ہیں کہ جن کے دائرہ اختیار میں سوائے چند ایک ملاقاتوں اور چند جزوی مسائل کے حل کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔اور وہ اس سے زیادہ کر بھی کچھ نہیں سکتے۔اور یہ حضرات بھی جو تھوڑا بہت کرتے ہیں فقط اپنی ذاتی کوشش و ہمت ہوتی ہے۔ جیسا کہ میں نے دیکھا ہے کہ اس دفعہ محرم کے ایام میں تحریک اور امامیہ آرگنائزیشن اور آئی ایس او کے لوکل یونٹس نے قیام عزاداری ایام حسینؑ کے سلسلہ میں کافی حد تک محنت کی ہے اور مختلف میٹنگز اور ملاقاتوں سے کامیاب ہوئے۔اور ڈی سی سیالکوٹ اور سپریڈنٹ جیل سیالکوٹ سے اجازت نامہ حاصل کیا اور اس طرح وہ اسیران امامیہ جو جیل میں تھے عزاداری امام مظلوم کربلاؑ کی عظیم عبادت سے مشرف ہوئے۔اور اس کام میں خصوصاً امامیہ نوجوان اور لوکل یونٹ کے افراد اور خصوصاً ملک نصراللہ صدر تحریک جعفریہ تحصیل ڈسکہ نے تگ و دو اور محنت کی۔اس طرح کی گئی

مثالیں ایک آدھ جگہ پر اور مل سکتی ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بس اتنا ہی کافی ہے یا ہمیں اور بھی کچھ کرنا چاہیے؟ اور خصوصاً ہمارے اکابرین تحریک کو اس ضمن میں سوچنا چاہیے یا کہ نہیں؟ کیا ان کی ضرورت کوئی ضرورت اور ذمہ داری ہے بھی یا نہیں؟ بہر حال مضمون کی طوالت کے پیش نظر گفتگو کو ختم کرتا ہوں اگر چہ اس موضوع پر بہت کچھ ایسا ہے جو کہ لکھنا چاہیے۔ اور اگر وقت نے اجازت دی اور موقع ملا تو پھر کسی موقع پر ضرور اس موضوع پر قلم اٹھائی جائے گی۔

ہر چند اختلاف کے پہلو ہزار تھے
وا کر سکا مگر لب گویا نہ تو نہ میں

بس قائد محترم سے اتنی سی گذارش ہے کہ وہ اس طرف توجہ دیں اور قوم وملت کے جوانوں کو موت کے اس اژدھا سے بچائیں اس میں آپ کی قیادت کا تحفظ بھی ہے اور تحریک کا استحکام بھی اور یہ ہمارا مخلصانہ و دردمندانہ مشورہ بھی ہے۔

منظور ہے گذارش احوال واقعی
مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے

ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ سے خط

واجب الاحترام جناب آغا سید سبطین حیدر سبزواری صاحب

السلام علیکم! مزاج گرامی

عشرہ محرم کے دوران جیل میں تشریف لانے پر آپ کے بے حد ممنون و مشکور ہیں آپ کی ایمان افروز تقریر اور تبلیغی مجلس سے یہاں کے مومنین بہت مستفید ہوئے اور قیدیوں وحوالاتیوں کی حوصلہ افزائی ہوئی کہ ہمارے تنظیمی علماء ہمارے لیے بے لوث زحمات فرما رہے ہیں۔

قبلہ صاحب آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے آپ سے اسیران امامیہ کے جیل کے مسائل بیان کیے تھے اور آپ نے انہیں تحریراً بھجوانے کا کہا تھا۔

مختصراً عرض یہ ہے کہ ہمارے اسیران امامیہ بالکل بے گناہ ہیں۔ اور تحریک کے اکابرین نے انہیں چھ ماہ یا ایک سال میں بری کروانے کا کہہ کر پیش کروایا ہے۔ بیشتر اسیران کے حالات کے بارے میں ان کے تفصیلی خطوط بھی میرے پاس موجود ہیں۔ تقریباً سب کے حالات تھوڑی بہت کمی بیشی کے ساتھ یکساں ہیں۔

محض تحریک کا فعال کارکن ہونے کی وجہ سے ایف آئی آر میں مخالف گروہ ان کا نام دے دیتا ہے۔ یہ اپنے تحفظ کے لیے کسی محفوظ مقام پر چلے جاتے ہیں۔ اکابرین انہیں کہتے ہیں کہ ہم نے انتظامیہ سے بات کر لی ہے۔ تم چھ ماہ سے ایک سال تک بری ہو جاؤ گے۔ ملت کو تمہاری ضرورت ہے فوراً آ جاؤ۔ پھر انہیں اپنے ہاتھوں انتظامیہ کو پیش کرتے ہیں انتظامیہ کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں اور پھر ان کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔

انہیں یا تو سزائے موت ہو جاتی ہے یا پھر عمر قید۔

چھ چھ سال گزر جاتے ہیں اور اکابرین ملت ان کی اپیل تک نکلوانا گوارا نہیں کرتے۔ بلکہ ملاقات تک بھی نہیں کرتے۔ اکثر اسیران تنظیمی طور پر لاوارث جیل کاٹتے ہیں (یہ لاوارث کا لفظ ہر اسیر نے اپنے خط میں لکھا ہے)۔ میں مزید کیا لکھوں آپ کو ان کے پتہ جات دے دیتا ہوں خود خط لکھیں اور کیس و جیل کے مسائل دریافت کریں تاکہ آپ کو حالات سے براہ راست آگاہی حاصل ہو سکے۔

(میں بھی ایڈریس اس لیے تحریر کر رہا ہوں کہ قارئین کرام میں سے اگر کوئی تحقیق کرنا چاہے تو کر لے)

1۔ اسیر امامیہ رانا کاظم علی حیدری (حق نواز جھنگوی کیس) قیدی ۲۵ سالہ بی کلاس چکیاں سنٹرل جیل فیصل آباد۔

2۔ اسیر امامیہ طاہر علی سیال (حق نواز جھنگوی کیس) قیدی سزائے موت بی کلاس پہرہ نمبر۹ سنٹرل جیل فیصل آباد۔

3۔اسیر امامیہ سید اسحاق شاہ عرف ساقی شاہ (مولوی مختار جھنگوی کیس) قیدی سزائے موت بی کلاس پہرہ نمبر۹ سنٹرل جیل فیصل آباد۔

4۔ اسیر امامیہ سید باقر حسین نقوی (موٹڈ کا کیس) قیدی سزائے موت بی کلاس بیرک نمبر۵ سنٹرل جیل ملتان۔

5۔ اسیر امامیہ وسیم عباس خان (علی پور کیس) قیدی سزائے موت بی کلاس بلاک نمبر۵ نیو سنٹرل جیل ملتان۔

6۔ اسیر لعامیہ ملک محمد تقی زرگر (جھر کل کیس) ۲۵ سالہ قیدی بیرک نمبر۹ کمرہ نمبر۴ نیو سنٹرل جیل ملتان۔

7۔ اسیر امامیہ ملک محمد شہباز گھلو (علی پور کیس) ۲۵ سالہ قیدی بی کلاس سنٹرل جیل بہاولپور۔

بہاولپور میں کچھ ایسے سزائے موت والے اسیران امامیہ بھی ہیں جن کے بارے میں شہباز صاحب بتا سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں تجویز یہ ہے کہ قائد محترم اسیر کمیٹی قائم کریں جس میں ہر ضلع سے نمائندگان لیے جائیں تا کہ وہ اسیران کی ہفتہ وار ملاقات کریں' ان کو سامان ضرورت پہنچائیں اور ان کے مسائل کو حل کریں۔

پنجاب کی ہر جیل میں صبح دو گھنٹے دینی کلاس لگتی ہے۔محکمہ جیل خانہ جات اپنا ٹیچر بھیجتا ہے۔ سپاہ صحابہ کے شعبہ جمیعت تعلیم القرآن کے تحت ہر جیل میں مولوی جاتے ہیں جو وہابیت پھیلاتے ہیں۔

شیعہ حضرات ان سے درس پڑھنے پر مجبور ہیں ہمارے سوائے دو یا تین جیلوں میں کہیں

کوئی عالم نہیں جاتا۔ ان دو یا تین جگہ پر بھی محض ہفتہ وار نماز جمعہ یا مجلس کے عنوان سے جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ضلعی نمائندگان سے لے کر قائد محترم تک بار بار خطوط لکھے جا چکے ہیں لیکن شومئی قسمت ہر آواز صدائے بے صحرا ثابت ہوتی ہے۔

جناب آغا صاحب یہ مسائل آپ تک پہنچائے ہیں اور اپنی شرعی ذمہ داری پوری کی ہے۔ انشاءاللہ آپ بھی ہماری گذارشات قائد محترم تک پہنچائیں گے۔

آپ کی زحمت، خلوص اور شفقت کے لیے دوبارہ ممنون ہوں۔

والسلام

سید احسن عباس اسیر امامیہ

پنجاب یونیورسٹی کیس ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ

حضرت امام **حسن عسکری** علیہ السلام

نام: حسنؑ

مشہور لقب: عسکریؑ

کنیت: ابو محمد

والد گرامی: حضرت امام علی نقیؑ

والدہ محترمہ : سلیل (س)

تاریخ ولادت: 8 ربیع الآخر یا 24 ربیع الاول

سن ولادت: 232 ہجری قمری

جائے ولادت: مدینہ منورہ

تاریخ شہادت: 8 ربیع الاول

سن شہادت: 260 ہجری قمری

جائے شہادت: سامراء

سبب شہادت: معتمد عباسی نے زہر دلوایا۔

عمر مبارک: 28 سال

جائے مدفن : شہر سامراء

دوران زندگی :

آپؑ کی زندگانی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ قبل از امامت: 22 سال (۲۳۲ھ سے لے کر سن ۲۵۴ھ تک)

2۔ مدت امامت: 6 سال (۲۵۴ھ سے ۲۶۰ھ تک)

آپؑ زندگی بھر اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے زیر نظر تھے اور آخر میں زہر دے کر شہید کرا دیا گیا۔

فرامین حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

1۔ ما ترک الحق عزیز الا ذل و لا اخذ به ذلیل الا عز ۔جس عزت دار نے حق کو چھوڑا وہ ذلیل ہوا اور جس ذلیل نے حق پر عمل کیا وہ صاحب عزت ہو گیا۔(تحف العقول ص۴۸۹)

2۔ فاما من کان من الفقهاء صائناً لنفسه حافظاً لدینه مخالفاً علی هواه مطیعاً لامر مولاه فللعوام ان یقلدوه ۔فقہاء میں سے جو اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہو اور دین کی حفاظت کرنے والا ہو، خواہشات نفسانی کی مخالفت کرنے والا ہو اپنے آقا کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہو، عوام کو چاہیے کہ اس کی تقلید کریں۔(وسائل الشیعہ ج۱۸ص۹۵)

3۔ سیاتی زمان علی الناس و جوههم ضاحکة مستبشرة و قلوبهم مظلمة منکرة، السنة فیهم بدعة، والبدعة فیهم سنة، المومن بینهم محقر، والفاسق بینهم موقر، امرا و هم جاهلون حائرون و علماء و هم فی ابواب الظلمة ۔عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ ان کے چہرے خنداں و شادماں ہوں گے، ان کے دل تیرہ و تاریک ہوں گے۔سنت خدا بدعت اور بدعت الٰہی سنت ہو گی۔ان کے درمیان مومن حقیر اور فاسق محترم ہو گا، ان کے علماء ظالموں کے دربار میں ہوں گے ان کے فرماں روا جاہل و ستم گیر ہوں گے۔(مستدرک الوسائل ج۲ص۳۲۲)

4۔ من وعظ اخاه سراً فقد زانه و من وعظه علانیة فقد شانه۔جس نے اپنے برادر مومن کو پوشیدہ طور پر نصیحت کی اس نے اس کو آراستہ کیا اور جس نے اعلانیہ نصیحت کی اس نے اس کے ساتھ برائی کی۔(تحف العقول ص۴۸۹)

5۔ خیر اخوانک من نسی ذ نبک و ذکر احسانک الیه ۔تمہارا بہترین بھائی وہ ہے جو تمہارے گناہ بھول جائے اور تم نے جو اس پر احسان کیے ہیں ان کو یاد رکھے۔ (بحار ج ۷۸ ص ۳۷۹)

6۔ قلب الا حمق فی فمه و فم الحکیم فی قلبه ۔احمق کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور حکیم کا منہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔(بحار ج ۷۸ ص ۳۷۳)

7۔ من رکب ظهر الباطل نزل به دار الندامة ۔جو پشت باطل پہ سوار ہوگا (غلط کام کرے گا) وہ پشیمانی کے گھر میں اترے گا۔(بحار الانوار ج ۷۸ ص ۳۷۹)

8۔ الغضب مفتاح کل شر ۔غصہ ہر برائی کی چابی ہے۔(بحار الانوار ج ۷۸ ص ۳۷۳)

9۔ لا تمار فیذ هب بها وک و لا تمازح فیجترا علیک ۔جنگ وجدال نہ کرو ورنہ تمہاری عزت وآبرو ختم ہو جائے گی اور مذاق وشوخی نہ کرو ورنہ لوگوں کی جرات بڑھ جائے گی۔(تحف العقول ص ۴۸۶)

10۔ ما اقبح بالمومن تکون له رغبة قذ له ۔مومن کے لیے کتنی بری بات ہے کہ ایسی چیز کی طرف رغبت رکھے جو اس کی ذلت ورسوائی کا باعث ہو۔(انوار البهیة ص ۳۵۳)

11۔ المومن برکة علی المومن و حجة علی الکافر ۔مومن' مومن کے لیے باعث برکت اور کافر کے لیے حجت ہے۔(تحف العقول ص ۴۸۹)

12۔ خصلتان لیس فوقهما شئی الایمان بالله و نفع الاخوان ۔دو خصلتیں ایسی ہیں جن سے اوپر کوئی شے نہیں ہے۔اللہ پر ایمان اور برادر مومن کو نفع پہنچانا۔(تحف العقول ص ۴۸۹)

13۔ من الفواقر التی تقصم الظهر جار ان رامی حسنة اخفاها و ان رامی سیئة افشاها ۔کمر شکن مصائب میں سے وہ پڑوسی ہے جو اچھی بات کو چھپالے اور بری

بات کو طشت از بام کردے۔ (بحار ج ۷۸ ص ۳۷۲)

14۔ التواضع نعمة لا یحسد علیها ۔انکساری ایک ایسی نعمت ہے جس پر حسد نہیں کیا جاسکتا۔ (تحف العقول ص ۴۸۹)

15۔ لیس من الادب اظهار الفرح عند المحزون ۔غمگین آدمی کے سامنے خوشی کا اظہار کرنا خلاف ادب ہے۔ (بحار ج ۷۸ ص ۳۸۹)

16۔ اقل الناس راحة الحقود ۔کینہ رکھنے والے لوگ سب سے زیادہ بے آرام ہوتے ہیں۔ (بحار ج ۷۸ ص ۳۷۳)

17۔ جعلت الخبائث فی بیت و الکذب مفا تیحها ۔تمام برائیوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا اور جھوٹ کو اس کی چابی قرار دیا گیا ہے۔ (بحار ج ۷۸ ص ۳۷۳)

18۔ ان للسخاء مقداراً فان زاد علیه فهو سرف و للحزم مقداراً فان زاد علیه فهو جبن ۔سخاوت کی ایک مقدار ہوتی ہے اگر اس سے آگے بڑھا جائے تو فضول خرچی ہوتی ہے۔اور دور اندیشی کی ایک حد ہے اگر اس سے آگے بڑھا جائے تو بزدلی ہے۔

19۔ وللا قتصاد مقداراً فان زاد علیه فهو بخل ' و للشجاعة مقداراً فان زاد علیه فهو تهور ۔میانہ روی کی بھی ایک حد ہے اگر اس سے بڑھا جائے تو بخل ہے' شجاعت کی ایک حد ہے اگر اس سے بڑھ جائے تو تہور ہے۔ (بحار ج ۷۸ ص ۳۷۷)

20۔ من کان الورع سجیته والکرم طبیعته و الحلم خلته کثر صد یقه ۔ جس کی عادت تقویٰ ہو کرم طبیعت ہو اور حلم اس کی خلت ہو تو اس کے دوست بہت ہوں گے۔ (بحار ج ۷۸ ص ۳۷۹)

21۔ اذا نشطت القلوب فا ودعوها و اذا نفرت فرد وها ۔جس وقت قلوب مسرور ہوں ان میں ودیعت کرو اور جس وقت خالی اور متنفر ہوں ان کو چھوڑ دو۔ (بحار ج ۷۸ ص ۳۷۹)

22۔ فرض اللہ تعالیٰ الصوم لیجد الغنی من الجوع لیحنو علی الفقیر ۔خداوند عالم نے روزہ اس لیے واجب قرار دیا ہے تاکہ مالدار (بھوک و) پیاس کا مزہ چکھے اور اس کی وجہ سے فقیر پر مہربانی کرے۔ (کشف الغمہ ج ۲ ص ۱۹۳)

23۔ لا یشغلک رزق مضموض عن عمل مفروض ۔جس رزق کی خدا نے ضمانت دی ہے (اس کی طلب) تم کو واجب عمل سے نہ روک دے۔ (بحار ج ۲ ص ۳۷۴)

24۔ ایاک و الا داعة و طلب الریاسة فانهما ید عون الی الهلاکة ۔ خبردار ریاست اور شہرت طلبی سے بچو کیونکہ یہ دونوں ہلاکت کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ (بحار ج ۷۸ ص ۳۷۱)

25۔ اتقوالله و کونو زیناً ولا تکونو شیناً ۔اللہ سے ڈرو اور (ہمارے لیے) باعث زینت بنو اور باعث برائی نہ بنو۔ (تحف العقول ص ۴۸۸)

26۔ لا یدرک حریص مالم یقدر لہ ۔حریص آدمی اپنے مقدر سے زیادہ حاصل نہیں کر سکتا۔ (تحف العقول ص ۴۸۹)

27۔ جسارة الولد علی والده فی صغره تدعو الی العقوق فی کبره ۔ بچپنے میں بچے کی اپنے باپ سے جسارت، بڑا ہو کر اسکے عاق ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ (بحار ج ۷۸ ص ۳۷۴)

28۔ من الجهل الضحک من غیر عجب ۔بغیر تعجب کے ہنسنا جہالت کی علامت ہے۔ (تحف العقول ص ۴۷۸)

29۔ من لم یتق وجوه الناس لم یتق الله ۔جو لوگوں کے سامنے برائی کرنے سے نہیں ڈرے گا وہ خدا سے بھی نہیں ڈرے گا۔ (بحار ج ۷۸ ص ۳۷۷)

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

موجودہ دور میں جس لادینیت کا بے پناہ سیلاب آیا ہوا ہے اس نے ہر فرد کو متاثر ہی نہیں کیا بلکہ موجودہ رنگ میں رنگ رکھ دیا ہے۔ اپنے اسلاف کے کارناموں کو فراموش کر دیا گیا ہے۔ مذہب سے بیگانگی اور دوری روز بروز بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ علمائے حق کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ حضرات دین کو اپنی رائے اور خیالات باطل کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور ہر مسئلہ میں تاویل سے کام لیا جاتا ہے۔ اس شخص کو جو احکام دین کی پابندی کی بات کرتا ہے قدامت پسند کہا جاتا ہے اور وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب مہربانی ہے سینمابینی کی (جو آج کل تقریباً ہر گھر میں موجود ہے) جہاں حسن وعشق کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جہاں دھوکے بازی کے گر بتائے جاتے ہیں۔ جہاں سائنسی طریقہ سے چوری کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ بے حیائی کا درس دیا جاتا ہے۔ جہاں جھوٹے اور من گھڑت خیالی قصے تصنیف کر کے بچوں جوانوں کے اخلاق کو خراب کیا جاتا ہے۔ اور انہیں بے راہ روی کا سبق دیا جاتا ہے۔ یہ سب اسی سینمابینی کی برکات کا نتیجہ ہے کہ ہم مذہب سے ناآشنا ہو چکے ہیں۔ بزرگوں کا ادب کرنا بھول گئے ہیں۔ والدین کی وقعت نگاہ میں نہیں رہی۔ اگر ایکٹر نے لمبے لمبے بال رکھے ہیں تو ہمارے نوجوان بھی اس کی پیروی میں اپنے بال لمبے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایکٹر بننا فخر سمجھتے ہیں اور اس لائن میں آکر اپنے ناموں کے ساتھ زیدی ' نقوی' رضوی اور کاظمی وغیرہ کا بے لحاظ استعمال کرتے ہیں۔ یہ اپنے ہی اوپر ظلم نہیں بلکہ جن سے نسبت دی جارہی ہے اب کی بھی سراسر توہین ہے۔

نئی نسل نے جب ان بھائیوں کو دیکھا تو وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ اور گناہ کو ثواب سمجھنے لگتے ہیں۔ اسکول سے چھٹی ملنے پر گھر نہیں بلکہ سینما کے صحن میں ٹکٹیں لینے والوں کی

لائنیں لگی ہوتی ہیں۔ یہ منظر ہم نے کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ اور ایسے نوجوان جب ذرا بڑے ہوئے تو ایکٹر بننے کے خواب دیکھنے لگتے ہیں کہ دولت وشہرت کا راز اسی طریقہ سے حاصل ہوسکتا ہے۔ تعلیم فضول خرچی سمجھی جاتی ہے۔ مسلمان ضرور ہیں اور وہ صرف اس لیے کہ باپ دادا جو مسلمان تھے۔ عیدین کی نماز بھی اس حالت میں پڑھتے ہیں اگر سینما میں ٹکٹ کا وقت نماز کے وقت سے نہ ملتا ہو۔ اور پھر نماز کے بعد سیدھے سینما کا رخ کیا جاتا ہے۔

اپنی کمائی کی ایک معقول رقم اس شوق میں خرچ کردی جاتی ہے۔ والدین اگر باحیات ہیں تو بددلی سے بیگار سمجھ کے کچھ برادری کے خوف سے کچھ احباب کی طعنہ زنی سے بچنے کیلئے کچھ اس شرم سے کہ انہوں نے ہم کو پالا ہے اور ہم ان کے فرزند کہلاتے ہیں' الٹا سیدھا ان کے روٹی کپڑے کا بندوبست کردیتے ہیں۔ اور اگر والدین فوت ہوچکے ہوں تو خوش ہوتے ہیں کہ چلو چھٹی ہوگئی۔ مرنے کے بعد تمام رشتے ختم ہوگئے بس اتنا رشتہ رہ گیا کہ سال میں ایک مرتبہ ان کی فاتحہ خوانی کی رسم ادا کردی اور بس۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے وہ صرف ہماری مادی نظروں سے غائب ہوتے ہیں ہمارا ہر فعل اور ہر عمل وہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

برادران ایمانی والدین جب زندہ تھے تب بھی ان کی خدمت آپ کا فرض تھا اور مرنے کے بعد تو اور زیادہ آپ پر فرض ہوگیا کہ ان کی خدمت کریں آپ جب تک زندہ ہیں اس وقت تک آپ پر فرض عائد ہے کہ آپ ان کی خدمت نمازوں سے دعاؤں سے صدقہ وخیرات اور مجالس کا ثواب پہنچانے سے اور قرآن خوانی سے ان کے نام سے غریب بھائیوں کی مدد کرنے سے کرسکتے ہیں۔ اور ایسا کرنا آپ کے دین ودنیا میں آپ ہی کے کیلئے مفید ہوگا۔ دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی اور عاقبت کا سامان بھی مہیا ہوجائے گا۔ اس لیے کہ گندم از گندم' جواز جو۔ جو عمل آپ اپنے والدین کے لیے کریں گے ویسا ہی آپ کی اولاد آپ کے لیے کرے گی۔ اگر آپ اپنے والدین کے ساتھ اچھوت جیسا برتاؤ کریں گے تو آپ کی اولاد بھی آپ کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے گی۔

ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جس کی اولاد نا اہل و نالائق اور نافرمان ہو۔ بزرگوں کا ادب نہ کرتی ہو۔ ایسے لوگوں میں اکثر ایسے ہوتے ہیں جو اپنے والدین کے بھی نافرمان رہ چکے ہوتے ہیں۔ تو والدین کے لیے نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ ان کے نام سے صدقہ دینا چاہیے۔ ان کی قبر پر حاضری دینی چاہیے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہیے۔ نماز کے بعد خصوصیت سے اور عام اوقات میں بھی درود کی تسبیحات پڑھ کر ثواب ان کو پہنچایا جاسکتا ہے۔ صرف درود کا ثواب ہی اتنا ہے کہ شمار میں نہیں آسکتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہم میں سے کتنے مومنین لاولد فوت ہو جاتے ہیں کتنے ایسے ہیں جو کبھی صاحب اولاد تو تھے لیکن اولاد نے ان کو کبھی یاد نہ کیا۔ کبھی ان کے لیے دعائے مغفرت نہ کی۔ کبھی دو رکعت نماز ہدیہ میت، یا نماز والدین نہ پڑھی۔ کبھی کوئی پیسہ ان کے نام سے خیرات نہ کیا۔ آج عالم برزخ میں بڑی حسرت سے دیکھتے ہیں کہ کاش ہماری اولاد یا برادران کوئی ایک درود کا ثواب ہی ہم کو پہنچائیں تو ہماری آخرت بخیر ہو جائے۔ لیکن حیرت ہے اس اولاد پر جو اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد کوئی اچھا سلوک نہ کرے۔

کبھی آپ نے سوچا ہے کہ ہم پر والدین کی طرف سے کیا فرض عائد ہوتا ہے؟ کیا آپ کے بعد کوئی ایسی ہستی ہے جو آپ کے والدین کیلئے عمل خیر کر سکے گی؟ جب آپ ہی نہیں کر سکتے تو دوسروں سے کیا امید کی جاسکتی ہے۔ فرض تو آپ کا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگر انسان روزانہ بعد نماز صبح والدین کی قبر پر جا کر پھول چڑھائے اور فاتحہ پڑھے اور والدین کا واسطہ دے کر اپنی حاجت طلب کرے تو دنیا اور آخرت کی کوئی حاجت بھی ہو چالیس روز میں پوری ہو جائے گی۔ آخر میں پھر گذارش کروں گا کہ جو شخص اپنا دین و دنیا دونوں کو بہتر بنانا چاہتا ہے تو اپنے مرنے والوں کو یاد کرے اور ان کے لیے نیک عمل کر کے ان کی طرف سے خیرات دے صدقہ دے ان کی نمازیں پڑھے یا پڑھوائے ان کے وہ فرائض جو خدا کی طرف سے فرض تھے اور وہ اپنی زندگی میں ان واجبات کو ادا نہ کر سکے' ان کو ادا کرے۔ انشاء اللہ چند ہی روز میں اپنے اوپر انعامات خداوندی اور اس کی رحمتوں کا نزول دیکھے گا۔

جاگ میرے پنجاب کہ پاکستان چلا

یوں تو دیکھنے میں یہ ایک مصرعہ ہے مگر اپنے اندر حقائق دنیا لیے ہوئے ہے۔اس نظم کے خالق جناب حبیب جالب ہیں جو اس وقت اس فانی دنیا میں موجود نہیں۔لیکن ان کی یہ آواز بھی پنجاب کے باسیوں کو جگا رہی ہے۔کیونکہ پنجاب آجکل جن مسائل و پریشانیوں کا شکار ہو چکا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور پھر یہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں پنجاب کی حیثیت ایک ریڑھ کی ہڈی کی ہے۔اگر آج پنجاب کو کچھ ہوتا ہے تو اس کے اثرات پورے ملک پر پڑیں گے۔اور پورا ملک ان اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ویسے تو بہت سے مسائل ہیں جو پنجاب میں پریشانیوں کا سبب بنے ہوئے ہیں۔لیکن ان میں دو مسئلے ایسے ہیں جو کہ سب پر حاوی و مسلط ہیں۔

1۔ فرقہ واریت

2۔ دہشت گردی

فرقہ واریت تو اب پنجاب کے قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں میں پہنچ چکی ہے۔اور ایسے مضر اثرات سے کوئی شہر اور کوئی گھر محفوظ نہیں ہے۔حال ہی میں پھر دو اہم شخصیات فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔جن میں ایک شخصیت مرحوم کمشنر سرگودھا سید تجمل عباس صاحب ہین۔جس ملک میں انتظامیہ اور کمشنر جیسی شخصیت فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھ جائے اور انتظام حکومت سنبھالنے والے خواب غفلت میں سوئے رہیں اس ملک کا پھر اللہ ہی حافظ ہے۔

حکومت وقت کو یہ علم ہونا چاہیے کہ شیعہ قوم اب بیدار ہو چکی ہے۔اور اب یہ حالات اس کی برداشت سے باہر ہو رہے ہیں۔حکومت وقت فوری اقدام کرے اور فرقہ واریت کو جڑ سے ختم کردے۔اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر پورا ملک خطرے میں ہے۔اور پنجاب کے باسیوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ملک و قوم کی حفاظت کی خاطر ایسے افراد کا محاسبہ کریں جو فرقہ واریت اور

دہشت گردی پھیلا کر اس ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں ۔ خدا اس قوم کی حالت کبھی نہیں بدلتا جو قوم خود اپنی حالت نہ بدلے۔ اب اپنی حالت خود بدلنے کا وقت ہے اور اگر اب بھی یہ قوم بیدار نہ ہوئی اور اس نے کوئی عملی اقدام نہ کیا تو پھر تباہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

حالیہ ایام میں لاہور اور گوجرانولہ اور سرگودھا وغیرہ میں بم بلاسٹ کیے گئے اور ان شہروں میں بے گناہ شہریوں کو اس کا نشانہ بننا پڑا۔ اگر اس آگ پر قابو نہ ڈالا گیا تو پھر آگ ملک کے ہر گھر تک پہنچ جائیگی۔

آہ.........جناب عبدالکریم مشتاق مرحوم

یہ خبر جملہ اہل اسلام اور بالخصوص تشیع پاکستان کے لیے باعث غم اندوہناک ہوئی کہ عالم اسلام کے عظیم مفکر، محقق اور مصنف جناب عبدالکریم مشتاق مرحوم کو مورخہ 6 اگست 1996ء بروز منگل لاہور کے سبزہ زار میں گھر سے نکلتے ہوئے گولیوں سے بھون ڈالا گیا۔

مرحوم جو کہ داعی اتحاد اور عظیم شخصیت کے مالک تھے، کو اس بیدردی اور وحشیانہ طریقے سے دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ملت جعفریہ کے لیے یہ ایک عظیم سانحہ اور ناقابل برداشت واقعہ ہے۔ جس سے پوری ملت تشیع سراپا احتجاج بنی ہوئی ہے۔ اور حکومت وقت سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ فی الفور مرحوم کے قاتلوں کو گرفتار کر کے عبرت ناک سزا دے۔ اگر حکومت پاکستان اسی طرح سستی برتے گی اور اس عظیم سانحہ کو بھی حسب سابق اور حسب عادت نظر انداز کر دے گی تو پھر ملت جعفریہ اپنے انتہائی اقدام پر غور کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ اور اس وقت تیر کمان سے نکل چکا ہوگا۔ جب حکومت کسی اقدام کا سوچے گی۔

ملت جعفریہ حکومت وقت سے یہ سوال کرتی ہے کہ آخر کب تک یہ دہشت گردی جو خاص طور پر ملت جعفریہ کے ساتھ کی جاتی ہے جاری رہے گی؟ اور ہم کب تک برداشت کرتے رہیں گے؟

آخر کب تک ؟ آخر کب تک ؟

حضرت امام **زین العابدین** علیہ السلام

نام: علیؑ

مشہور القاب: زین العابدینؑ۔ سجادؑ۔ سید الساجدینؑ

والد محترم: حضرت امام حسینؑ

والدہ محترمہ: شہر بانو بنت یزدجرد سوم

تاریخ ولادت: ۵ شعبان یا ۱۵ جمادی الاولیٰ

سن ولادت: ۳۸ ہجری قمری

تاریخ شہادت: ۲۵ محرم الحرام (۱۲ اور ۱۸ محرم کا بھی قول ہے)

سن شہادت: ۹۵ ہجری

عمر مبارک: ۵۶ سال

مدفن: مدینہ منورہ (جنت البقیع)

سبب شہادت: ہشام بن عبد الملک نے زہر دلوایا۔

دوران زندگی: آپ کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ 22 سال والد بزرگوار حضرت امام حسینؑ کے ساتھ

2۔ 35 یا 36 سال آپؑ کا دور امامت

بادشاهان وقت: یزید لعین سے لے کر ہشام بن عبد الملک (یہ دسواں اموی خلیفہ تھا) تک ۹ خلیفہ گزرے ہیں۔

اقوال حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

1۔ سبحان من جعل الاعتراف بالنعمة له حمداً سبحان من جعل الاعتراف بالعجز عن الشکر شکراً ۔

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی نعمت کے اقرار کو حمد اور شکر سے عاجزی کے اقرار کو شکر قرار دیا۔ (بحار ج ۷۸ ص ۱۴۲)

2۔ تفکروا و اعملوا لما خلقتم له فان الله لم یخلقکم عبثاً ۔

ترجمہ: غور و فکر کرو اور جس کے لیے پیدا کیے گئے ہو اس کے لیے عمل کرو کیونکہ خدا نے تم کو عبث و بے کار پیدا نہیں کیا۔ (تحف العقول ص ۲۷۴)

3۔ ما من قطرة احب الی الله عز و جل من قطرتین قطرة دم فی سبیل الله و قطرة دمعة فی سواد اللیل لا یرید بها عبد الا الله عز و جل۔

ترجمہ: خدا کی بارگاہ میں دو قطروں کے علاوہ کوئی اور قطرہ محبوب نہیں ہے۔ ایک وہ خون کا قطرہ جو راہ خدا میں گرے اور وہ آنسو جو رات کی تاریکی میں بندہ سے صرف خدا کے لے گرے۔ (بحار ج ۱۰۰ ص ۱۰)

4۔ ثلاث منجیات للمومن: کف لسانه عن الناس و اغیابهم و اشغاله نفسه بما ینفعه لاخرته و دنیاه و طول البکاء علی خطیته۔

ترجمہ: تین چیزیں مومن کو نجات دینے والی ہیں۔ (1) لوگوں کے بارے میں زبان رکھنا غیبت نہ کرنا (2) ایسے کام کرنا جو اس کے لیے دنیا و آخرت میں مفید ہوں (3) اپنے گناہوں پر بہت رونا۔ (تحف العقول ص ۲۸۲)

5۔ لا تعادن احداً وان ظننت انه لا یضرک' ولا تزهدن فی صداقة احد وان ظننت انه لا ینفعک ۔

ترجمہ: کسی سے دشمنی نہ کرو چاہے تم کو یہ گمان ہو کہ وہ تم کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔ اور کسی سے دوستی ترک نہ کرو چاہے تم کو یہ گمان ہو کہ اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (بحارالانوار ج ۷۸ ص ۱۶۰)

6۔ ان المعرفة وكمال دين المسلم تركه الكلام فيما لا يعنيه' و قلة مرائه وحلمه وصبره و حسن خلقه۔

ترجمہ: معرفت اور دین مسلم کا کمال یہ ہے کہ 'لا'۔ یعنی باتوں کو ترک کر دے۔ بہت کم لڑائی کرے، حلم، صبر اور حسن خلق کا مالک ہو۔ (تحف العقول ص ۲۷۹)

7۔ قلة طلب الحوائج من الناس هو الغنى الحاضر۔

ترجمہ: لوگوں سے بہت کم ضرورتوں کو طلب کرنا نقداً مالداری ہے۔ (تحف العقول ص ۲۷۹)

8۔ مجالس الصالحين داعية الى الصلاح۔

ترجمہ: صالح وشائستہ افراد کے ساتھ نشست وبرخواست شائستگی کی دعوت ہے۔ (تحف العقول ص ۲۸۳)

9۔ اياک ومصاحبة الفاسق فانه بايعک باكلة اواقل من ذالک۔

ترجمہ: خبردار بدکردار کی صحبت میں نہ رہنا۔ کیونکہ وہ تم کو ایک لقمہ یا اس سے بھی کم پر بیچ دے گا۔ (تحف العقول ص ۲۷۹)

10۔ اياک و مصاحبة الاحمق فانه يريد ان ينفعک فيضرک۔

ترجمہ: بیوقوف کی صحبت سے بچو کیونکہ وہ جب تم کو فائدہ پہنچانا چاہے گا تو نقصان پہنچا دے گا۔ (تحف العقول ص ۲۷۹)

11۔ اياک و مصاحبة البخيل فانه يحذ لک فى ماله احوج ما تكون اليه۔

ترجمہ: خبردار بخیل کی صحبت سے بچو کیونکہ تمہاری شدید ضرورت کے وقت تم کو اپنے مال سے محروم کردے گا۔ (تحف العقول ص ۲۷۹)

12۔ ایاک و مصاحبة الکذاب فان بمنزلة السراب یقرب لک البعید و یبعد لک القریب۔

ترجمہ: جھوٹے کی صحبت سے بچو کیونکہ وہ سراب کی طرح ہے وہ دور کو تمہارے قریب اور قریب کو دور کردے گا۔ (تحف العقول ص ۲۷۹)

13۔ ان شتمک رجل عن یمینک ثم تحول الی یسارک و اعتذر الیک فاقبل عذرہ۔

ترجمہ: اگر کوئی تم کو تمہارے داہنی طرف آکر گالی دے پھر بائیں طرف آکر معافی مانگ لے تو اس کو قبول کرلو۔ (تحف العقول ص ۲۸۲)

14۔ نظر المومن فی وجه اخیه المومن للمودة و المحبة له عبادة۔

ترجمہ: برادر مومن کا برادر مومن کے چہرے کی طرف نظر کرنا مودت ہے اور اس سے محبت کرنا عبادت ہے۔ (تحف العقول ص ۲۸۲)

15۔ لو یعلم الناس ما فی طلب العلم لطلبوہ و لو بسفک المهج و خوض اللجج۔

ترجمہ: اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ طلب علم میں کیا فوائد ہیں تو خون بہا کر اور دریا کی موجوں میں گھس کر بھی حاصل کرتے۔ (بحار ج ۱ ص ۱۸۵)

16۔ و رائی علیلا قد بری فقال علیه السلام له یهنوک الطهور من الذنوب ان الله قد ذکرک فاذکرہ و اقالک فاشکرہ۔

ترجمہ: امام چہارم نے ایک بیمار کو شفایافتہ پا کر فرمایا گناہوں سے بیماری سے نجات پانے پر تجھ کو مبارک ہو۔ خدا نے تجھ کو یاد رکھا پس تو بھی اس کا ذکر کر۔ اور تیرے گناہوں کو ختم کردیا

لہٰذا اس کا شکر ادا کر۔ (تحف العقول ص ۲۸۰)

17۔ اتقو الله الا کذب الصغیر منه و الکبیرہ فی کل جد و هذل۔

ترجمہ: گناہوں سے بچو چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا شوخی میں ہو یا واقعی طور سے ہو۔ (تحف العقول ص ۲۸۰)

18۔ من اشفق من النار بادر بالتوبة الی الله من ذنوبه و راجع عن المحارم۔

ترجمہ: جو آتش جہنم سے ڈرے گا وہ خدا سے اپنے گناہوں کے بارے میں جلد توبہ کرے گا اور حرام کاموں کے ارتکاب سے بچے گا۔ (تحف العقول ص ۲۸۱)

19۔ ایاک و الا بتهاج بالذنب فان الابتهاج به اعظم من رکوبه۔

ترجمہ: خبردار گناہوں پر خوش نہ ہونا کیونکہ گناہوں پر خوش ہونا گناہ کرنے سے زیادہ عظیم (گناہ) ہے۔ (بحار ج ۷۸ ص ۱۵۹)

20۔ لا تمتنع من ترک القبیح و ان کنت قد عرفت به۔

ترجمہ: برائی کے چھوڑنے میں کوئی تامل نہ کرو چاہے اس سے جتنا بھی آشنا ہو چکے ہو۔ (بحار ج ۷۸ ص ۱۶۱)

21۔ ما من شئی احب الی الله بعد معرفته من عفة بطن و فرج۔

ترجمہ: خدا کی معرفت کے بعد شکم و شرمگاہ کی عفت سے زیادہ کوئی چیز خدا کے نزدیک محبوب نہیں ہے۔ (تحف العقول ص ۲۸۲)

22۔ من کرمت علیه نفسه هانت الیه الدنیا۔

ترجمہ: جس کے نزدیک اس کا نفس محترم ہو گا اس کی نظر میں دنیا حقیر و ذلیل ہو جائے گی۔ (تحف العقول ص ۲۷۸)

23۔ خیر مفاتیح الامور الصدق و خیر حوا تیمها الوفاء۔

ترجمہ: سچائی بہترین کلید امور ہے اور وفاداری تمام امور کا بہترین خاتمہ ہے۔ (بحار ج ۷۸ ص ۱۶۱)

24۔ الرضا بمکروہ القضاء ارفع درجات الیقین۔

ترجمہ: ناخوشگوار مقدرات پر راضی رہنا یقین کا سب سے بلند درجہ ہے۔ (بحار ج ۷۸ ص ۱۶۱)

25۔ قیل لہ من اعظم الناس خطراً. فقال علیہ السلام من لم یر الدنیا خطراً لنفسہ۔

ترجمہ: حضرت سجادؑ سے پوچھا گیا: سب سے زیادہ خطرہ کس کو ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا جس نے اپنے لیے دنیا کو خطرہ نہ سمجھا۔ (بحار ج ۷۸ ص ۱۳۵)

قائد' قوم اور علماء

خاموشی جرم ہے جب منہ میں زباں ہو اکبر
کچھ نہ کہنا بھی ہے ظالم کی حمایت کرنا

قارئین محترم ! پیام نجف کے شمارہ اگست 1996ء میں اداریہ بعنوان (قائد محترم نوجوانان ملت کو موت کے حوالے ہونے سے بچائیں) لکھا گیا ہے۔ جو حضرات مسلسل پیام نجف پڑھ رہے ہیں ان کو یاد ہوگا کہ اس اداریہ کی ابتدائی سطور میں یہ الفاظ تحریر کیے گئے کہ ہماری اس گذارش کو بھی مختلف رنگ دیئے جائیں گے۔ اور بعض جیالے جو کہ کنوئیں کے مینڈک ہوتے ہیں اس بات کو برا سمجھتے ہوئے مختلف بہتان اور الزام تراشی سے بھی پرہیز نہیں کریں گے۔ اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم حق بات بھی کہنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اور ہمارا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ تنقید کو ہم مطلقاً برا سمجھتے ہیں اور اس نظریے کے مخالف کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور آخری سطور میں بطور مشورہ یہ الفاظ تحریر کئے تھے کہ قائد محترم سے بس اتنی سی گذارش ہے کہ وہ اس طرف توجہ دیں اور قوم وملت کے جوانوں کے موت کے اس اژدھا سے بچائیں اس میں آپکی قیادت کا تحفظ بھی ہے اور تحریک کا استحکام بھی اور مخلصانہ ودردمندانہ مشورہ بھی۔

مگر وہی ہوا جس کا ہم نے پہلے ہی ذکر کر دیا تھا کہ ہماری اس مخلصانہ اور دردمندانہ گذارش کو غلط رنگ دیا گیا اور حقائق کی طرف متوجہ کرنے کو تحریک مخالفت کا نام دیا گیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ قومی جرائد واخبار اور صحافت کا اولین فرض اور اصول یہی ہے کہ وہ قوم وملت کو ان حقائق سے آگاہ کریں جو پس پردہ ہوں۔ اور قوم وملت کے سامنے ان خطوط کی صحیح نشاندہی کرے جن میں ان کی بقاء اور حیات مضمر ہے۔

ہم نے ستمبر کے شمارہ میں بعض خطوط آخری حصہ میں شامل کئے ہیں۔ حضرات ان کی

طرف توجہ فرما سکتے ہیں۔ جو حضرات عقل وخرد رکھتے ہیں۔ انہوں نے ہماری بات اور ادار یہ کو کس نظر سے لیا اور اس اقدام کو کس نظر سے سراہا۔ ابھی تو بہت سے حقائق ایسے ہیں جن پر قلم اٹھانا چاہیے اور وہ اس لیے کہ ہماری قوم وملت کے رہبران اور قائدین جس طرح سے ان کی جان و مال سے کھیل رہے ہیں اور پوری قوم کو مسخرہ بنائے ہوئے ہیں۔ آخر کب تک ان حالات کو برداشت کیا جائے گا۔ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ ناں صاحب ان حقائق کو سامنے نہ لانا ورنہ دشمن اور مخالف آگاہ ہو جائے گا تو ہم ان کی خدمت عالیہ میں اتنی گذارش کافی سمجھتے ہیں کہ ہم سے یہ غداری نہیں ہو سکتی۔ کب تک قوم وملت سے ان حقائق کو پوشیدہ رکھا جائے گا؟ آخر کب تک؟ جب قوم گریبانوں تک آ پہنچے گی؟

قوم کو بھی اب سوچنا چاہیے کہ وہ اپنا اور اپنے قائدین کا محاسبہ کرے۔ اگر آج ان حقائق کا سامنا نہ کیا گیا تو تباہی مقدر بن جائے گی۔ دشمن کیسے ان حالات سے آگاہ نہیں ہے۔ حکمران وقت کو ان حالات کا علم نہیں ہے وہ سب جانتے ہیں اور ان کو سب کچھ علم ہے۔ روزانہ قومی اخبارات میں یہ خبریں چھپتی رہتی ہیں اور وہ اندرونی حالات پر تبصرہ کرتے رہتے ہیں۔ اب کھلے خط لکھ کر پھیلائے جا رہے ہیں۔ اگر کچھ نہیں تو پھر یہ کیا ہے؟

قائد بچاؤ میٹنگیں اور تحریکیں شروع ہو چکی ہیں۔ اعتراضات سامنے ہیں اور اگر حضرات صاف اور فصیح ہیں تو پھر خود کو محاسبہ کے لیے پیش کیوں نہیں کرتے؟ اور ان غلط قوم فروش افراد کو سامنے کیوں نہیں لاتے جو قوم وملت سے غداری کرتے ہیں۔ لاکھوں اور کروڑوں روپے کھا چکے ہیں جو کہ ثابت ہیں۔ یہاں تک کہ قائد محترم کو بھی بلیک میل کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ اور بعض اطلاعات کے مطابق ہو بھی چکے ہیں۔ اب وقت ہے کہ بزرگ علماء اور دانشور حضرات سامنے آئیں اور ایک دفعہ مل کر دوبارہ خودسازی اور نو سازی کے عمل کو دہرائیں اور ان کالی بھیڑوں سے قوم کو نجات دلائیں جو تباہی کا موجب بن رہی ہیں۔

سپریم کونسل اور مرکزی کونسل کی تطہیر کی جانی چاہیے۔ تحریک کے دستور کا از سر نو جائزہ لیا

جانا چاہیے تا کہ وہ شقیں جو قوم وملت سے غداری میں ممد ومعاون ثابت ہو رہی ہیں ان کو نکالا جائے۔ قیادت کی مدت معین کی جائے چار سال یا پانچ سال (بعد میں الیکشن کے ذریعے دوبارہ وہی قیادت کیوں نہ اقتدار حاصل کر لے کوئی بات نہیں) مگر یہ نہیں ہونا چاہیے کہ تادم حیات صاحب قائد ہیں۔ نہیں یہ کوئی وحی نہیں ہے آیت نہیں اتری۔ موجودہ دستور میں بے بہا خامیاں اور نقائص موجود ہیں جن کا دور ہونا ضروری ہے اور اس وقت سے بہتر کوئی وقت دوبارہ نہیں آئے گا۔ اگر آج علماء ودانشور اور اکابرین اس امر کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تو پھر کب ہوں گے؟

قائد محترم سے بھی مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ آپ خود مجاہدانہ اور بہادرانہ طور پر قوم وملت کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریک کی تطہیر کریں اور دستور سازی کے لیے علماء اور اکابرین کو دعوت دیں۔ تحریک کا قبلہ درست کریں اور آپ نے دیکھ لیا ہے کہ کل تک جو حضرات دیگر بزرگان کو تہ تیغ کر رہے تھے اور حضور دیکھ کر خاموش تھے آج وہی آپ کے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔ ان کو بے نقاب کریں تا کہ دوست ودشمن کی پہچان ہو جائے اور آئندہ کوئی ناسور ملت بننے کی کوشش نہ کرے۔

ہمیں امید ہے کہ 10, 11 اکتوبر کو شیعیان پاکستان کی مرکزی دینی درسگاہ جامع المنتظر لاہور میں جو آل پاکستان شیعہ علماء کانفرنس بلائی جا رہی ہے اس میں ان امور کا بغور جائزہ لیا جائے گا اور مستقبل کے لیے ایک بہترین لائحہ عمل تیار کیا جائے گا۔ اس کانفرنس سے قوم کے افراد کو بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حسب سابق اور حسب عادت پھر یہ کانفرنس فقط حضرات کی ملاقات ہی کا ذریعہ بنی رہے اور ان امور ومسائل کی نشاندہی نہ کی جائے اور ان کا حل تلاش نہ کیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ قوم وملت کے ساتھ بہت بڑی خیانت ہوگی۔ اور غداری تصور کیا جائے گا۔

آگے جانا ہے تو رہوار بدلنے ہوں گے
ہم کو معیاروں کے معیار بدلنے ہوں گے

علامہ مرید عباس یزدانی

علامہ مرید عباس یزدانی سالارِ اعلیٰ سپاہ محمد پاکستان کو پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد کی سرزمین پر ان کے گھر کے سامنے بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ یہ ایک ایسا سانحہ ہے جو نا قابل برداشت ہے۔ اور اس حادثہ کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حکومت وقت کی نا اہلی کا یہ بعین اور واضح ثبوت ہے کہ دارالخلافہ جیسے شہر میں بھی مذہبی دہشت گردی اپنے عروج پر ہے ان دو تین ماہ کے اندر ملک گھر میں قتل و غارت اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے اور ملک کے زبانی خیر خواہ سوائے چند ایک کاغذی بیانات کے کچھ نہیں کر رہے۔ بلکہ خود اکابرین حکومت اس دہشت گردی میں ملوث ہیں اور ان کے ہاتھوں پر بے گناہ افراد کا خون صاف دکھائی دیتا ہے۔ حکمرانوں کے پیش نظر فقط ان کی کرسی اقتدار ہے مگر وہ اس سے ناواقف ہیں کہ اگر یہی صورت حال رہی تو نہ وہ رہیں گے اور نہ ہی ان کی کرسی اقتدار سلامت رہے گی۔ ظلم کی آخر انتہاء ہوتی ہے۔

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا

کب تک شیعہ قوم ان لاشوں کو اٹھاتی رہے گی۔

سانحہ میلسی اتنا بڑا واقعہ ہے کہ تاریخ پاکستان میں اس نوعیت کی دہشت گردی ابھی تک نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ کمشنر سرگودھا سید تجمل عباس کا قتل اور پھر پنجاب کے دل شہر لاہور کے سبزہ زار میں عظیم محقق و مصنف عبدالکریم مشتاق کی شہادت اور اب اسلام آباد کے اندر علامہ مرید عباس یزدانی سالارِ اعلیٰ سپاہ محمد پاکستان کی شہادت۔ یہ ایسے بڑے حادثات ہیں کہ جو نا قابل برداشت ہیں اور جن پر صبر کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو چکا ہے۔ حکومت وقت کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی

یک طرفہ کاروائی اور ایک مذہبی تنظیم (جو غنڈہ گردی میں لاثانی ہے) کی مکمل سرپرستی کو پوری شیعہ قوم سمجھ چکی ہے۔

ہم تو اس لیے چپ تھے کہ درہم نہ ہو نظام عالم
وہ نادان سمجھ بیٹھے کہ ہم میں جذبہء انتقام نہیں

اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت دیا جاسکتا ہے کہ یہ تنظیم اور اس کے اہم افراد یہ بیانات دے چکے ہیں (جو قومی اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں) کہ ان افراد کو ہم نے قتل کیا ہے اور آئندہ بھی ایسا کریں گے۔ کیا اب بھی حکومت کی اس منطق کو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اتنے واضح بیانات کے بعد بھی کاروائی نہ ہوئی تو شیعہ قوم کو سمجھ لینا چاہیے کہ اقتدار کے یہ بھوکے کتے بغیر ہڈی کے چپ نہیں کریں گے۔

اب وقت آچکا ہے کہ شیعہ قوم اپنے قبلے کو درست کر لے اور ان سیاہ روپ چہروں کو پہچان لے جو ہماری قوم اور ہمارے مذہب کے خون کے پیاسے ہیں۔ اب اینٹ کا جواب پتھر سے دینا ہوگا ورنہ خاموشی خود جرم کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اگر اب بھی شیعہ قوم نہ جاگی اور اپنے اندر قوم فروشوں کو نہ سمجھی تو پھر تباہی اور بربادی مقدر بن جائے گی۔ آج خاموشی ہے اور مذہبی دہشت گردی کا جواب دینا واجب ہے۔

معصومہ کبریٰ حضرت **فاطمۃ الزہراء** سلام اللہ علیہا

نام: فاطمہؑ

مشہور القاب: زہرا۔ صدیقہ۔ کبریٰ۔ طاہرہ۔ راضیہ۔ مرضیہ۔ انسیہ۔ بتول۔ حوریہ۔ محدثہ

کنیت: ام الحسنؑ۔ ام الحسینؑ۔ ام الحسنینؑ۔ ام ابیہا۔ ام الائمہ

والد گرامی: حضرت محمد مصطفیٰؐ

والدہ گرامی: حضرت خدیجۃ الکبریٰ (س)

مکان ولادت: مکہ مکرمہ

تاریخ ولادت: ۲۰ جمادی الثانی

یوم ولادت: جمعۃ المبارک

سن ولادت: سال ۵ بعثت

وقت ولادت: طلوع فجر

وقت ہجرت: تقریباً آٹھ سال کی عمر میں حضرت علیؑ کے ہمراہ مدینہ ہجرت فرمائی۔

شادی: ہجرت کے دوسرے سال۔ ماہ ذی الحجہ کے آغاز میں حضرت علیؑ کے ساتھ عقد ہوا۔

اولاد: امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ حضرت زینبؑ۔ حضرت ام کلثومؑ۔ جناب محسن جو کہ بطن مادر میں شہید ہو گئے۔

وقت شہادت: نماز مغرب وعشاء کے درمیان

تاریخ شہادت: ۳ جمادی الثانی دوسرا قول ۱۵ جمادی الاول تیسرا قول ۱۳ جمادی الاول

سن شہادت: گیارہواں سال ہجری

عمر: ۱۸ سال

مدفن: جنت البقیع (مدینہ منورہ)

فرامین حضرت فاطمۃ الزہراءؑ

1۔ جعل (الله) الثواب علیٰ طاعته و وضع العقاب علیٰ معصيته زيادة لعباده عن نقمته و حياشة لهم الیٰ الجنة۔

خداوند عالم نے اپنی اطاعت پر ثواب اور معصیت پر عذاب (اس لیے) مقرر کیا کہ اپنے بندوں کو عذاب و بلا سے باز رکھے اور بہشت کی طرف لے جائے۔

2۔ قام (ابی محمدؐ) فی الناس بالهداية و انقذ هم من الغواية وبصرهم من عماية وهدايهم الی دين القويم و دعاهم الی الصراط المستقيم۔

لوگوں کے درمیان میرے باپ محمدؐ ہدایت کے لیے کھڑے ہوئے ہیں اور ان کو گمراہی سے نجات دی اور اندھیرے سے روشنی کی طرف رہنمائی کی مضبوط دین کی طرف ہدایت فرمائی صراط مستقیم کی طرف دعوت دی۔

3۔ انتم عبادالله نصب امره ونهيه و حملة دينه و حيه و اضاء الله علیٰ انفسكم و بلغاوه الی الامم۔

اے خدا کے بندو! تم ہی خدا کے امر و نہی کو برپا کرنے والے ہو اور خدا کے دین وحی کے حامل ہو اپنے نفسوں پر خدا کے امین ہو امتوں کی طرف اس کے دین کو پہنچانے والے ہو۔

4۔ فجعل الله ايمان تطهيراً لكم من الشرک ۔

خداوند عالم نے ایمان کوتمہارے لیے شرک سے (اور کفر سے) پاکیزگی قرار دی۔

5۔ و (جعل اللہ) الصلوٰۃ تنزیہا لکم عن الکبر۔

خداوند عالم نے نماز کوتمہارے لیے تکبر سے دوری قرار دی۔

6۔ و (جعل اللہ) الزکوٰۃ تزکیۃ للنفس و نماء فی الرزق۔

خداوند عالم نے تمہاری روح کی پاکیزگی اور رزق کی زیادتی کے لیے زکوٰۃ قرار دی ہے۔

7۔ و (جعل اللہ) .... الصیام تصبیتاً للاخلاص ۔

خداوند عالم نے تمہارے اخلاص کی استواری و برقراری کے لیے روزہ قرار دیا۔

8۔ و (جعل اللہ) الحج تشدیداً للدین۔

خداوند عالم نے دین کو مضبوط کرنے کے لیے حج قرار دیا۔

9۔ و (جعل اللہ) العدل تنسیقاً للقلوب۔

خداوند عالم نے دلوں کو نزدیک کرنے کے لیے عدالت کو قرار دیا۔

10۔ و (جعل اللہ) طاعتنا نظاماً طلمۃ و امتنا اماناً من الفرقۃ۔

خداوند عالم نے (خاندان رسالت کی) اطاعت کو معاشرے کے نظام کی حفاظت کے لیے اور امامت (آئمہ معصومینؑ) کو اختلاف سے بچانے کے لیے قرار دیا۔

11۔ و (جعل اللہ) الجہاد عزاً للاسلام و ذلا لا ھل الکفرو النفاق۔

خداوند عالم نے جہاد کو اسلام کے لیے سبب عزت و شکوہ اور کافروں و منافقوں کے لیے سبب ذلت و رسوائی قرار دیا ہے۔

12۔ و (جعل اللہ) الصبر معونۃ علی استیجاب الاجر۔

خداوند عالم نے صبر و استقامت کو جزا حاصل کرنے کے لیے قرار دیا ہے۔

13۔ و (جعل اللہ) الامر بالمعروف و نھی عن المنکر مصلحۃ للحامۃ۔

خداوند عالم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو معاشرے کی اصلاح کے لیے قرار دیا

ہے۔

14۔ و (جعل اللہ) بر الوالدین وقایة من سخط۔

پروردگار عالم نے والدین کے ساتھ نیکی کو اپنی ناراضگی کے لیے ڈھال بنایا ہے۔

15۔ و (جعل اللہ) صلة الارحام مسناة فی العمر۔

خداوند عالم نے صلہ رحمی کو طول عمر کا سبب بنایا ہے۔

16۔ و (جعل اللہ) القصاص حقناً للدماء۔

خداوند عالم نے قصاص کو حفاظت خون کا ذریعہ بنایا ہے۔ (اعیان الشیعہ طبع جدید جلد ا ص۳۱۶)

17۔ و (جعل اللہ) الوفاء بالنذر تعریضاً للمغفرة۔

خداوند عالم نے وفائے نذر کو مغفرت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

18۔ قال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم : ای شئی خیر للمراة؟ قالته ان لا تری رجلاً و لا یراھا رجل۔

رسول خداؐ نے جناب سیدہؑ سے پوچھا: عورت کے لیے سب سے بہتر کیا ہے؟ جناب سیدہؑ نے عرض کیا ''نہ وہ کسی نامحرم مرد کو دیکھے اور نہ کوئی نامحرم مرد اسے دیکھے''۔ (بیت الاحزان ص۲۲)

ایک کہانی

ملک مصر میں ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کچھ عیسائیوں نے مل کر مسلمانوں کی مساجد کو آگ لگادی اور جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا۔ جو کہ مسلمانوں کے لیے بہت بڑے صدمہ کا باعث بنا اور مصر کے تمام مسلمانوں نے جب اللہ کی مساجد کو جلتے دیکھا تو غیرتِ مذہب وملت اس کو برداشت نہ کرسکی۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں عیسائیوں کے لیے نفرت کی آگ بھڑک اٹھی۔ جس کے نتیجہ میں مسلمان اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ اور انہوں نے بھی جواباً عیسائیوں کی عبادت گاہوں کو آگ لگادی۔ چونکہ مصر میں حکومت عیسائیوں کی تھی اس لیے بادشاہ وقت نے حکم صادر کیا کہ جن مسلمان جوانوں نے کلیساؤں کو آگ لگائی ہے انہیں فوری طور پر گرفتار کر کے دربار میں حاضر کیا جائے۔ جب ان کو دربار میں حاضر کیا گیا اور بادشاہ کی نگاہ ان پر پڑی اور دیکھا کہ یہ مسلمان بالکل بے خوف و بے فکر کھڑے ہیں۔ ان کو کوئی خوف اور ڈر نہیں ہے۔ بے خوف و بے جھجک فخر سے اکڑے کھڑے ہیں۔ تو بادشاہ نے پوچھا کہ تم اقبال جرم کرتے ہو کہ تم لوگوں نے کلیساؤں کو آگ لگا کر جلا دیا ہے اور ایسا کیوں کیا ہے؟ تو تمام جوانوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے کلیساؤں کو آگ لگائی اور جلایا ہے کیوں کہ پہلے ان لوگوں نے ہماری مساجد کو آگ لگا کر جلا دیا جواب میں ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔ کیونکہ اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ یہاں مسلمانوں کی کوئی شنوائی اور دادرسی نہیں ہوتی جس وجہ سے ہمیں جواب میں یہ اقدام کرنا پڑا۔ جس سے ہم نہ شرمندہ ہیں اور نہ کسی کا خوف اور ڈر ہے۔ ہمارے نزدیک دین اور مذہب سے قیمتی کوئی چیز نہیں ہے۔

جب بادشاہ نے ان بے دھڑک اور بیباک مسلمان جوانوں کی اس گفتگو کو سنا تو وہ غصے میں آگ بگولا ہو گیا اور اس نے فوراً حکم دیا کہ یہ جتنے جوان ہیں ان کی تعداد کے برابر پرچیاں بنائی

جائیں۔ پرچیاں بنائی گئیں اور مختلف اقسام کی سزائیں لکھ دی گئیں۔ کسی پر قتل کی، کسی پر کوڑوں کی اور کسی پر عمر قید کی سزائیں لکھی گئیں۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ ان پرچیوں کو ان افراد کے سروں پر پھینکا جائے جو پرچی جس کے پاس ہو وہی اس کی سزا ہے۔ اور اسی طرح ہوا کہ پرچیاں پھینکی گئیں ان کے سروں پر اور ہر جوان نے پرچی اٹھائی اور کھولی اور بڑی خوش ہمتی اور جوانمردی سے ان سزاؤں کو قبول کیا۔

انہی جوانوں میں ایک جوان ایسا تھا کہ جب اس جوان نے پرچی کو کھول کر پڑھا تو آہستہ آہستہ رونے لگ گیا۔ جب ساتھ والے جوان نے اس کو روتے دیکھا تو وہ اس کی اس حالت و کیفیت کو برداشت نہ کر سکا۔ جذبہ مذہبی کی بنا پر اس کو بہت دکھ ہوا کہ اس مسلمان کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ رو کر مسلمان کو کمزور اور بے ہمت ثابت کرنا چاہتا ہے۔

اسی وجہ سے اس نے اس جوان سے کہا کہ بھائی تم کیوں روتے ہو؟ اگر تمہیں ڈر ہی تھا اور اب موت سے خوف کھا گئے ہو تو پھر اس جہاد میں شامل کیوں ہوئے تھے؟ کیوں ایسا کر رہے ہو؟ موت تو ہمارے مذہب میں یقین کا نام ہے اور ایسی موت تو شہادت ہوتی ہو جو ہمارے لیے باعث سعادت ہے۔ ایک مسلمان موت سے نہیں ڈرتا اور پھر شہادت تو ہر مسلمان کی خواہش عظمیٰ ہوا کرتی ہے۔ خاموش ہو جاؤ اور رو کر مسلمانوں کو بدنام نہ کرو۔

جب اس رونے والے مسلمان نے اپنے دوسرے بھائی کی تند و تیز اور سخت گفتگو سنی تو بڑے نرم اور دھیمے لہجے میں کہنے لگا کہ نہیں بھائی تم نے غلط سمجھا ہے اور غلط اندازہ لگایا ہے میں موت کے ڈر اور خوف سے نہیں رو رہا۔ مجھے موت کا ڈر نہیں اور نہ گھبراتا ہوں۔ اور یہ بات درست ہے کہ شہادت ہمارے لیے سعادت ہے اور ہر مسلمان کی آخری خواہش یہی ہوتی ہے کہ اسے شہادت نصیب ہو اور وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہو اور میں بھی مسلمان ہوں اور میری بھی اولین و آخرین خواہش و تمنا شہادت کی موت ہے۔ جب اس کی گفتگو کو اس مسلمان نے سنا اور اس کی اس فکر احسن کو دیکھا تو بہت حیران ہوا۔ اور تعجب کے ساتھ پوچھنے لگا کہ میرے بھائی پھر یہ رونے کی

وجہ کیا ہے؟ میں تو آپ کے رونے سے یہی سمجھا تھا۔ پھر وہ کونسی وجہ ہے کہ تم رو رہے ہو۔

تو اس نے بتایا کہ میرے بھائی اصل وجہ یہ ہے کہ میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہوں اور میرے والدین بہت بوڑھے اور کمزور ہیں میرے سوا ان کا کوئی پرسان حال نہیں اور دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ میں ہی اکیلا ہوں جو ان کو وقت پر کھانا کھلاتا ہوں اور ان کے کام وغیرہ کرتا ہوں۔ میں اپنے لیے نہیں روتا ہوں بلکہ میں ان ضعیف والدین کے لیے رو رہا تھا کہ میں تو شہید ہو جاؤں گا اور شہادت کے رتبے پر فائز ہو جاؤں گا۔ مگر میرے والدین بے موت بھوکے پیاسے مارے جائیں گے جب کہ ان دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں۔

جب اس نے یہ بات اور قصہ اصل بتایا اور اپنے رونے کا سبب بتایا تو وہ مسلمان بہت شرمندہ ہوا کہ میں تو ایسے ہی اپنے ایک مسلمان بھائی کے لیے غلط خیال لیے ہوئے تھا اس کے رونے کا سبب وہ نہیں جو میں سمجھا تھا۔ اس کے بعد اس مسلمان نے فوراً اپنے اس مسلمان بھائی سے معافی مانگی اور ساتھ ہی اپنی پرچی اپنے اس مسلمان کے حوالے کی کہ میرے بھائی میری پرچی تم لے لو اور اپنی پرچی مجھے دے دو۔ جب اس نے یہ کہا تو دوسرے نے پرچی لینے سے انکار کر دیا۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا جو قسمت میں تھا وہی ٹھیک ہے۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔

تو اس نے روتے ہوئے کہا کہ میرے بھائی فکر کی بات نہیں۔ چونکہ میں اکیلا ہوں میرے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ میں قتل ہو جاؤں تو کوئی نہیں مگر اگر تمہیں قتل کر دیا گیا تو تمہارے ساتھ دو اور مسلمان بھی جان سے جائیں گے اس لیے میری پرچی تم لے لو اور اپنی پرچی مجھے دے دو۔ میری پرچی پر کوڑوں کی سزا ہے۔ تم کوڑے کھا کر چند دن میں ٹھیک ہو جاؤ گے اور اپنے ماں باپ کی خدمت کر سکو گے۔ میں اس دنیا سے چلا بھی جاؤں تو پیچھے کوئی نہیں ہے۔ اس طرح بڑے اصرار کے بعد اس مسلمان نے اپنی موت کی پرچی اسے دے کر اس کی کوڑوں والی پرچی لے لی۔ یوں ایک مسلمان اپنی زندگی ایثار و قربان کرتے ہوئے تین مسلمانوں کی زندگیوں کو بچا کر خود اس فانی دنیا سے شہادت کا رتبہ پاتے ہوئے راہی اجل ہوا۔

کاش ایسے مسلمان اب بھی ہوں اور یہ جذبہ اسلامی ہم میں بھی موجود ہو۔ بارالہا! ہمیں صحیح مسلمان بننے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

آل پاکستان شیعہ علماء کانفرنس

زد میں ہے تیز ہواؤں کے کتاب ہستی
کوئی اڑتے ہوئے اوراق پہ پتھر رکھ دے

قارئین محترم! ایک بار پھر شیعیان پاکستان کی عظیم اور مرکزی دانشگاہ حوزہ علمیہ جامع المنتظر لاہور میں 10 اور 11 اکتوبر کی درمیانی شب کو سینکڑوں علماء نے قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی کی بھرپور تائید کرتے ہوئے آپ کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔ اور اس منفی پراپیگنڈہ کی بھرپور مذمت کی جو ملک بھر میں موالیان حیدر کرارؑ میں پھوٹ ڈال کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے کیا جا رہا تھا۔ اور اس کی پوری کاروائی وحمایت کا سہرا پاکستان کے عظیم اور بزرگ عالم دین محسن روحانیت علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی صاحب قبلہ کے سر ہے کہ جنہوں نے جہاں قائد محترم کی قیادت، عظمت اور شان وشوکت کو استحکام بخشا وہاں پر پوری ملت جعفریہ کو ایک بار پھر بہت بڑی انتشاری وافتراقی اور نفاقی ومصیبت سے بچالیا ہے۔ ورنہ پوری ملت جعفریہ ایک بہت بڑے افتراق وانتشار کا شکار ہو جاتی۔

اگرچہ تمام تر اختلافات نظر اپنی جگہ پر محفوظ وموجود ہیں جن کا ازالہ کرنا از حد ضروری ہے۔ اور ان امور کی طرف ہم نے اپنے گزشتہ (اکتوبر کے شمارے کے) اداریہ میں توجہ دلوائی ہے ۔ اور ہمارا یہ مخلصانہ مشورہ اپنی جگہ پر مکمل طور پر موجود ہے کہ اگر اب بھی قائد ملت نے اپنے رویہ اور عمل وکردار میں تبدیلی نہ لائی اور تحریک کی سپریم کونسل کی تطہیر نہ کی اور دستور کی وہ شقیں جو پوری قوم کے ساتھ غداری میں معاون ثابت ہوتی ہیں، کو نہ بدلا تو پھر ملک وملت اور علماء کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہوگی۔

مجھے امید ہے کہ قائد محترم نے اب دیکھ لیا ہوگا کہ آج پھر وہی علماء (جن کو وہ بھلا چکے تھے

جنہوں نے ماضی میں ان کے سر پر قیادت کا تاج رکھا تھا اور جن کی عزت و توقیر کے وہ محافظ نہ رہے تھے بلکہ اپنے لیے ان کو سد راہ سمجھتے تھے اور آہستہ آہستہ ان کو اپنے راستے سے ہٹا کر صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے) ہی کام آئے اور انہوں نے ہی اپنی تمام تر ناراضگیوں کو پس پشت ڈال کر آپ کی عزت کو دوبالا کیا اور ان افراد کو منہ توڑ جواب دیا جو آپ کو غیر قانونی طریقے سے ہٹانا چاہتے تھے۔

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ کیوں ہوا؟ اور وہ افراد یکا یک یہ کیوں چاہنے لگے کہ قائد قیادت سے استعفیٰ دے دیں اور قائد بھی فوراً تیار ہو گئے۔ اگر علماء بروقت مداخلت نہ کرتے تو پورے ملک میں روحانیت ایک بہت بڑی مشکل کا شکار ہو جاتی۔ اور یہ ایسی باتیں نہیں جو سمجھ میں نہ آئیں اور پوشیدہ ہوں۔ بلکہ تھوڑا سا غور کرنے سے سب کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔ کیا اب یہ امید کی جاسکتی ہے کہ قائد محترم ان امور کی طرف توجہ دیں گے اور کیا ماضی کی طرح اب تو ان افراد کی سر پرستی نہ فرمائیں گے جو قائد اور علماء میں ایک خلیج ڈال کر علماء کی تذلیل و تحقیر کا موجب بنتے تھے اور ہیں؟ کیا پاکستان بھر کے مدارس کی پریشانیوں میں اضافہ کرنے سے گریز کریں گے یا ان کے استحکام و دوام کے لیے اہم عنصر ثابت ہوں گے؟ اور کیا قیادت کی اس شق کو (کہ قائد تاحیات قائد ہے) تبدیل کر کے پوری قوم اور علماء کو اس وحشت ناک بلا سے نجات دلوائیں گے اور الیکشن کے سلسلہ کا آغاز کیا جائے گا؟ اور کیا محاسبہ کا سلسلہ شروع کیا جائے گا؟ کیا ہر سال تحریک اپنی آمدنی اور خرچ کا حساب قوم کے سامنے پیش کرے گی؟ اور کیا ملک بھر کی شیعت کو افتراقی اور گروہی مصیبت سے نجات دلائیں گے؟

کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ (حسب سابق) ایک طرف ایک فرد کی شخصیت کو کچلا جائے اور دوسری طرف ان کو اپنے مدارس میں دعوت دی جائے اور ان کے اجلاس میں شرکت کی جائے۔ اب تو ایسی دورخی اختیار نہ کی جائے گی اور قوم کو دھوکہ نہ دیا جائے گا۔

میں سانحہ ہوں جلی سرخیوں میں دیکھ مجھے

آل پاکستان شیعہ علماء کانفرنس میں علامہ حافظ ریاض حسین نجفی صاحب قبلہ نے اپنی تقریر کے دوران یہ فرمایا کہ موجودہ دور میں ملت جعفریہ پاکستان جس سب سے بڑی مصیبت اور بیماری کا شکار ہے وہ بیماری اندرونی اختلافات اور انتشار ہے۔ تو اس اختلاف کا پس منظر اور اس انتشار کی وجہ قبلہ صاحب نے مفصل بیان نہ فرمائی۔ شائد قلت وقت پیش نظر تھی ورنہ اس پر روشنی ڈالنا از حد ضروری تھا۔ اور جس اہم مسئلہ کی طرف ہمارے بزرگان دین توجہ نہیں دے رہے ہیں وہ یہی مسئلہ ہے اور یقین مایہ ہے جب تک اکابرین اور علمائے بزرگ اس امر کی طرف توجہ نہ دیں گے اس وقت ملت جعفریہ کی حالت نہ بدلے گی۔

آج موجودہ پاکستان میں سب سے اہم مسئلہ جو ملت جعفریہ کو درپیش ہے وہ یہی اختلاف ہے کہ جس کے ہم خود موجب ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی آخر کب وہ وقت آئے گا جب ملت جعفریہ تمام دینی و مذہبی امور کو جاننے کی متحمل ہو گی۔ اور کب تک اس قوم سے احکام دین اور مسائل اسلامیہ کو چھپایا جائے گا۔ آج سے پچاس سال پہلے بھی مصلحت نہ تھی اور پچاس سال گزرنے کے بعد بھی نہیں ہے۔ اور اگر اسی طرح رہا تو پچاس سال گزرنے کے بعد بھی یہی حالت رہے گی۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔

خدا کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔

کیا یہ حکم قرآنی نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر کیوں ہم اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہیں کرتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اپنے ذاتی مفادات کو ترک کر کے خالصتاً مذہبی مسائل و احکام ملت تک پہنچائیں تو بہت جلد ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ مثلاً دیکھ لیجئے جیسے آج کل جو کتاب بحث کے لحاظ سے پوری ملت جعفریہ میں معرکۃ الاراء بنی ہوئی ہے وہ کتاب ''**اصلاح الرسوم**'' ہے جو کہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی ڈھکو صاحب نے تحریر فرمائی ہے۔ جس کی پاداش میں نہ معلوم مولانا

کو کیا سننا پڑا اور نہ معلوم کتنے ہی لوگوں نے اپنی دکانداری چمکانے کے لیے اس کتاب کو ہوا دی۔ وہ صاحبان جو اپنے آپ کو **علامة الدهر** سمجھتے ہیں مگر قوم وملت کا حتیٰ کہ اپنے ہی گھر کا ایک بھی فرد صاحب کے خطاب کو سننے کا روادار نہیں تھا وہ آج بڑے ہیرو کی طرح میدان میں سلطان راہی بنے نظر آتے ہیں۔

حالانکہ اس کتاب میں کوئی ایسی بات نئی تحریر نہیں ہے بلکہ بقول علامہ اختر عباس نجفی قبلہ کے (جو انہوں نے کوٹلہ جام مدرسہ میں خطاب فرمایا تھا) کہ یہ وہ مسئلے ہیں جو چالیس سال پہلے بھی موجود تھے۔ مگر کیا ہو گیا ہے یہ سب پیٹ اور حسد کا مسئلہ ہے اور کچھ نہیں۔ اگر تمام بزرگان دین ایک ساتھ اور متحد ہو کر ان مسائل کو بتائیں تو قوم کبھی انتشار کا شکار نہیں ہو گی۔ کیا ایران کے علماء کے اختلاف نہ تھے؟ کیا عراق نجف اشرف کے علماء میں اختلاف نہ تھے؟ کیا لکھنوء کے علماء کے اندر اختلاف نظر نہ تھے؟ آج بھی کتب اختلافات سے بھری پڑی ہیں۔ مگر پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ پہلے لوگ بات سنتے تھے اور سناتے تھے اور آج لوگ دکانداری چمکاتے ہیں۔ سمجھ نہیں آتی کہ ایک طرف تو تحریک جعفریہ علامہ موصوف کو شیعت سے خارج کرتے ہوئے سپریم کونسل سے نکالتی ہے اور اسی تحریک کے ایک اہم فرد جو جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر فائز ہیں جگہ جگہ علامہ موصوف کے خلاف دھڑا دھڑ تقاریر کر رہے ہیں (یہ وہی صاحب ہیں جو چند روز قبل خود قائد محترم کے خلاف ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں اور جن پر کھلے خطوط کے ذریعے بہت سے الزامات کا انکشاف ہوا ہے اور آج کل جب مقاصد پورے نہ ہوئے تو توبہ کر کے تائب ہو چکے ہیں اور اپنی سیٹ پر بدستور کام کر رہے ہیں)۔

اور دوسری طرف اسی تحریک کے اہم فرد جن کا نام ہی تحریک کی ضمانت ہے جناب مولانا سید تقی نقوی، مولانا کی سر توڑ حمایت میں مصروف ہے۔ یہاں تک کہ سرگودھا میں علامہ کی طرف سے منعقدہ کانفرنس میں بہترین خطاب کے ذریعے حمایت کر چکے ہیں اور علامہ ڈھکو صاحب ان کے مدرسہ مخزن العلوم کے سالانہ جلسہ میں مدعو تھے۔ اور خطاب بھی کیا تھا۔ آخر پھر قوم کو یہ دھوکہ

کیوں اور یہ دورخی کیوں ہے؟ قوم وملت کو صحیح حقائق سے کیوں نہیں آگاہ کیا جاتا؟

اگر بالفرض علامہ ڈھکو صاحب غلط ہیں ان کے نظریات تشیع کے مطابق نہیں تو پھر سب علماء اکٹھے کیوں نہیں ہو جاتے؟ اپنے مدرسوں میں دعوتیں کیوں دیتے ہیں؟ اور اگر علامہ صاحب صحیح عالم دین اور بزرگ شخصیت ہیں تو پھر قوم کو بتا کیوں نہیں دیتے؟ اور ان حضرات کا محاسبہ کیوں نہیں کرتے جو قوم میں انتشار کا سبب بن رہے ہیں۔ حال ہی میں فوق الذکر کانفرنس جو جامع المنتظر میں ہوئی اس میں علامہ محمد حسین ڈھکو بھی موجود تھے مولانا سید تقی شاہ صاحب بھی تھے اور سید افتخار نقوی صاحب جنرل سیکرٹری تحریک جعفریہ بھی سینکڑوں علماء کی موجودگی میں موجود تھے یہاں تک کہ افتخار نقوی صاحب خود چل کر علامہ ڈھکو صاحب کے اس کمرہ میں بھی گئے جہاں علامہ آرام فرما رہے تھے۔ اور احوال پرسی کی مگر باہر آکر قوم کے سامنے دوسرا رخ پیش کیا جاتا ہے مگر ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کیوں کہ بحث لمبی ہو جائے گی۔

آخر میں استاد بزرگ علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی صاحب سے یہ گذارش کروں گا کہ جس طرح آپ نے آج قائد کی قیادت کا تحفظ کیا ہے اور قوم کو آنے والے عظیم انتشار سے بچایا ہے اسی طرح آپ مجاہدانہ طور پر موجودہ اختلاف اور بیماری کا بھی سد باب فرمائیں۔ پوری قوم اور علماء آپ کے ساتھ ہیں یقیناً آپ کامیاب ہوں گے اور آپ کا یہ اقدام جہاں مستحسن ہے وہاں قوم وملت پر ایک عظیم احسان بھی ہے۔

خدا ہم، سب کو توفیق خیر دے۔ آمین

کلام الامام امام الکلام

چھٹے تاجدار ولایت و امامت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مقام پر کسی زندیق کے اس سوال پر کہ بنی آدم کی یہ کیا حالت ہے کہ کوئی شریف ہے اور کوئی کمینہ؟ فرمایا تھا:۔

''شریف وہ ہے جو خدا کا مطیع ہے اور رذیل و کمینہ وہ ہے جو عاصی و گنہگار ہے''۔

شریف و رذیل کی یہ بہترین تعریف ہے۔ ظاہر ہے کہ جو خدا سے ڈرے گا وہ کبھی کمینی باتیں مثلاً چوری، جھوٹ، دغابازی، مکروفریب، غیبت، تہمت و بہتان تراشی اور افتراپردازی نہیں کرے گا۔ اور حقیقت یہی ہے کہ جو افراد ان امور کو انجام دیتے ہیں وہ خدا سے نہیں ڈرتے۔ انہیں اپنے انجام کا کوئی ڈر نہیں، وہ اپنے کیے پر شرمندہ نہیں، تبھی تو وہ معاصی کا شکار ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ حق ہے کہ انسان جتنا خدا کے قریب ہوتا جائے گا خوف الٰہی اور تقویٰ اس میں اتنا ہی بڑھتا جائے گا۔

آج ہمیں غور کرنا ہے کہ ہم کس دور میں زندگی بسر کر رہے ہیں؟ کن حالات و مشکلات کا ہمیں سامنا ہے؟ اور پھر اس پر آشوب اور پرفتن دور میں ہمیں اپنی دینی و مذہبی ذمہ داریاں کس طریقہ سے انجام دینا ہوں گی؟ ہمیں سوچنا ہے کیا ہم شرعی فرائض کی انجام دہی میں مخلص بھی ہیں یا نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اپنے ساتھ اور مذہب کے ساتھ غداری کر رہے ہیں۔ کیا ہمارا یہ رویہ، یہ کردار و عمل خلاف اسلام و ایمان تو نہیں ہے؟

ہمیں اپنے کردار و عمل کو اپنے آئمہ علیہم السلام کے اقوال و فرامین اور ان کی سیرت سے ہم آہنگ کرنا اور رکھنا ہوگا۔ ہمیں ہر اس اقدام سے باز رہنا ہوگا جو عمل آئمہؑ کے خلاف ہو۔ اور ہمیں ہر اس فعل کو انجام دینا ہوگا جن کا حکم خالق برحق کے نمائندہ برحق ولی امرؑ نے دیا ہوگا۔ اپنی اغراض و مقاصد اور خواہشات کے حصول کیلئے دین و مذہب کو استعمال نہیں کرنا۔ اس مقام پر میں بہتر سمجھتا

ہوں کہ امام حق کا فرمان حق صاحبان ایمان کے لیے پیش کروں جس میں امام نے راہ ہدایت کے لیے بہترین تقسیم بندی کر دی ہے۔اور یقیناً جو خود کو امام کا غلام سمجھتا ہے وہ کلام امام کو راہنما بنائے گا۔

خطیب منبر سلونی حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے فرمایا:

بندگان خدا! ہم ایک ایسے سرکش اور کینہ پرور زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہیں جہاں اچھے ہی برے سمجھے جاتے ہیں اور ناحق لوگوں کی زیادتیاں دن بدن بڑھتی جارہی ہیں۔ہم جو کچھ جانتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور جو کچھ نہیں جانتے اسے سیکھنا گناہ سمجھتے ہیں۔ہم سوئے رہتے ہیں اور جاگتے اس وقت ہیں جب حوادثات و خطرات ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں۔تم دیکھو گے کہ تمہیں چار طرح کے لوگ نظر آئیں گے:۔

1۔ کچھ امن و صلح کے نعرے لگانے والے ملیں گے۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل کمزور، تلواریں کند اور ہاتھ دولت سے خالی ہیں۔

2۔ اور کچھ ایسے شمشیر برہنہ ملیں گے جو اپنی برائیوں کو چھپانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔فوجیں جمع کرنے اور حربی طاقت بڑھانے میں مصروف ہیں۔یہ فتنہ و فساد پر آمادہ ہیں اور دین و مذہب کو بازیچہ سمجھ چکے ہیں اور انہوں نے یہ سب اس ذلیل دنیا کی ملکیت، لشکروں کی قیادت، منبروں پر خطابت اور عوام کی راہنمائی کی ہوس میں کیا ہے۔لیکن یہ کتنی بری تجارت ہو گی اگر تم اجر خداوندی اور اپنے نفوس دونوں کی قیمت اس دنیا کو سمجھ لو؟

3۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ملیں گے جو بظاہر اعمال خیر میں مشغول ہیں۔امانت داری کے لیے اپنے نفوس کو سنوار لیا ہے۔لیکن وہ اس آڑ سے دنیا کا شکار کھیلنا چاہتے ہیں اور اللہ کو پردہ بنا کر معصیت میں مشغول ہیں۔

4۔ کچھ ایسے بھی نظر آئیں گے جو اپنی کمزوریوں اور قلت اسباب کی وجہ سے طلب دنیا کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے انہوں نے اس کا نام قناعت اور پرہیز گاری رکھ لیا ہے۔اب کچھ ایسے

بھی باقی رہ گئے جو خدا کے نام سے کانپ اٹھتے ہیں محشر کے خوف سے اشکبار ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ رنجیدہ، پریشان، مجہول اور گمنام ہیں۔

محسن روحانیت استاد العلماء علامہ **سید ریاض حسین نجفی قبلہ** سے

گزارش

دور حاضر میں مذہب شیعہ اور ملت شیعہ کو بدنام ورسوا کرنے کے لیے جو وسائل اور طریقے اختیار کیے جارہے ہیں وہ اب ڈھکے چھپے تو رہے نہیں بلکہ کھل کر سامنے آچکے ہیں۔ بستی بستی اور قریہ قریہ کافر' مشرک اور بے دین قرار دینے میں باطل قوتیں برسرپیکار ہیں۔ دیانت داری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ذمہ دار علماء بھی اس رو کے ساتھ بہے جارہے ہیں اپنے جلسوں میں تردید شیعہ پر تقاریر کی جاتی ہیں۔ عوام کو مشتعل کرنے کی خاطر صحابہ کے نام کی دہائی مچائی جاتی ہے۔ بعض مقامات تو یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ شیعہ سے عدم تعاون تک کی تلقین کی جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی خانہ خدا میں عہد تک لیا جاتا ہے۔

اور شیعہ قوم پر خدا کی زمین کو تنگ کرنے کی کوششیں روز بروز بڑھتی ہی چلی جارہی ہیں۔ میلسی' بہاولپور' بہاولنگر' سرگودھا' خانیوال' شورکوٹ اور اندرون سندھ خاص طور پر اس فتنہ کا شکار ہو کر شیعہ قوم اور حکومت کے لیے سوالیہ نشان بن چکے ہیں۔ تو ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ جہاں اس پرفریب پراپیگنڈہ کا پردہ چاک کیا جائے وہاں اپنی قوم کو بھی منظم کیا جائے۔ قوم وملت کا یکجا کرنا موجودہ دور میں از حد ضروری امر ہے۔ اور اس مسئلہ میں کافی حد تک کام کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں شیعہ قوم کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے فریضہ مذہبی کو صحیح اور درست طریقہ سے انجام دے۔ وہاں موجودہ علمائے اعلام کی ذمہ داری ذرا زیادہ اور توجہ طلب ہو جاتی ہے کہ علمائے کرام اپنے فرائض دینی کی انجام دہی میں مخلص اور متدین ہو کر کام کریں۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب علماء میں باہمی محبت وانس اور رابطے کا فقدان نہ ہو اگر علماء ایک ساتھ اور متحد ہو کر چلیں گے تو نوے فیصد بیماریوں سے قوم کو نجات مل سکتی ہے۔

علماء میں محبت وانس اور رابطہ اس وقت قائم ہوسکتا ہے اور رہ سکتا ہے جب ان کے اندر کوئی تنظیم ہو اور جب تنظیم ہو گی تو محبت وانس اور نظم وضبط بھی ہو گا۔ اور آج ہماری سب سے بڑی مصیبت بھی یہی ہے کہ علماء کے اندر تنظیم نہیں ہے۔ ماضی میں علماء نے یہ احسن کوشش کی تھی کہ اور خاص طور پر حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین استاد العلماء علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی صاحب قبلہ نے علماء کی تنظیم وفاق العلماء شیعہ پاکستان کی ایک عرصہ قیادت کی اور بلاشبہ آپ نے علماء کو ایک زنجیر میں پرودیا اور منظم طریقہ سے علماء کے اندر باہمی ربط پیدا کیا۔ جس کے خاطر خواہ فوائد حاصل ہوئے مگر جیسے ہی قبلہ نے اس کی سرپرستی سے کنارہ کشی کی اور اس کی قیادت سے استعفیٰ دے دیا یہ تنظیم فقط کاغذوں تک محدود ہو کر رہ گئی۔

یہاں پر ہم استاد العلماء جناب علامہ حافظ سید ریاض حسین صاحب قبلہ سے گزارش کریں گے کہ آپ نے رات دن لگا کر جو پودا لگایا تھا اور عرصہ سے اس کی آبیاری کرتے رہے اور خون پسینہ ایک کر کے شب وروز اس کی پرورش کرتے رہے۔ آج وہ پودا سوکھ گیا ہے اور اپنی شناخت کھو بیٹھا ہے۔ ابھی بھی وقت ہے کہ قبلہ اس مرجھاتے ہوئے درخت کو زندہ کر سکتے ہیں۔ اور پھر سے علماء کو باہمی رشتہ میں جوڑ کر قوم وملت پر احسان عظیم کر سکتے ہیں۔ علماء جو کہ انتشار وافتراق کا شکار ہو رہے ہیں اور قومی وملی سطح پر اپنا وجود مٹانے کے درپے ہیں۔ ان کو فقط آپ ہی بچا سکتے ہیں۔ اور پھر آپ سے زیادہ کون اس چیز کا احساس کر سکتا ہے۔

حضرت امام **مھدی** آخرالزماں علیہ السلام

نام: رسول خدا کے ہم نام (محمدؑ)

مشھور القاب: مہدی موعود۔امام عصر۔بقیۃ اللہ۔قائم۔

والد محترم: حضرت امام حسن عسکریؑ

والدہ گرامی: جناب نرجس خاتون

تاریخ ولادت: ۱۵ شعبان المعظم

سن ولادت: ۲۵۵ ہجری یا ۲۵۶ ہجری قمری

جائے ولادت: سامراء تقریباً پانچ سال کفالت پدر میں تھے۔اور پوشیدہ تھے۔

دوران زندگی: اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ بچپن: پانچ سال اپنے والد ماجد کی زیر سرپرستی تھے اور پوشیدہ تھے تاکہ دشمنوں کے گزند سے محفوظ رہ سکیں اور جب ۲۶۰ھ میں امام حسن عسکریؑ کا انتقال ہو گیا تو عہدہ امامت آپ کے سپرد ہوا۔

2۔ غیبت صغریٰ: ۲۶۰ھ ق سے شروع ہوئی اور سن ۳۲۹ھ ق تک تقریباً ستر سال تک باقی رہی۔(اس میں دیگر اقوال بھی ہیں)

3۔ غیبت کبریٰ: ۳۲۹ ہجری قمری سے شروع ہوئی ہے اور جب تک خدا چاہے گا باقی رہے گی۔

4۔ ظہور کا زمانہ: یہ بھی مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ظہور کے بعد آپؑ کی حکومت ہو گی۔

فرامین حضرت حجت خدا علیہ السلام

1۔ اقد ار اللہ عزوجل لا تغالب و ارادته الا ترد' توفیقه لا یسبق۔

مقدورات الٰہی کبھی مغلوب نہیں ہوا کرتے۔ارادہ الٰہی کورد نہیں کیا جاسکتا اور توفیق الٰہی پر کوئی چیز سبقت نہیں لے جاسکتی۔(البحار ج۵۳ص۱۹۱)

2۔ ان اللہ تعالیٰ لم یخلق الخلق عبثاً و لا اھملھم سدی۔

خداوند عالم نے مخلوقات کو بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ ہی ان کو بے مقصد چھوڑ رکھا ہے۔(بحار ج۵۳ص۱۹۴)

3۔ بعث محمدا صلی اللہ علیه واله رحمته للعالمین و لمم به نعمته و ختم به انبیاء و ارسله الی الناس کافة۔

خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا اور ان کے ذریعہ نعمتوں کو تمام کیا۔اور ان پر سلسلہ نبوت کو ختم کیا اور تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔(بحارج۵۳ص۱۹۴)

4۔ و اما الحوادث الواقعة ما رجعوا فیھا اله رواة حدیثنا' فانھم حجتی علیکم و اناحجة اللہ علیھم۔

لیکن واقع ہونے والے حوادث میں تم ہمارے حدیثوں کے راویوں کی طرف رجوع کرو' کیونکہ وہ لوگ میری طرف سے تمہارے اوپر حجت ہیں اور میں خدا کی طرف سے ان پر حجت ہوں۔(کمال الدین ج۲ص۴۸۴)

5۔ قلوبنا اوعیة لمشیة اللہ فاذا شاء شینا۔

ہمارے قلوب مشیت الٰہی کے ظرف ہیں جب وہ چاہتا ہے ہم بھی چاہتے ہیں۔(بحارج ۵۳ص۵۱)

6۔ فاعلم انه لیس بین الله عزوجل و بین احدا قرابة۔

یہ جان لو کہ خدا اور کسی کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے۔(کمال الدین ج۲ص۴۸۴)

7۔ و لیعلمو ان الحق معنا و فینا لا یقول ذلک سوانا الا کذاب مفتر ولا یدیع غیرنا ضال غوی۔

یہ بھی جان لو کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور ہم میں ہے ہمارے علاوہ جو اس کو کہے گا وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے۔اور ہمارے علاوہ اس (امانت) کا جو بھی دعویدار ہے وہ گمراہ ہے۔ (کمال الدین ج۲ص۴۸۴)

8۔ کذب الوقاتون۔

ظہور امام زمانہ کا وقت معین کرنے والے جھوٹے ہیں۔(کمال الدین ج۲ص۴۸۳)

9۔ و اما وجه الانتقاع بی فی غیبتی فکالا تقاع بالشمس اذا غیبها عن الابصار السحاب۔

وجود غیبت میں میرے وجود سے فائدہ اٹھانا ایسے ہی ہے جیسے سورج سے ہوتا ہے جب وہ بادلوں چھپ جائے۔(بحار ج۷۸ص۳۸۰)

10۔ و انا الامان لاهل الارض۔

یقیناً میں اہل زمین کے لیے امان ہوں۔(بحار ج۵۳ص۱۸۱)

11۔ ابی الله عزوجل للحق الا اتماماً و للباطل الا زهوقا۔

خدا حق کو کامل اور باطل کو زائل کرنا چاہتا ہے۔(بحار ج۵۳ص۱۹۳)

12۔ و اکثر و دعاء بتعجیل الفرج خان ذالک فرجکم۔

تعجیل ظہور کی دعا کثرت سے کیا کرو کیونکہ دعا تمہارے لیے فرج ہے۔(کمال الدین ج۲ص۴۸۵)

13۔ انا خاتم الاوصیاء و بی یدفع الله البلاء لم اهلی و شیعتی۔

میں خاتم الاوصیاء ہوں میرے ہی ذریعہ سے خدا بلاؤں کو میرے اہل اور میرے شیعہ سے دور کرے گا۔ (بحار ج ۵۲ ص ۳۰)

14۔ و اما علة ما وقع من الغيبت فان الله عزوجل يقول " يا ايها الذين امنو لا تسئلو ا عن اشياء ان تبد لكم تسوكم "۔

غیبت کی وجہ وہی ہے جس کے لیے خدا نے کہا ہے ایمان والو بہت سی چیزوں کے بارے میں نہ پوچھا کرو کیونکہ اگر ان کو ظاہر کر دیا جائے تو تم کو برا لگے گا۔ (کمال الدین ج ۲ ص ۴۸۵)

15۔ ومن اكل من اموالنا شئيا فانما يا كل فى بطنه نارا و سيصلى سعيرا۔

جو ہمارے مال سے کچھ بھی کھائے گا (جس میں خمس وغیرہ) وہ اپنے پیٹ کو آتش سے بھرے گا اور جہنم کے شعلوں سے بھرے گا۔ (کمال الدین ج ۲ ص ۵۲۱)

16۔ فليعمل كل امرى منكم ما يقرب به من محبتنا و يجتنب ما يذينه من كراهتنا و سخطنا .

تم میں سے ہر شخص وہ کام کرے جس سے ہماری محبت سے قریب ہو جائے اور جو چیزیں ہماری ناراضگی اور غصہ کا سبب ہوں ان سے دوری اختیار کرے۔ (احتجاج ص ۴۹۸)

17۔ فاغلقو ابواب السوال عمالا يعنيكم۔

لایعنی باتوں کے بارے میں سوالات کا دروازہ بند کردو۔ (بحار ج ۵۲ ص ۴۹۸)

18۔ انا المهدى انا قائم الزمان انا الذى املاها عد لا كما ملت جورا ان الارض لا تخلو من حجة۔

میں ہی مہدی ہوں۔ میں قائم الزمان ہوں۔ میں ہی زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دوں گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی۔ (بحار ج ۵۲ ص ۲)

19۔ و اجعلو قصد کم الینا بالمودة علی السنة الوضحة۔

واضح روایات کی بنا پر اپنے قصد و توجہ کو ہماری محبت کے ساتھ ہماری طرف قرار دو۔ (بحار ج۵۳ص۱۷۹)

20۔ فقد وقعت الغیبة النامة فلا ظهور الا بعد اذن الله عزوجل۔

غیبت نامہ واقع ہو چکی ہے اب ظہور اذن خدا کے بعد ہی ہو گا۔ (کمال الدین ج ۲ ص۵۹۶)

21۔ و اذن الله لنا فی القول ظهر الحق و ضمحل الباطل۔

جب بھی خدا ہم کو اجازت دے گا حق واضح اور باطل نابود ہو جائے گا۔ (بحار ج ۵۳ ص۱۹۶)

22۔ انا بقیة الله فی ارضه و المنتقم من اعدائیه۔

میں زمین پر بقیۃ اللہ ہوں اور دشمنان خدا سے انتقام لینے والا ہوں۔ (بحار ج۵۲ص۲۴)

23۔ و انی اخرج خین اخرج ولا بیعت لاحد من الطوا غیت فی عنقی۔

میں جس وقت بھی خروج کروں کسی طاغوت کی بیعت میری گردن میں نہ ہو گی (یعنی نہ میں تقیہ کروں گا اور نہ کسی کے مقابلہ میں خاموش رہوں گا بلکہ ان سے جنگ کروں گا)۔ (بحار ج ۷۸ص۳۸۰)

24۔ انا غیر مهلمین لمراعاتکم و لا تاسین لذکر کم۔

میں تمہارے امور زندگی سے غافل نہیں ہوں اور نہ تمہاری یاد کو بھلانے والا ہوں۔ (بحار ج۵۳ص۱۷۵)

25۔ لعنة الله و الملائکة و الناس اجمعین علی من اکل من مالنا درهما حراما۔

جو ہمارے مال سے ایک درہم بھی (بطور) حرام کھائے اس پر خدا' ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ (کمال الدین ج ۲ ص ۵۲۲)

26۔ و اما اموالکم فلا تقلبها الا لتطهرو۔

ہم تمہارے اموال کو صرف اس لیے قبول کرتے ہیں تا کہ تم طاہر ہو جاؤ۔ (کمال الدین ج ۲ ص ۴۸۴)

27۔ فانا یحیط علمنا بابنائکم و لا یغرب عنا شئی من اخبارکم۔

ہمارا علم تمہاری خبروں کے بارے میں محیط ہے تمہاری کوئی خبر ہم سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ (بحار ج ۵۳ ص ۱۷۵)

28۔ و اما ظهور الفرج فانه الی الله ذکره ۔

رہا ظہور کا مسئلہ تو وہ اذن خدا سے متعلق ہے۔ (کمال الدین ج ۲ ص ۴۸۴)

شخصیت حضرت امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسنؑ جناب رسالتمآبؐ کے نواسے اور حضرت امیر المومنینؑ و جناب سیدہ فاطمہ الزہراؑ کے فرزندار جمند اور مسلمانوں کے دوسرے امام ہیں۔

۱۵ رمضان المبارک ۳ ھ کی شب کو مدینۃ الرسولؐ میں متولد ہوئے۔ جب آپ ۷ سال ۵ ماہ اور ۱۳ یوم کے تھے تو جناب رسالتمآبؐ کے سایہ عاطفت سے ۲۸ صفر ۱۱ ہجری کو محروم ہو گئے۔

اس سال ۳ جمادی الثانی کو آپ کو مادر گرامی قدر کی آغوش مبارک سے بھی محروم ہونا پڑا اور یہ عظیم صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ ۳۷ سال ۴ دن کی عمر میں پدر بزرگوار حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کا سایہ بھی آپؑ کے سر سے اٹھ گیا اور اسی وقت آپؑ شیعوں کے دوسرے امام قرار پائے اور کوفہ میں مقیم ہوئے۔ چھ ماہ تین دن ظاہری خلافت ۲۴ ربیع الاول ۴۱ ھ کو معاویہ بن سفیان کی درخواست پر اس سے صلح کی اور بعد ازاں مدینہ منورہ تشریف لائے اور وہیں دس سال قیام فرمایا۔

اور آخر معاویہ کے اغواء سے جعدہ بنت اشعث نے حضرتؑ کو زہر دے دیا جس سے آپؑ ۲۸ صفر ۵۰ ہجری کو شہید ہو گئے اور مدینہ میں بر مقام جنت البقیع میں دفن کئے گئے آپؑ مجسمہ اخلاق تھے اور اسکی وجہ سے لقب "اخلاق حسنی" زبان زد عوام و خواص ہے۔

ولادت با سعادت:

ام الفضل بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت رسول خداؐ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضورؐ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں آرہا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ بہت

ہی اچھا خواب دیکھا ہے۔ میری بیٹی فاطمہؑ کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوگا تم اس کو اپنے قثم کا دودھ پلاؤ گی۔ اس کے بعد حضرت امام حسنؑ پیدا ہوئے اور اس خواب کے مصداق قرار پائے۔

حلیہ مبارک :

حضرتؑ کی آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی غلافی خوشنما تھیں۔ رخسار پتلے خدوخال کے تھے۔ کلائیاں گول گاؤ دم تھیں داڑھی گنجان کانوں کی لو تک بل کھائی ہوئی تھی۔ گردن ایسی بلند اور روشن گویا چاند کی صراحی تھی۔ شانے اور بازو گدگدے اور بھرے بھرے تھے۔ سینہ چوڑا چکلا تھا۔ قد نہ زیادہ دراز اور نہ زیادہ کوتاہ بلکہ درمیانہ تھا۔ آپؑ کی صورت زیبا اور نہایت ہی حسین اور نورانی تھی۔ وسمہ کا خضاب کرتے تھے بدن خوبصورت اور سڈول تھا۔

نواسے کی نانا سے شباہت :

متعدد روایتیں اس مضمون کی ہیں کہ آپؑ حضرت رسول خداؐ سے نصف جسم سے کامل شباہت رکھتے تھے۔ حضرت امیر المومنینؑ فرماتے تھے کہ جو شخص اس کو دیکھنا چاہے کہ جو گردن سے روئے مبارک تک حضرت رسول خداؐ سے مشابہ ہو تو وہ حسنؑ کو دیکھ لے۔ حضرتؑ یہ بھی فرماتے تھے کہ حسنؑ سینہ سے سر تک سب سے زیادہ آنحضرتؐ کے مشابہ ہیں۔ انس بن مالکؓ کہتے تھے کہ امام حسنؑ سے زیادہ کوئی شخص حضرت رسول خداؐ کا ہمشکل نہیں ہے۔ (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۰۶)۔ خود آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ حسنؑ میں میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسینؑ میں میری جرات اور سخاوت ہے۔ (طبرانی)

کنیت و القاب :

آپؑ کی کنیت ابو محمدؑ تھی اور القاب بہت سے تھے مثلاً تقی، زکی، سبط، ولی، نقی، مجتبٰے (وغیرہ)۔

عقیقہ :

آپؑ کی ولادت کے ساتویں دن حضرت رسول خداؐ نے آپؑ کا عقیقہ کیا۔آپ کے بال منڈوائے اور حکم دیا کہ بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کی جائے ۔(اسد الغابہ ج ۳ ص ۲)

سرداری جنت :

تمام شیعہ سنی محدثین نے بالا جماع روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ برابر فرمایا کرتے تھے **ان الحسنا و الحسینا سیدالشباب اھل الجنته** حسنؑ اور حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں۔

حذیفہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے آنحضرتؐ کو بہت خوش اور مطمئن پایا تو عرض کی کہ حضورؐ کو بہت خوش دیکھ رہا ہوں؟ تو فرمایا کہ کیونکر خوش نہ ہوں کہ جرائیل نے آکر مجھے بشارت دی ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے پدر بزرگوار ان دونوں سے افضل ہیں ۔(کنز العمال۔صواعق محرقہ۔تاریخ الخلفاء۔ اسد الغابہ۔اصابہ۔استیعاب)

نانا کی نواسہ سے محبت :

اسامہ بن زیادہ کہتے ہیں کہ ایک کام سے میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا حسنؑ اور حسینؑ میرے دو فرزند ہیں اے خدایا میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے بلکہ ان کے دوستوں سے بھی محبت فرما۔

ایک اور اصحابی کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کی طرف رسولؐ اس شان سے تشریف لائے کہ ایک شانے پر حسنؑ اور دوسرے پر حسینؑ تشریف فرما تھے۔اور آنحضرتؐ کبھی حسنؑ کا بوسہ لیتے تھے

اور کبھی حسینؑ کا۔ اسی طرح ہم لوگوں کے پاس پہنچ گئے تو فرمایا جو شخص ان دونوں سے محبت رکھے گا وہ مجھ سے محبت رکھ سکتا ہے اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ میرا بھی دشمن ہے۔

روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ نماز میں مشغول تھے کہ دونوں شہزادے حسنؑ اور حسینؑ آپؐ کی حالت سجدہ میں پشت پر چلے جاتے تھے لوگوں نے روکنا چاہا تو آپؐ نے اشارہ سے منع فرمایا۔ اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو دونوں کو گود میں بٹھا لیا پھر فرمایا کہ جو مجھ سے محبت کا دعوٰی کرتا ہے اسے چاہئے کہ ان دونوں سے محبت کرے (اصابہ ج ۲ ص ۱۱، ۱۲)۔ ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت سے ہمیشہ امام حسنؑ کو دوست رکھتا ہوں جب سے اس واقعہ کو دیکھا کہ حسنؑ حضرتؐ کی گود میں بیٹھے ہیں اور اپنی انگلیاں حضرتؐ کی داڑھی میں ڈال رہے ہیں اور حضرتؐ اپنی زبان مبارک امام حسنؑ کے منہ میں ڈال رہے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں اے اللہ میں اسے پیار کرتا ہوں تو بھی اسے پیار کر (ذخائر العقبیٰ و نور الصباء)۔ آنحضرتؐ ایک مرتبہ آپؑ کو اپنے شانے پر سوار کئے ہوئے تھے کہ ایک صحابی نے کہا کہ اے صاحبزادے تم کتنی اچھی سواری پر سوار ہو یہ سنتے ہی آنحضورؐ نے فرمایا کہ یہ سوار بھی تو کیسا اچھا ہے (اسد الغابہ)۔

بچپنے میں وحی کا حفظ کرنا:

حضرت امام حسنؑ کثرت سے آنحضرتؐ کی خدمت عالیہ میں حاضر رہا کرتے تھے۔ آپؑ کی عمر سات سال کی تھی تو آنحضرتؐ سے جو کچھ وحی آپ سن لیتے تھے وہ آپؑ فوراً یاد کر لیتے اور پھر مادرِ گرامی کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ابتداء سے انتہاء تک وحی کو سنایا کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جب حضرت امیر المومنینؑ داخل بیت الشرف ہوتے تو جناب سیدہؑ کو اس روز کی وحی سے مطلع پاتے۔ اور جب اس راز کو دریافت کرتے تو جناب سیدہؑ فرماتیں کہ آپؑ کے فرزند حسنؑ نے مجھ سے بیان کی ہے۔ ایک روز حضرت علیؑ نے کسی گوشہ میں چھپ کر امام حسنؑ کی اس کیفیت کو دیکھنا چاہا اتنے میں حضرت حسنؑ داخل خانہ ہوئے۔ اور اس روز کی وحی کو اپنی والدہ ماجدہ سے بیان

کرنا چاہا تو زبان مبارک رک گئی اور ایک حرف بھی ادا نہ کر سکے جناب سیدہؑ اس پر نہایت متعجب ہوئیں امام حسنؑ نے ہی اس مخفی راز کو دریافت کر لیا۔ اور عرض کیا کہ اے مادر گرامی پریشان نہ ہوں کیونکہ میرے کوئی بزرگ میرے اس کلام کو سننا چاہتے ہیں۔ اور ان کے رعب نے میری زبان بندی کر دی ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؑ نے کہا کہ اے ماں میرا بیان رکتا ہے اور میری زبان عاجز ہو رہی ہے۔ غالباً میرے کوئی بزرگ میرے کلام کو سننا چاہتے ہیں یہ سن کر حضرت علیؑ اس گوشے سے نکل آئے اور امام حسنؑ کو پکڑ کر آپ کا منہ چوم لیا۔ (بحار ج ۱۰)

حق گوئی :

آپؑ بچپن سے ہی لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیتے اور بری باتوں سے منع فرماتے تھے حضرت رسول خداؐ کے بعد آپؑ ایک دفعہ اس طرف تشریف لیے جاتے ہیں جہاں حضرت ابوبکرؓ موجود تھے۔ دیکھا کہ وہ رسول خداؐ کے ممبر پر ہیں تو آپؑ نے ان سے فرمایا کہ یہ میرے والد کے بیٹھنے کی جگہ ہے اس پر سے اتر آیئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا صاحبزادے تم سچ کہتے ہو یہ واقعاً تمہارے والد گرامی ہی کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ پھر آپؑ کو گود میں بٹھا کر رونے لگے۔ (صواعق محرقہ۔ تاریخ الخلفاء۔ ریاض النضرہ وغیرہ)

حضرتؑ کی عبادت :

حضرت امام حسنؑ نے پچیس حج پا پیادہ کئے اور پھر اس حالت میں آپؑ کی سواری کی اونٹنیاں ساتھ جاتیں مگر آپؑ ان پر سواری نہ فرماتے اور فرماتے تھے کہ مجھے اپنے خالق سے شرم آتی ہے کہ میں اس کی ملاقات کو جاؤں اور پا پیادہ نہ جاؤں (اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۷)۔

حضرت امام حسنؑ کا حلم :

آپؑ کے حلم کے واقعات تو بہت سے ہیں مگر یہاں ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔

ایک دفعہ آپؑ سواری پر جا رہے تھے کہ کسی شامی نے آپؑ کو دیکھ کر گالیاں دینا شروع کر دیں مگر آپؑ نے اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا۔ جب جی بھر کر گالیاں دے چکا تو حضرتؑ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلے اس کو سلام کیا پھر مسکرا کر فرمایا کہ اے شیخ مجھے شک پڑتا ہے کہ تم پردیسی ہو اور شائد تمہیں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے جس کی وجہ سے تم نے مجھے اس قدر گالیاں دیں۔ اگر تم کچھ چاہتے ہو تو میں تمہاری ہر خواہش پوری کرنے کے لئے حاضر ہوں۔ اگر کچھ مانگتے ہو تو دینے کو موجود ہوں۔ اگر کوئی دریافت کرنا ہے تو بتادوں اگر سواری کی ضرورت ہے تو پیش کروں۔ اگر بھوکے ہو تو کھانا کھلاتا ہوں۔ اور اگر پہننے کے لئے کپڑے نہ ہوں تو لباس مہیا کروں۔ اگر محتاج ہو تو اتنا مال ادا کروں کہ خوش ہو جاؤ۔ اگر تم آوارہ وطن ہو تو میں تم کو اپنے گھر میں جگہ دیتا ہوں۔ اور اگر ان باتوں کے علاوہ بھی تمہاری کوئی خواہش ہو تو تب بھی پوری کرنے کو تیار ہوں۔ بہتر ہے کہ تم میرے گھر آؤ اور دعوت قبول کرو جب تک چاہو رہو میں تمہاری خدمت کرنے اور ہر طرح کا آرام پہنچانے کو حاضر ہوں۔ اس لیے کہ میرا مکان کشادہ بھی ہے اور لوگوں میں میری جاہ و عزت بھی ہے۔ اور میرے پاس مال بھی ہے۔

جب اس شامی نے حضرتؑ کے کریمانہ کلام کو سنا تو رونے لگا اور یہ کہنے لگا۔ اشھد انک خلیفته الله فی ارض الله علم حیث یجعل رسالته و کنت انت و ابوک ابغض خلق الله الی والان انت احب خلق الله. وحول رحله الیه و کان ضیفه الی ان ارتحل صار معتقد م المجسم. میں گواہی دیتا ہوں کہ زمین خدا پر اس کے خلیفہ برحق آپؑ ہی ہیں۔ خدا نے جس خاندان کو شرف رسالت بخشا ہے اس کی عظمت و جلالت کو وہی سب سے بہتر جانتا ہے اب سے پہلے تک دنیا میں کسی شخص کو بھی آپؑ کے اور آپؑ کے والدؑ سے زیادہ دشمن نہیں

رکھتا تھا مگر اب سب سے زیادہ آپؑ ہی مجھے محبوب ہیں۔اور پھر اس نے سواری حضرتؑ کے گھر کی طرف پھیری اور جب تک اس شہر میں رہا حضرتؑ ہی کا مہمان رہا اور آپؑ کی محبت کا پورا معتقد ہو گیا۔(مناقب ج ۴ ص ۵۴)

خلافت ظاہری کا چھوڑنا:

حضرت علیؑ کے بعد حضرت امام حسنؑ عراق' ایران' خراسان' حجاز اور یمن وغیرہ میں خلیفہ ہوئے۔ یہ واقعہ چالیس ہجری کا ہے کہ ان چالیس ہزار آدمیوں نے جنہوں نے حضرت علیؑ سے معاویہ سے جنگ کرنے پر آپؑ کی نصرت میں جانے کی بیعت کی تھی' امام حسنؑ سے بھی بیعت کر لی اتنے میں' معاویہ نے آپ پر چڑھائی کر دی۔اور ساٹھ ہزار فوج لے کر مقام مسکین پر اترا جو بغداد سے دس فرسخ تکریت کی جانب اوانا کے قریب واقع ہے۔ حضرت امام حسنؑ خود تو یہ سن کر فوج کا ایک بڑا حصہ لے کر کوفہ سے ساباط مدائن میں آ گئے اور بارہ ہزار فوج قیس بن سعد کی قیادت میں معاویہ کی پیش قدمی روکنے کے لیے روانہ کر دی۔اسی دوران معاویہ نے مخفی طور پر یہ فریب کیا کہ ایک شخص کو مدائن بھیجا جہاں امام حسنؑ مقیم تھے۔اور یہ مشہور کرا دیا کہ حضرتؑ کے سپہ سالار قیس بن سعد نے معاویہ سے صلح کر لی ہے۔

اور اسی طرح دوسرے شخص کو قیس کے لشکر میں بھیج کر یہ مشہور کرایا کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی ہے۔بس یہ خبر جب دونوں جگہ عام ہوئی تو فوج میں بغاوت پھیل گئی فوج آپؑ کے خیمے پر ٹوٹ پڑی اور آپؑ کا سب اسباب لوٹ لیا یہاں تک کہ آپ کے نیچے سے مصلیٰ تک گھسیٹ لیا اور کندھے سے ردا بھی اتار لی۔اور بعض گمراہوں نے معاویہ سے سازش کر کے اطاعت قبول کر لی اور اسے لکھا کہ بہت جلد عراق چلے آیئے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ امام حسنؑ کو پکڑ کر آپ کے حوالہ کر دیں گے۔حضرتؑ کمال صدمہ سے اپنے مدائن کے گورنر سعد کی طرف روانہ ہو گئے۔راستے میں ایک خارجی نے موقع پا کر ایک ایسا کاری زخم لگایا جو ہڈی تک جا پہنچا۔آپؑ زخمی حالت میں

قصر مدائن میں جا کر ٹھہرے۔ سعد نے علاج کروایا اور حضرتؑ کچھ مدت میں اچھے ہو گئے۔ یہ حالات دیکھ کر حضرتؑ نے خلق خدا کی خونریزی کا اندیشہ کر کے خلافت ظاہری کے ترک کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اور چھ یا سات ماہ کی ظاہری خلافت کے بعد ان شرائط کے تحت معاویہ سے صلح کر کے حکومت سے دستبردار ہو گئے۔

شرائط صلح حضرت امام حسنؑ:

1۔ معاویہ مسلمانوں پر کتاب خدا اور سیرت خلفاء صالحین کے مطابق عمل کرے گا۔

2۔ بیت المال کوفہ میں جو رقم بچ گئی ہے وہ امام حسنؑ کو دی جائے گی کہ حضرتؑ زمانہء حکومت کے دیوان ادا کریں۔

3۔ فساء اور دار الجبروت کا خراج حضرت امام حسنؑ کو ملتا رہے گا کہ اہل بیتؑ خرچ کرتے رہیں۔

4۔ اب سے حضرت علیؑ پر شب وستم نہ کیا جائے گا۔

5۔ معاویہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ اپنا ولی عہد مقرر کرے بلکہ شوریٰ کی رو سے اس کے بعد کا مسلمانوں کا حاکم مقرر کیا ہوگا۔ (بعض حضرات کے مطابق (مثلاً ارکلی۔ حیات الحیوان۔ طبری۔ ابن قتبہ) یہ شرط اس طرح تھی کہ معاویہ کے بعد امام حسنؑ خلیفہ ہوں گے)۔

6۔ زمین خدا پر شام۔ مصر۔ عراق۔ حجاز۔ یمن وغیرہ میں ہر جگہ لوگ جان و مال میں امن سے رہیں گے۔

7۔ اصحاب علیؑ اور شیعیان علیؑ کا جان و مال۔ عورتیں اور اولاد سب مامون و محفوظ رہیں گے۔

8۔ حسنؑ بن علیؑ اور ان کے بھائی حسینؑ اور اہلبیتؑ میں سے کسی شخص کے خلاف کہیں خفیہ یا اعلانیہ معاویہ تعرض نہیں کرے گا سب محفوظ رہیں گے اور انہیں کسی طرح کا خوف نہیں دلایا

جائے گا۔

9۔ معاویہ اس عہد نامہ پر خدا سے عہد و میثاق کرے اور اسے پورا کرے۔

(صواعق محرقہ ص ۸۱)

معاویہ اور امام حسنؑ قریب کوفہ انبار میں جمع ہوئے اور وہیں اس عہد نامہ پر فریقین کے دستخط اور لوگوں کی گواہیاں ثبت ہوئیں۔ مگر معاویہ ان شرائط میں سے کسی پر بھی پورا نہ اترا۔ یہ عہد نامہ ۲۵ ربیع الاول ۴۱ھ کو لکھا گیا اور اسکے بعد معاویہ نے لوگوں سے اپنی بیعت لی۔ اور اس کا نام سنت الجماعت رکھا گیا۔

اس کے بعد معاویہ نے عمرو عاص کی تحریک سے حضرت امام حسنؑ کو خطبہ دینے پر مجبور کیا تو حضرتؑ نے منبر پر جا کر فرمایا:

''اے لوگو خدائے تعالیٰ نے ہم میں سے اول کے ذریعے سے تمہاری ہدایت کی اور آخر کے ذریعے سے تمہیں خونریزی سے بچایا۔ معاویہ نے اس امر میں مجھ سے جھگڑا کیا جس کا میں اس سے زیادہ مستحق ہوں۔ لیکن میں نے خونریزی کی نسبتاً اس امر کو ترک کر دینا بہتر سمجھا۔ تم رنج و ملال نہ کرو کہ میں نے حکومت اسکے نااہل کو دے دی اور اس کے حق کو بے موقع مگر رکھا۔ میری نیت اس معاملہ میں صرف امت کی بھلائی ہے''۔ یہاں تک فرما پائے تھے کہ معاویہ نے کہا بس اے حضرتؑ زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (تاریخ خمیس ج ۲ ص ۳۲۵)

حضرتؑ کے خطبہ دینے کے بعد معاویہ منبر پر گیا اور خطبہ میں کہا الحمدللہ آج تمام امور کا انتظام ہو گیا ہے۔ بہت کچھ تردد اور پریشانی کے بعد حق اپنی جگہ پر آ کر ٹھہرا ہے۔ میں نے اس معاملہ کے ابتدا میں جو شرائط کی ہیں وہ محض باہمی میل ملاپ اور امت کے ایک زبان ہونے کے لیے تھیں۔ اب خرابیاں جاتی رہیں اپنے وعدے کا مجھے اختیار ہے پورا کروں یا نہ کروں۔ اب کسی کی مجال نہیں کہ میری مخالفت کرے سب کو میری اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے۔ اس کی یہ باتیں سن کر سب لوگ برہم ہو گئے اسے گالیاں دیں اور مار ڈالنے کا قصد کیا۔ جس سے معاویہ ڈر گیا اور

اپنی گفتگو پر پشیمان ہوا۔ اس کی یہ باتیں سن کر لوگوں نے حضرت امام حسنؑ سے کہا کہ جب معاویہ اپنے عہد پر قائم نہیں رہا تو آپؑ بھی اس سے صلح سے انکار کر دیجئے۔

حضرتؑ نے فرمایا مجھے اپنے قول سے پھرنا مناسب نہیں لڑائی جھگڑا نہ کرو اور صبر سے کام لو

اس کے بعد حضرت امام حسنؑ ، حضرت امام حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر اپنے اہل و عیال کو لے کر مدینہ میں چلے آئے اور یہیں رہنے لگے۔ معاویہ سال میں کچھ مال آپؑ کے پاس بھیجتا اور آپؑ اس کو لے کر غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ لیکن باوجود اس درجہ علیحدگی کے حضرتؑ کا وجود معاویہ کی آنکھوں میں کھٹکتا رہتا تھا خاص کر اس وجہ سے کہ وہ اپنے بیٹے یزید لعین کو ولی عہد مقرر کرنا چاہتا تھا۔ اور عہد نامہ کی رو سے یہ ناممکن تھا۔

لہٰذا وہ اس کوشش میں مصروف ہوا کہ کسی طرح سے حضرتؑ کے وجود سے یہ دنیا خالی ہو جائے چنانچہ اس نے خفیہ طور پر حضرتؑ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کو ایک لاکھ درہم اور اپنے بیٹے یزید سے شادی کا لالچ دے کر زہر دلوا دیا۔ (مروج الذہب ج ۶ ص ۵۵۔ استیعاب ج ۱ ص ۱۴۴)

معاویہ حضرت امام حسنؑ کی خبر شہادت سن کر خوشی سے سجدے میں گر پڑا اور اس زور کی تکبیر کہی کہ دور تک آواز پہنچی اور اس کو سن کر فاختہ بنت قرفہ نے معاویہ سے پوچھا کہ یہ تکبیر کیوں کہی۔ کہنے لگا حسنؑ کی موت پر۔ یہ سن کر فاختہ نے کہا "انا للہ وانا الیہ راجعون" پھر رو کر کہنے لگیں کہ آہ سید المرسلینؐ اور خاتم النبیینؐ کے فرزند نے رحلت فرمائی۔ (مروج الذہب و تاریخ خمیس)

حضرت امام حسنؑ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضرت رسولؐ کے پاس دفن کرنا چنانچہ بنا بر وصیت حضرت امام حسینؑ نعش مبارک کو روضہ رسولؐ میں دفن کرنے کے لئے لائے مگر بنی امیہ اور گروہ عثمانی مروان وغیرہ مانع ہوئے۔ اور حضرت عائشہؓ ایک خچر پر سوار ہو کر آئیں اور فرمایا کہ یہ میرا گھر ہے میں دفن نہیں ہونے دیتی۔ بعض لوگ غل مچا کر کہنے لگے اے عائشہؓ کبھی اونٹ پر سوار ہو کر (جنگ جمل) اور کبھی خچر پر سوار ہو کر پیغمبر اکرمؐ کے بیٹے کے جنازے پر جھگڑتی ہو اور ان کے نانا کے پاس انہیں دفن نہیں ہونے دیتی۔ ہر چند لوگوں نے عائشہؓ سے کہا مگر حضرت عائشہؓ نے

مانیں۔ جھگڑا بڑھ گیا یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کی طرف سے تیر بارانی شروع ہوئی اور کئی تیر حضرت امام حسنؑ کے تابوت میں پیوست ہو گئے۔ مجبوراً لوگوں نے حضرتؑ کی نعش کو لا کر بقیع میں دفن کیا۔

حضرت امام حسنؑ کی اولاد و ازواج :

حضرت امام حسنؑ کی اولاد میں آٹھ بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔

1۔ زید بن حسنؑ اور ان کی دو بہنیں ام الحسن اور ام الحسین ایک زوجہ ام بشیر بنت ابو مسعود بن عقبہ سے تھیں۔

2۔ حسن مثنیٰ بن حسنؑ دوسری زوجہ خولہ بنت منظور فزاریہ سے تھے۔

3۔ عمرو بن حسنؑ وقاسم وعبداللہ تیسری زوجہ سے تھے۔

4۔ عبدالرحمٰن بن حسنؑ چوتھی زوجہ سے تھے۔

5۔ حسن اثرم اور انکی بہن فاطمہ پانچویں زوجہ ام اسحاق بنت طلحہ سے تھے۔

6۔ اور حضرتؑ کی دوسری بیٹیاں ام عبداللہ، ام سلمہ، رقیہ مختلف ازواج سے تھیں۔

حضرت امام **حسن مجتبیٰ** علیہ السلام

نام: حسنؑ

مشہور القاب: مجتبیٰ۔ سبط اکبر

کنیت: ابومحمدؑ

والد گرامی: حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ

مادر گرامی: حضرت فاطمہؑ بنت رسول خداؐ

وقت ولادت: ۱۵ رمضان المبارک سال ۳ ہجری

جائے ولادت: مدینہ منورہ

تاریخ شہادت: ۲۸ صفر

سن شہادت: ۵۰ ہجری

سبب شہادت: زہر

قاتل: معاویہ کے اشارہ پر جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا۔

جائے مدفن: جنت البقیع (مدینہ منورہ)

دوران زندگی: ۔اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ زمانہ رسولؐ (تقریباً ۸ سال)

2۔ ہمراہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ (تقریباً ۳۲ سال)

3۔ عصر امامت (تقریباً دس سال)

فرامین حضرت امام حسن علیہ السلام

1۔ ان انصراہ ما نفذ فی الخیر مذ ھب اسمع الاسماع ما وعی التذکیر و انفع بہ اسلم القلوب ما طھر من الشبہات ۔

سب سے بینا ترین ہے وہ آنکھ جو نیکیوں میں نفوذ آ جائے (یعنی نیکیوں کو با قاعدہ دیکھ لے) اور سب سے زیادہ سننے والا وہ کان ہے جو نصیحتوں کو اپنے اندر جگہ دے اور ان سے فائدہ اٹھائے اور سب سے سالم وہ دل ہے جو شک وشبہ کی آلودگی سے پاک ہو۔

2۔ قیل فما الجبن قال جراۃ علی الصدیق و النکول عن العدو ۔

ایک شخص نے امام حسنؑ سے پوچھا بزدلی کیا ہے؟ فرمایا: دوستوں سے بہادری اور دشمنوں سے بھاگنا۔

3۔ لا تعاجل الذنب العقوبۃ و اجعل بینھما للاعتذار طریقاً۔

خطا کار کی غلطی پر سزا میں جلدی نہ کرو۔ خطا اور اس کی سزا میں عذر کو راستہ قرار دو۔

4۔ بالعقل تدرک الدار ان جمیعاً ۔

دنیا وآخرت کی سعادت کو عقل سے سمجھا جا سکتا ہے۔

5۔ لا فقر مثل الجھال ۔

جہالت سے بڑھ کر فقیری نہیں ہے۔

6۔ علم الناس علمک و تعلم علم غیرک فتکون قد اتقنت علمک او علمت مالم تعلم ۔

اپنا علم لوگوں کو سکھاؤ‘ دوسروں کا علم خود سیکھو اس طرح تم اپنا علم مضبوط کر لو گے اور جو نہیں جانتے ہو اس کا علم حاصل کر لو گے۔

7۔ قیل فما العروۃ ؟ قال حفظ الدین و اعزاز النفس و لین الکنف و

تعهد الصیغه و اداء الحقوق۔

ایک شخص نے امام حسنؑ سے دریافت کیا کہ جوانمردی کیا ہے؟ فرمایا دین کی حفاظت' نفس کی بزرگی' نرمی کی عادت' ہمیشہ احسان کی عادت' حقوق کی ادائیگی۔

8۔ مارایت ظالماً اشبه بمظلوم من حاسد ۔

میں نے کسی ایسے ظالم کو نہیں دیکھا جو حسد کرنے والے مظلوم کے مشابہ ہو۔

9۔ راس العقل معاشره الناس بالجمیل۔

لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہی اصل عقل ہے۔

10۔ الاخاء الوفاء فی الشد ۃ و الرخاء۔

برادری کا مطلب سختی اور آسائش میں وفاداری ہے۔

11۔ الحرمان ترک حظک و قد غرض علیک۔

ناامیدی اور بے بہرہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آئے اقبال کو ٹھکرا دینا۔

12۔ قیل ما الکرم ؟ قال الابتداء بالحطبة قبل المسا ئة۔

کسی شخص نے حضرت امام حسنؑ سے پوچھا کرم کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد فرمایا بے مانگے عطا کرنا۔

13۔ بین الحق و الباطل اربع اصابع 'مارایت بعینک فھو الحق و قد تسمع باذ نک باطلاً کثیراً ۔

حق اور باطل کے درمیان چار انگل کا فاصلہ ہے' جو اپنی آنکھوں سے دیکھو وہ حق ہے اور کانوں سے تو بہت سی غلط باتیں بھی سنا کرتے ہو۔

14۔ مانشاور قوم الاھد و الی رشد ھم۔

جس قوم نے مشورہ سے کام لیا وہ راہ ہدایت پا گئی۔

15۔ من احب الدنیا ذ ھب خوف الاخرة عن قلبه۔

جو شخص دنیا کو بہت محبوب رکھتا ہے اس کے دل سے آخرت کا خوف چلا جاتا ہے۔

16۔ المعروف مال یتقد مه مطل و لا یتبعه من۔

نیکی سے مراد یہ ہے کہ اس سے پہلے ٹال مٹول نہ ہو اور اسکے آخر میں احسان نہ جتایا جائے۔

17۔ فان المومن یتزود و الکافر یتمتع۔

مومن دنیا سے زادراہ لیتا ہے پر کافر اس سے فائدہ حاصل کرتا ہے (گویا وہیں رہنا چاہتا ہے)۔

18۔ السفة اتباع الدناة و مصاحبة الغواة۔

سفاہت کا مطلب کمینے لوگوں کی پیروی اور گمراہوں کی ہم نشینی ہے۔

19۔ هلاک الناس فی ثلاث الکبر و الحرص و الحسد۔

لوگوں کو ہلاک کرنے والی تین چیزیں ہیں۔ تکبر، حرص اور حسد۔

20۔ الفرصة سریعة الفوت بطیة العود ۔

فرصت بہت ختم ہوتی ہے اور بہت دیر میں واپس پلٹ کر آتی ہے۔

21۔ القریب من قربته المودة و ان بعد نسبه۔

قریب وہ ہے جس کو دوستی قریب چاہے رشتے کے اعتبار سے وہ دور ہو۔

22۔ اللوم ان لا تشکر النعمة۔

نعمت کا شکریہ ادا نہ کرنا ملامت ہے۔

23۔ صاحب الناس مثل ما تحب ان یصاحبوک به۔

تم جس طرح چاہتے ہو کہ لوگ تم سے مصاحبت کریں اسی طرح تم بھی لوگوں کے ساتھ مصاحبت کرو۔

24۔ اذا اضرت النوافل بالفریضة فارفضوها۔

اگر نوافل سے فریضہ کو نقصان پہنچتا ہو تو نوافل کو چھوڑ دو۔

نیا دور

الحمدللہ پیام نجف ملت جعفریہ کا حقیقی ترجمان اپنی زندگی کے تیسرے دور میں داخل ہو چکا ہے۔اعلائے کلمہ حق کی خاطر گزشتہ ایام میں جن کٹھن مشکلات میں مبتلا رہا اگر فضل باری تعالیٰ اور تائیدات محمدؐ وآل محمدؐ شامل نہ ہوتیں تو یہ جریدہ یقیناً دم توڑ دیتا۔ملت جعفریہ کو حقائق و دقائق سے آگاہ کرنا اور اوامر ونواہی کو انجام دینا پیام نجف کا ہمیشہ طرہ امتیاز رہا ہے۔اور انشاءاللہ آئندہ بھی اسی طریقہ کار کو اپنایا جائے گا۔

جہاں عزاداری کے خلاف پروپیگنڈہ کی تردید کی وہاں پر ملت جعفریہ کے باشعور افراد کو بیدار کرنے میں بھی کمر بستہ رہا کہ عزاداری محمدؐ وآل محمدؐ جہاں ملت تشیع کی شہ رگ حیات ہے وہاں اس کی پاسداری اور صحیح سمت کی طرف اس کی انقلابی تبدیلی کی اشد ضرورت ہے۔

ہمیں اپنی مروجہ عزاداری امام حسینؑ کو ان خطوط پر گامزن کرنے کی ضرورت ہے جس پر امامؑ شہید ابن شہید نے انقلابی قدم اٹھاتے ہوئے دامن اسلام کو یزید اور یزیدیت سے تار تار ہونے سے بچایا۔اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ بھی ملک وملت کے بدترین دشمنوں کا ہم پردہ چاک کریں گے اور پیام نجف ملت جعفریہ کے اندر ایک سنگ میل بن کر ابھرے گا۔

پیام نجف نے اپنی اس چھوٹی سی ہی عمر میں اکابرین قوم اور قائدین ملت تک قوم وملت کے جذبات کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے ان کو وقتاً فوقتاً آگاہ کرنے میں کوئی خجالت محسوس نہ کی۔ قارئین جانتے ہیں کہ قومی و مذہبی مسائل پر پیام نجف کے ادارے بعنوان گفتنی قابل ذکر ہیں۔ جن میں قوم وملت کے خاص اور اہم مسائل کو اٹھایا گیا ہے۔اور افراد ملت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے انکے نظریات کو قائدین قوم تک پہنچایا گیا۔

ہم نے اپنا منصب حق وصداقت کے ساتھ نبھانے میں کبھی بھی تساہل اور سستی سے کام

نہیں لیا۔ بہر حال موجودہ دور میں آسمانوں کو چھوتی ہوئی گیرانی اور مہنگائی ہمارے اس اہم کام میں بہت بڑی مشکل بن کر آن کھڑی ہوئی ہے۔ ایک ہی وقت میں ایک عظیم ادارہ مذہبی وفکری اور اس کے مخارج کا انتظام وانصرام کرنا اور پھر اس کے ساتھ ساتھ پیام نجف جیسے اہم مذہبی جریدہ کا اجراء اور اس کا باقاعدہ تسلسل جاری رکھنا ہمارے لیے بہت بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔ لیکن ہم کمر بستہ ہو کر ہمت کے ساتھ اس کے دوام واستحکام کے لیے کوشاں ہیں اور اپنے خالق حقیقی سے ناامید نہیں ہیں کیونکہ ہم نے محمدؐ وآل محمدؐ کے مشن پر چلنے کی قسم اٹھا رکھی ہے۔ اور یقیناً خالق اکبر بحق چہاردہ معصومین علیہم السلام ہماری توفیقات میں ضرور اضافہ فرمائے گا۔

اور پھر ہمیں یہ بھی امید ہے کہ قوم وملت کے غیور اور باشعور حضرات اپنے اس عظیم انقلابی وفکری جریدہ کی ہر ممکن امداد کرتے ہوئے اس کے ساتھ ضرور باضرور تعاون فرمائیں گے۔

محمد علی رحیمی شہید

خانہ فرہنگ اسلامی جمہوریہ ایران ملتان کے ڈائریکٹر جناب محمد علی رحیمی کو ان کے چھ پاکستانی ساتھیوں سمیت ان کے دفتر خانہ فرہنگ ایران ملتان میں چند سفاک دہشت گردوں نے بڑی بے رحمی و بے دردی سے شہید کر دیا ہے۔ جو کہ بہت افسوسناک واقعہ ہی نہیں بلکہ ایران و پاکستان کی قدیم اور مثالی دوستی کے لیے ایک لمحہ فکریہ بھی ہے۔ حکومت پاکستان کو بڑے حکیمانہ اور مدبرانہ طریقہ سے غور و فکر کرنا چاہیے کہ آخر اسلامی جمہوریہ ایران ہی کی اہم شخصیات کو دہشت گردی کا نشانہ کیوں بنایا جا رہا ہے۔ اور جبکہ لشکر جھنگوی نامی تنظیم نے اس عظیم حادثہ کی ذمہ داری بھی قبول کرتے ہوئے اقرار کیا ہے کہ حادثہ کو انجام دینے والے ہم ہیں۔ یاد رہے کہ لشکر جھنگوی نے اس سے قبل بھی کمشنر سرگودھا' ڈپٹی کمشنر خانیوال اور ان جیسی کئی وارداتوں کی بھی ذمہ داری قبول کی ہے۔ اور حکومت جانتی ہے کہ لشکر جھنگوی کا بانی ریاض بسراء نامی معروف ترین دہشت گرد ہے۔ جس نے چند سال قبل ڈائریکٹر جنرل خانہ فرہنگ ایران لاہور آقائے صادق گنجی کو بھی لاہور کے ایک ہوٹل سے نکلتے ہوئے شہید کر دیا تھا۔ اور پھر موقع پر گرفتار ہوا اور پھر یہ شخص ایک گھناؤنی سازش کے تحت لاہور ہائیکورٹ سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرار ہو گیا تھا۔

اور اب اسی سفاک دہشت گرد نے ملتان جیسے پر امن شہر میں دہشت گردی کی بھیانک اور خوفناک واردات کر کے محمد علی رحیمی جیسے عظیم دانشور اور ہمسایہ ملک کے عظیم مہمان دوست کو خاک و خون میں ملا کر پاک ایران دوستی میں ایک عظیم خلا پیدا کرنے کی شرمناک اور ذلیلانہ و بزدلانہ کوشش کی ہے۔ چند ہفتے قبل لاہور کے خانہ فرہنگ کو بھی انہی دہشت گردوں کے ساتھیوں نے آگ لگا دی تھی اور جس میں رکھے ہوئے ہزاروں علمی و فکری نسخوں اور سینکڑوں قرآن مجید کو بھی نظر آتش کر دیا گیا۔

لہٰذا اگر اس قسم کے واقعات کی روک تھام نہ کی گئی' ایسے ملکی و اسلامی دشمنوں کی گرفتار کر کے قرار واقعی سزا نہ دی گئی تو پھر پاکستان کے حالات کا اللہ ہی حافظ ہے۔ حکومت وقت کو ان واقعات کا سختی سے نوٹس لینا چاہیے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ ہم اپنے عظیم محسن اور پروانے دوست اسلامی ملک ایران کو کھو دیں جبکہ عناصر یہی چاہتے ہیں۔

انقلاب اسلامی

آج دنیا بھر میں بالعموم اور اسلامی جمہوریہ ایران میں بالخصوص انقلاب اسلامی کی اٹھارہویں سالگرہ بڑے زور وشور سے منائی جارہیں ہے۔یوں تو دنیا بھر میں انقلاب آئے ہیں اور جب تک یہ دنیا قائم ہے ایسے انقلابات آتے رہیں گے ۔مگر اٹھارہ سال قبل رونما ہونے والا اسلامی انقلاب اپنی نوعیت کا واحد انقلاب ہے اور اس انقلاب نے انقلاب کربلا سے درس لیتے ہوئے مشن حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو عالم اسلام میں پھیلانے اور بڑھانے کی قسم اٹھارکھی ہے۔اور حقیقی اسلام سے اہل گیتی کو روشناس وآگاہ کرنا اس کا اولین فریضہ ہے۔

اس انقلاب اسلامی کا دیگر انقلابات سے مقابلہ اور موازنہ کرنا سراسر زیادتی وکم ظرفی ہے۔کیونکہ دنیا بھر میں دوسرے آنے والے انقلاب یا نسلی انقلاب تھے یا پھر گروہی انقلاب۔مگر یہ انقلاب ایک اسلامی انقلاب تھا حضرت امام خمینیؒ کی شخصیت ایک ایسی شخصیت ہے کہ جو ڈھکی چھپی نہیں ہے اس شخصیت نے دنیائے اسلام کو جو اہم درس دیا ہے وہ تھا اتحاد و یک جہتی کا۔

آپ دیکھیں گے کہ دنیا کے گلوب میں جمہوری اسلامی ایران ہی وہ واحد مملکت ہے جو اتحاد و یک جہتی کا درس دے رہی ہے۔حالانکہ اس جہاں میں اور بھی تو اسلامی مملکتیں وجود رکھتی ہیں۔آخر کیا وجہ ہے کہ وہ اس طرف توجہ نہیں دیتیں یا پھر کوئی کام نہیں کررہیں۔ایرانی قوم نے دنیا بھر کے مستضعفین کی حمایت میں اپنی آواز کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا اور پھیلایا ہے۔اور پھر اپنے اس انقلاب کے ذریعے عالم اسلام میں بسنے والے مسلمانوں کو جگایا ہے کہ استکبار واستعمار اسلام محمدیؐ کی جڑیں کمزور کرنا چاہتے ہیں۔اور اسی لیے وہ مختلف بہانوں سے مسلمان ملکوں میں فسادات پھیلا کر مسلمانوں کے اتحاد کو توڑ کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

ایرانی قوم نے خدا کے اس فرمان پر کہ ان اللہ لا یغیر وا ما بقوم حتیٰ یغیر و ما بانفسھم (یعنی خدا اس قوم کی حالت کبھی نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنی حالت خود نہ

بدلے) عمل کرتے ہوئے اپنی تقدیر کو خود بدلا ہے اور ایک آمر سے خود کو نجات دلائی ہے۔ آج ہمارے ہاں بھی یہی آوازیں زبانوں پر گونج رہی ہیں کہ کاش ہمارے ہاں بھی کوئی خمینیؒ آجائے کاش ہمارے ہاں بھی اسلامی انقلاب آجائے۔ تو میرے بھائیو اگر آپ انقلاب چاہتے ہیں تو خود کو بدلنا ہوگا۔ اپنی تقدیر کو خود بنانا ہوگا۔ جب تک ہم خود کو اسلامی نہیں بنائیں گے اس وقت تک انقلاب اسلامی لانا ممکن نہیں ہے۔ جس قوم کے فیصلے اس کے دشمن کریں وہ قوم کب زندہ رہ سکتی ہے۔

آپ دیکھیں کہ ایرانی قوم کے فیصلے تہران میں ہوتے ہیں امریکہ میں نہیں۔ جبکہ ہماری تقدیر کے فیصلے امریکہ میں کیے جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں شیعہ سنی فسادات کروا کر مسلمان کو مسلمان کے ساتھ دست و گریباں کروایا جا رہا ہے۔ آخر وہ دن کب آئے گا جب ہمارے جوان ہمارے بوڑھے ہماری عورتیں یہ سوچیں گے کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان ایسے ہوتے ہیں۔ کیا کوئی اسلامی احکام یا اسلامی آداب و اخلاق کی کوئی شے ہمارے اندر موجود بھی ہے یا کہ بالکل نہیں۔

میرے بھائیو! اگر ہم اسلام چاہتے ہیں اور انقلاب اسلامی کے خواہاں ہیں تو ہمیں ایرانی قوم اور ایرانی انقلاب اسلامی کی کامیابی کے ان رموز کو ڈھونڈنا ہوگا جن کی بنیاد پر یہ قوم اسلامی انقلاب لانے میں کامیاب ہو کر سرخرو ہوئی۔ سنا ہے ایک دفعہ ایک پاکستانی شخصیت نے امام خمینی رضوان اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ جناب آپ ہمارے بعد آ کر اسلامی نظام کو رائج کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اور ہم آپ سے پہلے آ کر نظام مصطفیٰؐ کو نافذ نہیں کر سکے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ آپ کبھی بھی اسلامی نظام نہیں لا سکتے اس لیے کہ آپ اپنی چھ فٹ کی زمین (جو کہ آپ کے ماتحت اور زیر کنٹرول ہے) پر نظام اسلام کو رائج نہیں کر سکے تو اور کہاں کریں گے۔

ہمیں یاد ہے کہ ایک دفعہ ایک ایرانی وفد پاکستان آیا تو ان سے بھی یہی سوال کیا گیا کہ جناب، ہم نظام مصطفیٰؐ کو نافذ نہ کر سکے مگر آپ نے نظام اسلام کو نافذ کر دیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ تو اس وفد نے جواب دیا کہ جناب ہمیں تو کوئی مشکل پیش نہیں آئی کیونکہ نظام اسلام پہلے سے ہی

قرآن واہلبیتؑ کی صورت میں ہمارے پاس موجود تھا ہم نے فقط اتنا کیا ہے کہ اس نظام کو اٹھا کر نافذ العمل قرار دیا ہے۔اب ہمیں اس کی کوئی فکر نہیں تھی کہ کون اس نظام کی زد میں آتا ہے۔صدر ہو یا جنرل یا۔۔۔۔۔۔۔۔اور آپ اس لیے کامیاب نہ ہوسکے کہ جو نظام اسلام آپ لانا چاہتے ہیں اس کی زد سے آپ کی اپنی گردنیں بھی محفوظ نہیں ۔اس لیے آپ نظام اسلام کو اپنے اغراض و مقاصد کے مطابق بنانا چاہتے ہیں ۔ میرے دوستو نظام اسلام کو بنانے کی ضرورت نہ ہے بلکہ یہ نظام اسلام مکمل نظام زندگی ہے جس کی تکمیل حیات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی الیوم اکملت لکم دینکم کے تحت ہو چکی ہے۔بس ہمیں اتنا کرنا ہے کہ خود کو احکام الٰہی کا پابند کرنا ہے۔یعنی نظام اسلامی کو اپنانے کی ضرورت ہے نہ کہ بنانے کی۔

ملکی سالمیت کو ایک خطرہ

ہم نے بارہا حکومت کو ایسے عناصر کی نشاندہی کروائی ہے جن کا مقصد مملکت خداداد میں فتنہ وفساد پیدا کر کے اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنا ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ لوگ اتحاد اسلامی واتحاد امت کے بدترین دشمن ہیں۔ ملک کی سالمیت کو یہ لوگ ایک سیکنڈ بھی برداشت نہیں کرتے۔ اور ان کا ذہن دن رات تخریبی پہلوؤں پر غور وفکر میں غلطاں رہتا ہے۔ اور جن کا مقصد بھولے بھالے عوام کو مذہب کے نام پر ابھار کر نہ صرف ان کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے اپنی جیبیں پر کرنا ہے بلکہ ان کے کشت وخون کو پھر آئندہ کے لئے کسی دوسرے محاذ کا سنگ بنیاد بھی قرار دینا ہے۔

کیا شیعہ سنی کا ایک خدا ایک رسولؐ ایک قرآن اور ایک ہی قبلہ نہیں ہے۔ مگر اب شیعہ پر کفر وشرک کے فتوے ہی عائد نہیں کئے جاتے ہیں بلکہ ان کے قتل کو احادیث نبویؐ سے جائز قرار دے کر جہاد مذہبی کا نام دیا جاتا ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ ایک دہشت گرد تنظیم اس سلسلہ میں پیش پیش نظر آتی ہے جس نے پورے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک محاذ کھول رکھا ہے۔ سادہ لوح عوام کو اہل تشیع کے خلاف برانگیختہ کرنے کے لئے گمراہ کن پروپیگنڈہ کر کے ان کے جذبات سے کھیلا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ شیعہ صحابہ کرام کو گالی گلوچ دیتے ہیں حالانکہ ہمیشہ سے ہی اکابرین اور علمائے شیعہ نے اس چیز کی نفی کی ہے اور کہا ہے کہ گالی گلوچ ہمارے مذہب میں حرام ہے۔ مگر جن کا مقصد ہی ملک میں بدامنی پیدا کرنا ہو انہیں کون سمجھائے۔

اس کے باوجود ہم حیران ہیں کہ حکومت کی مشنری حرکت کیوں نہیں کرتی۔ ایسے فسادی عناصر کو کیوں کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ ان لوگوں کا محاسبہ کیوں نہیں کیا جاتا۔ اگر حکومت نے انہیں بدستور انہی کے حال پر چھوڑے رکھا تو یہ سلگائی ہوئی آگ پورے ملک کی سالمیت کے لئے سب

سے زیادہ خطرناک ثابت ہوگی۔ جس سے پھر کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔ جس میں نہ کرسی رہے گی نہ اقتدار۔ مسلمانوں کو بھی اب غور کرنا چاہیے کہ نیو ورلڈ آرڈر کے تحت ہمارے ملک میں بھی کام جاری ہے۔ اور استکبار و استعمار کی یہی کوشش ہے کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو انہی کے ہاتھوں قتل کروادیا جائے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ ہمارے معاصر مجلّہ کی رپورٹ کے مطابق اسپین کی ایک یونیورسٹی فقط اسی بنیاد پر قائم کی گئی ہے کہ وہ ان راہوں کو تلاش کرے جن کے ذریعے عالم اسلام کے شیرازہ کو بکھیرا جائے۔ اور جو عالم اسلام کے لئے نابودی کا سبب ہوں۔ لہٰذا ہمیں سوچنا چاہیے کہ جب کام اس سطح پر ہونے لگے پھر عالم اسلام کے مسلمانوں کو بھی اپنے فریضہ مذہبی کا احساس کرنا چاہیے نہ کہ بھائی بھائی کے کشت وخون کا پیاسا ہو جائے۔

خدا کا دیا ہوا راستہ واعتصمو بحبل الله جمیعاً و لا تفرقو اختیار کر کے انما المومنون اخوۃ کا مصداق بننا پڑے گا۔ اور اسلام و مسلمان کے خلاف اس نیو ورلڈ آرڈر کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑا ہونا ہوگا۔ تاکہ یہ اسلام دشمن عناصر اپنے رذیلانہ، وحشیانہ و مذمومانہ مقاصد کو پانے میں کامیاب و کامران نہ ہونے پائیں۔

آخر میں پھر ہم حکومت وقت سے گذارش کریں گے کہ وہ ملک دشمن عناصر کے سدباب کے لئے مخلصانہ اور مدبرانہ تصمیم گیری کرتے ہوئے اقدامات کرے۔ اور یہ قتل و غارت جو فقط اور فقط اہل تشیع کے اکابرین کے لئے شروع ہو چکی ہے۔ اور جو اب ناقابل برداشت ہے، کو بند کیا جائے۔ حکومت کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ ان کو اس انتخاب میں جو مینڈیٹ ملا ہے اس میں اہم ترین ہاتھ شیعہ قوم کا ہے شیعہ قوم نے اس انتخاب میں اپنے محبوب قائد حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی کے فرمان پر لبیک کہتے ہوئے بھرپور انداز میں الیکشن میں حصہ لے کر اپنے ووٹ پاکستان مسلم لیگ کو دیے۔ اور شیعیان پاکستان نے ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا کہ ہم زندہ قوم ہیں اور ایک خداداد مملکت میں ہمارا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا دوسروں کا۔

اگر منصف مزاج اور حق شناس ہو کر تاریخ پاکستان کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن

کی طرح ثابت ہو کر سامنے آ کھڑی ہوگی کہ پاکستان کے وجود میں آنے اور مسلم لیگ کی تحریک کے کامیاب ہونے میں شیعہ قوم نے اہم کردار ادا کیا تھا اور پھر استحکام پاکستان کے لئے اپنے خزانوں کے دروازے بقائے مملکت کے لئے کھول دیے گئے تھے۔ اور اگر آج پھر مسلم لیگ کامیاب ہوئی ہے تو اس میں بھی شیعہ قوم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا پورے پاکستان کی شیعہ قوم نے دل کھول کر اپنے قائد کی آواز پر لبیک کہہ کر مسلم لیگ کو کامیاب کروایا ہے۔ جس کے لئے بین الاقوامی میڈیا اور پاکستان کے تمام جرائد و اخبار بھی گواہ ہیں۔ اور انہوں نے شیعہ قوم کے اس کردار کو نہ فقط قبول کیا ہے بلکہ اس کی شہادت و گواہی بھی دی ہے۔

دعا

اللہ قرآن کریم میں دعا کے بارے میں فرماتا ہے:

قل ما یعبو بکم ربی لو لا دعائکم۔

ترجمہ: میرے بندوں سے کہہ دو کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو میرا رب بھی تمہاری طرف متوجہ نہ ہوتا۔

انسان کی زندگی میں دعا کی اہمیت اور اس کے مقام کا اندازہ اس آیت سے بخوبی ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کا انداز بھی عجیب ہے یعنی جب بندہ خدا سے اس طرح غافل ہو جائے کہ خدا اسے بالکل یاد نہ رہے تو خدا بھی اس سے اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان پر خدا کی توجہ اس کی دعاؤں کے مرہون منت ہے۔ انسان کی دعائیں ہی خدا کی رحمتوں کے نزول کا باعث بنتی ہیں اور اسکی قلبی پریشانیوں اور روحانی اضطراب کا علاج بھی اس کی دعاؤں ہی میں پوشیدہ ہے۔ انسان کی معنوی اور روحانی توفیقات' اس کے قلب کا زندہ ہونا' اسے عبادت کی لذت عطا ہونا' اس کی دنیوی واخروی امور میں کامیابیاں وغیرہ سبھی اس کی پرخلوص دعاؤں ہی کی بدولت ہیں۔ اس لئے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

علیک بالدعاء فان فیہ شفاء من کل داء۔

''تم پر لازم ہے کہ دعا کرو اس لئے کہ اس میں ہر بیماری و پریشانی کا علاج موجود ہے''۔

دعا کیا ہے؟

دعا انسان کی روح میں پیدا ہونے والی اس حالت کا نام ہے جس میں وہ خود کوشش کر کے اپنی روح کو ان بلندیوں تک پہنچاتا ہے جہاں پر وہ تمام مادی اسباب وعلل سے منقطع ہو جاتا ہے۔

اسے انقطاع اختیاری کہتے ہیں ۔ پھر اپنے رب کے حضور اپنی تمام عاجزی کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی عظمت اور ربوبیت کا تصور کر کے اپنی خواہشات، تمناؤں اور حاجات کا اظہار کرتا ہے۔ یہ ایسی حالت ہے جس میں انسان کے وجود کا ذرہ ذرہ حاجت مندی اور فقر کا مجسمہ بن جاتا ہے۔

انسان کی روح پر دعا کے اثرات :

دعا کے اجر وثواب اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات سے صرف نظر کرتے ہوئے دعا دل کی آواز ہے اور زبان کی حدود سے بالاتر ہے۔ اس لیے اس کے اثرات بھی بڑے کارساز اور عجیب ہوتے ہیں۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں:

اعلمو ان الله لا يقبل دعاء عن قلب غافل۔

جان لو کہ خداوند کریم غافل دل کی دعا کبھی قبول نہیں فرماتا۔

لہٰذا جب قلب اور زبان میں ہم آہنگی پیدا ہو اور دل زبان سے نکلنے والے کلمات کی گواہی دینے لگے تو روح پر ایک نہایت عجیب اور اعلیٰ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ جیسے انسان ان دیکھے نور میں غرق ہے اور اس وقت وہ منزلت انسانی کا بہتر انداز میں ادراک کرنے لگتا ہے۔ اسے احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ تو اب تک دنیا کی بے قیمت، غیر حقیقی اور پست چیزوں میں کھویا ہوا تھا۔ جبکہ انسانیت تو اس کا نام ہے جس سے وہ اب تک غافل رہا تھا۔ تب اسے اپنی گزری ہوئی عمر کا احساس ہونے لگتا ہے اور آئندہ کے لئے اپنے آپ سے احتیاط کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ چونکہ اس وقت وہ خدا سے ہم کلام ہو رہا ہوتا ہے لہٰذا سر بلندی اور عزت نفس کا احساس کرتا ہے۔ جبکہ انسان جب غیر خدا سے کچھ مانگتا ہے تو ذلت وحقارت کا احساس اس میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن جب دعا کی حالت سے واپس نکل آتا ہے تو چونکہ اسے مادی دنیا اور مادیات سے واسطہ پڑتا ہے لہٰذا پھر وہ گزشتہ حالت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لیے آئمہ کرامؑ اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ

زندگی کے تمام امور میں خدا کو یاد رکھو اور اس سے متصل رہنے کی کوشش کرو تا کہ مادیات میں ڈوب نہ جاؤ۔ اس ضمن میں معلم اسلام شہید مطہری فرماتے ہیں دعا طلب بھی ہے اور مطلوب بھی، وسیلہ بھی ہے اور غایت بھی، مقدمہ بھی ہے اور نتیجہ بھی۔

چونکہ انسان ہمیشہ کمالات کی طرف رواں دواں رہنا چاہتا ہے اور آگاہ انسان کی نظر ہمیشہ عبودیت کی سب سے عظیم منزل پر ہوتی ہے۔ اس کے حصول کے لیے وہ اس ذات کا سہارا لیتا ہے جو تمام دوسری اشیاء سے بے نیاز، غنی، تمام اشیاء پر غالب اور محیط ہے۔ لہٰذا اسی کے آگے دست نیاز دراز کرتا ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ ان مقامات تک نہیں پہنچ سکتا۔

کسی مقام پر پہنچنے کے لیے صرف محنت و مشقت کرنا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی خدا کی یاد اور اپنی کامیابی کے لیے اس سے استمداد کرنا بھی اسی طرح ضروری ہے۔ اسی طرح کسی مقصد کے حصول کے لیے صرف دعا مانگ کر خاموش اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا بھی نہیں جا سکتا بلکہ آیات و احادیث کے مطابق دعا کے ساتھ کام اور محنت کی بھی ضرورت ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ محنت اور خدا سے کامیابی کی دعا دو پر ہیں جن کے ذریعے اڑان ممکن ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک نہ ہو تو انسان کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا لہٰذا ہمیں جہاں پر احادیث میں کاہلی اور سستی کی مذمت نظر آئی ہے وہاں پر وسعت رزق اور برکت کی دعائیں بھی نظر آتی ہیں۔

معصومینؑ سے منقول دعاؤں کا مقام:

یہ واضح ہے کہ اظہار حاجت کے لیے اگر ان جملوں اور کلمات کا سہارا لیا جائے جو پاک و طاہر قلوب و زبانوں سے نکلے ہوں وہ زیادہ موثر اور مقبول واقع ہوں گے۔ پھر معصومینؑ سے منقول دعاؤں کی جگہ کون سی چیز لے سکتی ہے۔ یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ ان پاک ہستیوں سے دعاؤں کا بے بہا اور انمول ذخیرہ ہم تک پہنچا ہے۔ کتنی ہی علمی باریکیاں، عرفانی مطالب، روحانی مفاہیم اور لطیف حقائق ان دعاؤں میں موجود ہیں ان دعاؤں کا ایک گرانقدر حصہ امام سجادؑ کی

صحیفہ سجادیہ میں موجود ہے۔ جو 54 عظیم دعاؤں پر مشتمل ہے ان دعاؤں سے اہل دل اور اہل حال افراد ہی بہتر استفادہ کر سکتے ہیں کیونکہ ان میں موجود مفاہیم اتنے بلند اور عالی ہیں کہ اس مقام تک پہنچنے کے لیے ایسے ہی بلند و پاک اور عالی روح چاہیے۔ بعض اہل حال بزرگوں کے نزدیک یہ عظیم دعائیں قرآن ہی کی ایک شکل ہیں جو ان پاک و شفاف آئینہ نما قلوب سے ٹکرا کر قرآن صاعد کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔

چونکہ ان دعاؤں کے مضامین نہایت ہی بلند مقام اور بابرکت ہیں لہٰذا صرف ثواب کی نیت سے بغیر غور وخوض کے ان کا پڑھنا ان کی قدر و قیمت گھٹانے کے مترادف ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص گرمیوں میں ٹھنڈک کے لیے وضو کرے۔ کیونکہ ٹھنڈک کی نیت سے وضو کرنے سے وضو باطل ہو جاتا ہے لیکن رضائے الٰہی کی نیت سے وضو کیا جائے تو وضو کا ثواب بھی ملے گا اور وہ شخص ٹھنڈک بھی حاصل کر لے گا۔ اس لیے دعا کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے اعلیٰ مفاہیم اور لطیف حقائق کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ ورنہ وہ اس بڑے فائدے سے محروم ہو جائے گا۔ اس لیے اولیائے کرام دعا کے برابر کسی بھی چیز کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اور اپنی تمام تمنائیں اور خواہشات اپنے حقیقی محبوب کے سامنے دعاؤں کے ان کلمات کی صورت میں پیش کرتے اور اپنی خواہشات کی نسبت بہت زیادہ اہمیت خود راز و نیاز اور دعا ہی کو دیتے تھے۔ اس طرح انہیں حقیقی لذت حاصل ہوتی تھی اور کبھی وہ تھکتے نہ تھے۔

ہم خدا سے کیا مانگیں؟

یہ ایک کلی قائدہ ہے کہ انسان کی نظر جتنی وسیع ہوگی وہ خدا کو اتنا ہی زیادہ سمجھے گا۔ اور جس قدر کوئی شخص خدا کی عظمت اور بزرگی کو سمجھے گا اس سے اتنی ہی عظیم اور بڑی چیز طلب کرے گا۔ کیونکہ دنیا میں بھی بڑی ہستیوں سے چھوٹی چیز طلب نہیں کی جاتی۔ روایت ہے کہ ایک شخص رسول خداؐ کے حضور پہنچا اور سلام کے بعد پوچھا یا رسول اللہؐ آپؐ نے مجھے پہچانا؟ حضور پاکؐ نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب میں کہا میں طائف کے اس گھر کا مالک ہوں جس میں

آپؑ فلاں وقت فلاں دن تشریف لائے اور میں نے آپؑ کی بڑی عزت و تکریم کی تھی۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا آفرین ہو تم پر مانگو جو مانگنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ میں آپؐ سے دو سو بکریاں اور ان کا رکھوالا چاہتا ہوں۔ پیغمبر اسلام نے حکم فرمایا کہ اسے دو سو بکریاں دی جائیں پھر پیغمبر اسلامؐ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس شخص کو کیا ہوا تھا جو اس نے بنی اسرائیل کی اس بڑھیا جتنا بھی سوال نہ کیا جو اس نے موسیٰؑ سے کیا تھا۔ کیونکہ جب حضرت موسیٰؑ نے اس بڑھیا سے حضرت یوسفؑ کی قبر کے بارے میں دریافت کیا تو اس عقلمند بڑھیا نے پہلے حضرت موسیٰؑ سے وعدہ لیا کہ اسے جنت میں اپنے درجے پر رکھیں گے۔ تب بتایا کہ حضرت یوسفؑ کی قبر کہاں ہے۔ اس طرح کی اور بہت سی روایات ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عظیم ہستیوں سے ان کی شان کے مطابق چیزیں مانگنی چاہئیں۔ دنیا کی ضرورتیں تو ختم ہونے والی نہیں ہیں اور نہ ہی انسان کا نفس کسی حد تک جا کر قناعت کرتا ہے۔ پھر کیوں نہ خدا سے ایسی چیزیں مانگی جائیں جو ہمیشہ کے لیے اور جاودانی رہیں۔ البتہ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ چھوٹی چیزوں کی طلب میں ہم خدا سے بالکل بے نیاز رہیں۔ بلکہ ہماری دعاؤں کا محور ان عظیم اور بلند چیزوں کو ہونا چاہئے جو جاوداں ہیں اور یہ چھوٹی چیزیں ان کے ضمن میں آ جاتی ہیں۔ مثلاً کیوں نہ ہم خدا سے خدا ہی کو مانگیں؟ کیوں نہ ہم خدا سے اس کی معرفت مانگیں؟ کیوں نہ ہم خدا سے زمین پر قائم اس کی محبت کی شناخت اور پہچان کی قوت مانگیں؟ اس سے لقاءِ رب، عالم ملکوت اور مقامات روحانی سے آشنائی اور وصال کی تمنا کیوں نہ کریں کیونکہ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو نفس کی دنیا سے نکال کر کسی اور دنیا سے آشنا کرتی ہیں جب خدا سے یہ چیزیں بندے کو مل جاتی ہیں تو پھر دنیا اس کی نظروں میں حقیر ہو جاتی ہے اور دوسری حقیر اور چھوٹی چیزوں کی طلب باقی نہیں رہتی۔ اس موضوع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا رومی فرماتے ہیں:

نام احمد نام جملہ انبیاء است
چونکہ صد آمد نو وہم پیش ما است

اور اسی طرح اردو کا مشہور شعر ہے:

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ اب اس دعا کے بعد

ہمیں احادیث شریف سے بھی اسی طرح کے مفاہیم نظر آتے ہیں جن میں توحید اور فنا فی اللہ کی عالی ترین صورت پیش کی گئی ہے۔امام حسینؑ کا معروف جملہ ہے کہ'' ما وجد من فقدک و ما فقد من وجدک'' '' جس نے تجھ کو کھویا اس نے کیا پایا اور جس نے تجھ کو پایا اس نے کیا کھویا''۔

ہمارے بہت سے بزرگ علمائے کرام ایسے گزرے ہیں جنہوں نے خدا سے یہ عہد کیا تھا کہ خدا سے کوئی مادی شے مادی حیات کی خاطر نہ مانگیں گے۔اور وہ ہمیشہ اپنے اسی عہد پر باقی رہے۔اور خدا سے مناجات میں ہمیشہ وہ روحانی لذت اور معنوی مقامات کی خواہش کرتے رہے خدا نے بھی انہیں دنیا و آخرت اور مادی و معنوی دونوں دولتوں سے نوازا ہے۔شہید محراب آیت اللہ مدنی کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے عہد کیا تھا کہ وہ خدا سے دنیا کی حقیر چیزیں کبھی طلب نہیں کریں گے وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام رضا علیہ السلام کی زیارت پر گیا ضریح کے قریب جا کر مناجات کی اور اپنی عبادات سے فارغ ہونے کے بعد لوٹنے لگا تو میری نظر عبا کے اس سوراخ پر پڑی جسے کافی عرصے سے چھپاتا پھر رہا تھا۔میرے دل میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہوا کہ لوگ میری پھٹی ہوئی عبا کی طرف دیکھیں گے تو کیا سوچیں گے چونکہ عہد کر چکا تھا کبھی مادی شے طلب نہیں کروں گا لہٰذا ضریح کی طرف ایک التجا آمیز نظر ڈالی اور باہر نکل آیا ابھی صحن میں ہی پہنچا تھا کہ ایک شخص میرے قریب آیا اور کہنے لگا کہ آقا جان یہ عبا آپ کے لئے بھیجی گئی ہے۔میں نے دیکھا ایک نئی عبا تھی جو میرے لیے بالکل برابر تھی۔یہاں یہ سوال ممکن ہے کہ پھر کیوں قرآن میں ارشاد ہوا ہے ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار۔اے ہمارے رب دنیا میں بھی ہمیں حسنہ عطا فرما اور آخرت میں بھی حسنہ عطا فرما

اور آگ کے عذاب سے نجات دے۔

اگر ہم اس دعائیہ جملے میں خود غور کریں یا تفسیر سے ملاحظہ کریں تو جواب واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رضائے الٰہی کا طالب جب دنیا میں حسنہ مانگتا ہے تو وہ حسنہ بھی آخرت کے اعلیٰ منازل تک پہنچنے کا ایک راستہ ہی ہوتا ہے۔ یعنی دنیا میں جو حسنات مطلوب ہیں وہی ہیں جو اسے خدا تک پہنچائیں اور انوار الٰہی تک رسائی کو اس کے لیے ممکن بنا دیں۔ یہ امر واضح ہے کہ خدا نے دنیا میں بندے کو رزق دینے کی ذمہ داری خود ہی اٹھائی ہے بندہ کوشش کرے صحیح راستے سے محنت کرے خدا پر توکل کرے اور اسی کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے آگے بڑھے تو خدا اسے اس کا رزق پہنچا دیتا ہے اس لیے یہ عرض کرنا نہایت ضروری ہے کہ دعا سے مراد ہرگز نہیں کہ انسان اس طرح دعاؤں میں گم ہو جائے کہ اس کی روزمرہ کی زندگی اس سے متاثر ہو جائے اور بیوی بچے بھوکے رہیں اور وہ خدا کی آس پر ہاتھ پر ہاتھ رکھے خود دعائیں مانگتا رہے اور وہ بھی صرف آخرت کی دعا اور دنیا سے بالکل غافل ہو جائے۔ بلکہ انسان کو چاہیے کہ جس طرح دنیا کے لیے وقت نکالتا ہے محنت کر کے حلال کی روزی کماتا ہے اسی طرح کچھ وقت آخرت اور خدا کے لیے بھی نکالے کہ اس میں دنیوی خواہشات اور مادی ضروریات سے بالاتر ہو کر اپنی حیثیت پر غور کرے اور خدا کو اس کی خدائی کی وجہ سے یاد کرے اور اپنے دل کو اس کے حوالے کر دے جب انسان ایسا کرتا ہے تو پھر خدا کی وسیع رحمت اسے گھیر لیتی ہے اور اس کو حقیقی لذت کا احساس آہستہ آہستہ ہونے لگتا ہے اور جب وہ کسی مادی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو خدا کو اپنے نہایت قریب محسوس کرتا ہے۔

دوسروں کے لیے دعا:

آداب دعا میں ایک نہایت ہی اہم چیز یہ ہے کہ اپنی حاجات کے ذکر سے پہلے اپنے دوسرے مومن بھائیوں کے لیے دعا مانگی جائے۔ متعدد روایات ایسی ملتی ہیں جن میں اس چیز پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ اس سے ہمیں ایک اجتماعی درس ملتا ہے کہ عام زندگی میں بھی اپنے

آپ سے پہلے دوسرے مومن بھائیوں طرف توجہ دینی چاہیے اور ان کی ضرورتوں خیال رکھنا اور ان کی مدد کرنا نہایت ضروری ہے۔ نماز شب کے آداب میں سے یہ بھی نکتہ ملتا ہے کہ پہلے چالیس مومنوں کے لیے دعا مانگی جائے پھر اپنی بات کی جائے۔ آئمہ معصومینؑ نے عملی زندگی میں اس کے بہت سے نمونے پیش کئے ہیں حضرت جناب سیدہؑ کے مشہور واقعے سے بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ جب حضرت امام حسنؑ نے دیکھا کہ حضرت فاطمہؑ صبح تک جائے نماز پر بیٹھی دعائیں مانگ رہی ہیں اور رو رہی ہیں پھر دعائیں بھی دوسروں کے لیے مانگ رہی ہیں۔ تو دریافت فرمایا کہ امی جان کیا حکمت ہے کہ آپ صبح تک روتی رہیں اور دوسرے مومنوں کے لیے دعائیں مانگتی رہیں؟ فرمایا الجار ثم الدار ''پہلے ہمسائے بعد میں خود''۔ ایک اور حدیث میں یوں ارشاد ہوتا ہے کہ:

اسرع الدعا نجحاً للاجابة دعاء الاخ لاخيه بظهر الغيب بيده بالدعاء لاخيه فيقول له ملك موكل به آمين و لك مثلاء۔

ترجمہ: جلد قبول ہونے والی دعا وہ ہے جب ایک مومن بھائی دوسرے کی عدم موجودگی میں اس کے لیے کرتا ہے جو وہ دعا کا آغاز کرتا ہے تو اس پر موکل فرشتہ کہہ اٹھتا ہے کہ خدا قبول فرمائے اور تمہیں اس کے برابر دوعطا فرمائے۔

وقت دعا:

دعائیں تاثیر اور عدم تاثیر قبولیت اور عدم قبولیت وغیرہ میں وقت کا بے حد عمل دخل ہے۔ مثلاً احادیث میں ماہ رجب، ماہ شعبان، اور رمضان المبارک کو سال کے دوسرے مہینوں پر اور وقت سحر زوال عصر جمعہ وغیرہ کے اوقات کو باقی تمام اوقات پر فوقیت دی گئی ہے۔ مثلاً احادیث میں ماہ رجب کو شہر ولایت (ولایت کا مہینہ) شعبان المعظم کو شہر رسولؐ (رسول کا مہینہ) اور رمضان المبارک کو شہر اللہ (خدا کا مہینہ) قرار دیا گیا ہے۔ مذکورہ مہینوں اور اوقات میں دعا، ذکر اور عبادات کے بارے میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور احادیث میں ان کے فضائل مروی ہیں مثلاً ماہ رجب

کے بارے میں حدیث قدسی یوں بیان کی گئی ہے کہ خداوند متعال نے ساتویں آسمان پر فرشتے کو مقرر فرمایا ہے جس کا نام داعی (بلانے والا) ہے جیسے ہی رجب کا چاند نظر آتا ہے وہ فرشتہ رات سے صبح تک ندا دیتا ہے کہ مبارک ہو خدا کا ذکر کرنے والوں کو مبارک ہو خدا کی عبادت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اس کا ہم نشین ہوں جو میرا ہم نشین ہے میں اس کا مطیع ہوں جو میرا مطیع ہے میں اسے بخشنے والا ہوں جو مجھ سے بخشش کا طلبگار ہے یہ مہینہ میرا ہے اور یہ بندے بھی میرے ہی بندے ہیں۔ اور یہ تمام رحمتیں بھی میری ہی رحمتیں ہیں پس جو شخص مجھ سے اس مہینے میں دعا مانگتا ہے میں قبول کرتا ہوں جو مجھ سے کچھ طلب کرتا ہے میں عطا کرتا ہوں جو مجھ سے ہدایت چاہتا ہے میں اس کی ہدایت کرتا ہوں میں نے اس مہینے کو اپنے بندوں کے درمیان رسی قرار دیا ہے پس جو اس رسی کو پکڑے گا وہ مجھ تک پہنچ جائے گا۔

ماہ شعبان کے بارے میں حضور اکرمؐ فرماتے ہیں الشعبان شھری رحم اللہ من اعاننی علی شھری شعبان میرا مہینہ ہے خدا رحمت کرے اس شخص پر جو اس مہینے میں میری مدد کرے۔ یہاں پر رسول خداؐ کی مدد سے مراد حضرت علیؑ کے کلام کے مطابق آنحضرتؐ کی سیرت وسنت پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنا ہے اور یہ کہ اس ماہ میں انسان زیادہ روزے رکھے زیادہ نمازیں پڑھے زیادہ صدقات دے اور خدا سے زیادہ مناجات کرے۔ نبی اکرمؐ اور معصومینؑ اس ماہ میں ایک مناجات پڑھتے تھے جو اسی ماہ کے نام سے موسوم ہو کر مناجات شعبانیہ کہلائی ہے۔ اس الٰہی بلند مفاہیم اور عالی نکات پر مشتمل مناجات کا اہل دل اور اہل حال ہی ادراک کر سکتے ہیں۔

ماہ رمضان المبارک کی تو شان ہی اور ہے اس مقدس مہینے میں داخل ہونے کے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں کو مقدمہ اور زینہ قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ انسان ان دو مہینوں میں اپنے باطنی حالات کو سدھار کر پاک وطاہر حالت میں اس عظیم مہینے میں داخل ہو۔ اس مہینے سے مخصوص اعمال اور دعاؤں کی کثرت اتنی ہے کہ بیان کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ مفاتیح الجنان میں بعض فضیلتیں اور دعائیں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ ان مہینوں میں دعاؤں کی قبولیت کی

ضمانت دی گئی ہے کیونکہ یہ مہینے ہی ایسے ہیں کہ خدا کی رحمت کے دروازے بندوں پر کھلے ہوتے ہیں۔ اور کوئی بھی بندہ بارگاہ رب الجلیل سے خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ اولیائے عظام اور علمائے کرام انہی مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور حضور قلب خشوع وخضوع سے اپنے محبوب کی چوکھٹ پر جبین نیاز رکھ کر تمام عالم سے بے نیاز ہو جاتے ہیں نیتجتاً محبوب کی طرف سے بھی کرامت کا مظاہرہ ہوتا ہے اور ان پیارے بندوں کے قلوب پر معرفت اور عظمت الٰہی کے نئے ابواب کھلتے ہیں۔ اور وہ ایک نئی دنیا سے آشنا ہوتے ہیں۔

قبولیت دعا کی مختلف صورتیں:

قرآن مجید میں خداوند متعال نے وعدہ کیا ہے کہ اگر مانگو گے تو قبول کروں گا۔ ''ادعونی استجب لکم'' لہٰذا کبھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی بندہ اس کے حضور جا کر عاجزی سے سراپا سوال بن کر مانگے اور جواب نہ ملے۔ ہاں ایسا ہوسکتا ہے کہ جواب کچھ اس صورت میں ہو کہ بندہ نہ سمجھ سکے یا ظاہر بین آنکھوں سے استجابت کے اثرات دیکھ نہ سکے۔ جیسا کہ امام صادقؑ نے فرمایا:
المومن من دعائه على ثلاث : امايوخرله و اما ان يعجل له و اما يدفع عنه بلاء يريد ان يصيبه ۔''مومن کو دعا کے تین فوائد حاصل ہوتے ہیں: یا دعائیں اس کی آخرت کا ذریعہ بنتی ہیں یا فوراً قبول ہوتی ہیں یا اس پر مقرر شدہ بلا کو دعا ٹال دیتی ہے''۔ اسی طرح قرآن مجید میں بھی یوں ارشاد ہوتا ہے:

و اذا سئلک عبادی عنی انی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ۔''جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں پوچھیں اور مجھے ڈھونڈیں تو جان لیں کہ میں قریب ہوں اور دعا کرنے والوں کی دعائیں اجابت کرتا ہوں جب بھی وہ دعا کریں۔ پس لازم ہے میرے بندوں پر کہ وہ بھی میری دعوت پر لبیک کہیں''۔

قرآن مجید کی یہ آیت اپنے موضوع میں انتہائی لطیف اور خوبصورت آیت ہے اور اس

سے چند نکات اخذ کئے جا سکتے ہیں۔(1) آیت میں متکلم واحد استعمال ہوا ہے یعنی میں ایسا ہوں غائب کا صیغہ استعمال نہیں ہوا جیسے خدا ایسا ہے۔---------- یہ چند بندوں پر خدا کی عنایت کوظاہر کرتی ہے۔(2) آیت میں خدا نے **عبادی** (میرے بندے) کا کلمہ استعمال کر کے بندوں سے اپنائیت کا اظہار کیا ہے(3) اپنے بندوں کے مابین کسی کوواسطہ بنائے بغیر فرمایا کہ جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں ان کے نہایت قریب ہوں (4) قریب کی تاکید کے لیے **ان** استعمال ہوا ہے یعنی بالتحقیق میں قریب ہوں (5) یہ نہیں فرمایا کہ میں قریب ہو جاتا ہوں بلکہ فرمایا میں قریب ہی ہوں یعنی ہمیشہ قریب ہوں (6) فرمایا کہ میں اجابت دعا کرنے والا ہوں۔مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو اجابت کے استمراء پر دلیل ہے یعنی خدا ہمیشہ بندے کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے(7) **اذا دعان** کہہ کر بیان فرمایا ہے کہ خدا بندے کی دعا کو بغیر کسی قید وشرط کے قبول فرماتا ہے (8) اتنی مختصر سی آیت میں سات بار ضمیر متکلم (مَیں) استعمال ہوا ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اپنے بندے کو ہر رستے اور ہر بہانے سے اپنی طرف بلانا چاہتا ہے اور اسے الٰہی انسان بنانا چاہتا ہے اور ان کی دعائیں قبول کرتا ہے اور انہیں مزید دعائیں مانگنے کی ترغیب دیتا ہے۔

اب ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ پھر کیسے ہم اپنی دعاؤں کو ہمیشہ مقبول نہیں پاتے۔اس کا جواب انسان کو پہلے آپ تلاش کرنا چاہیے۔کیا اس کی دعا حقیقی معنوں میں دعا تھی اور اگر وہ حقیقی دعا تھی اور دل گواہی دے رہا تھا جو چیزیں اللہ سے مانگی گئی ہیں ان کی قابلیت بھی اس میں موجود تھی یا نہیں؟ اگر دل زندہ کے ساتھ توجہ سے دعا مانگی گئی تو بے شک وشبہ وہ دعائیں قبول ہوئی ہیں یہ الگ بات ہے کہ ہمیں قبولیت کے آثار فوراً نظر نہیں آتے ہیں۔کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ دعا قبول ہو تو ہمیں فوراً علم ہو جائے کیونکہ قبولیت کا خارجی اثر کبھی بڑے عرصے کے بعد نظر آتا ہے۔جیسا کہ امام صادقؑ فرماتے ہیں: جب حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ نے فرعون پر نفری بھیجی اور اسے بددعا دی تو خداوند کریم نے فرمایا کہ یقیناً ان کی دعائیں مستجاب ہیں۔"قد اجیبو دعوتکما" لیکن فرعون

کی نابودی چالیس سال بعد واقع ہوئی۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ خدا سے ایسی چیز کی تمنا کر بیٹھتا ہے جو اس کی اصلاح میں نہیں ہے لیکن خدا تو جانتا ہے اگر اس کی دعا قبول کرلے تو بندے کو نقصان ہوتا ہے لہٰذا ایسی دعا قبول نہیں فرماتا تاکہ بندہ اس نقصان سے محفوظ رہے۔ مثلاً اگر بندہ خدا سے دنیا کی کوئی ایسی چیز مانگے جس کے ملنے سے وہ عبادت الٰہی اور مناجات کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے تو یہ اس کا بہت بڑا نقصان ہے کیونکہ امام خمینی قدس سرہ کے مطابق بعض اوقات خدا اپنے بندے کو ایک ایسی حالت اور کیفیت سے نوازتا ہے جس کے مقابلے میں پوری دنیا ہیچ ہے اور لذت اور عبادت و دعا انہی کیفیات کی ایک مثال ہے۔ کبھی خدا کو اپنے بندے کی مناجات اور دعا اتنی پسند آتی ہے کہ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کی حاجتیں پوری نہ کرو تاکہ یہ اسی طرح مجھ سے درد دل بیان کرتا رہے اور مناجات کرتا رہے لیکن اس کے صلے میں بندے کے درجات اور مقامات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کبھی دعاؤں کی عدم قبولیت سے بندے کا امتحان مقصود ہوتا ہے اور اس طرح کا امتحان الٰہی ہر انسان کو نصیب بھی نہیں ہوتا بلکہ خدا کے خاص اور برگزیدہ بندے زیادہ امتحانات میں پڑتے ہیں۔ اور ان پر پڑنے والی سختیوں اور مشکلات کے تحمل سے وہ کمال انسانی کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہو جاتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کی مثال آپ کے سامنے ہے اس ضمن میں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

ان اللہ اذا احب عبداً بالبلاء غناً و ثجہ بہ ثجا فاذا دعاء قال لبیک عبدی لبیک لان عجلت ما سالت انی علیٰ ذالک لقادر و لان اخترت فما زخرت لک عبدی خیر ۔ترجمہ: ”تحقیق جب خدا اپنے کسی بندے کو پسند کرتا ہے تو اسے شدید بلاؤں میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس پر بلاؤں کی بارش کر دیتا ہے پس جب بندہ خدا کو بلاتا ہے تو خدا جواب دیتا ہے لبیک میرے بندے لبیک بے شک اگر چاہوں تو ابھی تمہاری خواہش پوری کروں کیونکہ میں اس پر قادر ہوں اور اگر قبول کرنے میں تاخیر کر دوں تو جو چیز تمہاری آخرت کے لیے ذخیرہ بنے وہ تمہارے لئے بہتر ہے“۔

اس لئے امام صادقؑ نے فرمایا کہ مومن کی آخرت میں آرزو ہوتی ہے کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی بلکہ تمام دعائیں آخرت کا ذخیرہ بن جاتیں۔ کیونکہ وہ اخروی اجر کی عظمت کو جب دیکھتا ہے تو دنیا والی خواہشات کو اس کے مقابلے میں نہایت پست اور حقیر پاتا ہے۔

علاوہ ازیں اس طرح سے مناجات اور دعا کی سعادت خدا کی طرف سے نصیب ہونا بھی خدا کی توجہ اور نظر کرم ہے ورنہ جن لوگوں کی طرف اس ذات لایزال کی توجہ نہیں ہوتی وہ مرتے وقت بھی توبہ و مناجات اور محبوب سے ذکر کی توفیق نہیں پاتے۔ اس بارے میں مثنوی میں مولانا رومی ایک واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: کہ ایک عابد ہمیشہ رات بھر جاگتا رہتا اور اللہ اللہ کرتا رہتا۔ ایک رات اسے شیطان نے بہکانا شروع کر دیا اور کہا کہ اے عابد تو نے آج تک اتنی بار اپنے خدا کو آواز دی کبھی جواب بھی سنا؟ خدا تو تجھے جواب دینا پسند ہی نہیں کرتا۔ یہ سن کر عابد کا دل ٹوٹا اور روتے ہوئے سجدے میں گرا اسے نیند آ گئی خواب میں دیکھا کہ حضرت خضرؑ تشریف لائے ہیں اور بولتے ہیں کہ تو نے ذکر پڑھنا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ عابد کہتا ہے کہ شائد خدا مجھ سے ناراض ہے اس لئے اس نے اب تک میری ندا پر لبیک نہیں کہا لہٰذا میں نے بھی ذکر پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ حضرت خضر فرماتے ہیں کہ اے عابد خدا نے ہی مجھے تیری طرف بھیجا ہے اور کہا ہے کہ:

نی کہ آن اللہ تو لبیک ما است
آن نیاز و سوز و در دست پیک ما ست
نی نورا درکار من آور دہ ام
نہ کہ من مشغول ذکرت کردہ ام
حیلہ ھا و چارہ جوئی ھائی تو

واقعہ کربلا
ایک تاریخ ساز حادثہ

انسان فطرتاً راحت پسند ہے غم کو پسند نہیں کرتا اور حوادث زمانہ سے جو غم پیش آتے ہیں ان کو جلد سے جلد بھول جانے کی کوشش کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا میں غم کی یادگار قائم نہیں ہوتی۔ جملہ اقوام عالم کی تمام یادگاریں خوشی کی یادگاریں ہیں تو پھر کیا یہ اپنی نوعیت میں عجیب بات نہیں ہے کہ دشت کربلا میں فرزند رسولؐ جگر گوشہ علیؑ و بتولؑ حضرت امام حسینؑ کی مظلومانہ شہادت کی یادگار صدہا سال سے مستقل طور پر قائم و دائم ہے۔

اور پھر دیکھئے کہ حال کا نقشہ ماضی کو فراموش بنا دیتا ہے اور اثر ختم کر دیتا ہے ماضی کی یادگار کا اس شدت وحدت کے ساتھ قائم رہنا کہ حال کا کوئی نقشہ اس نقش کو نہ مٹا سکے، یہ جاننے پر مجبور کرتا ہے کہ تاریخ عالم میں اس سے بڑھ کر تو کیا اس سے قریب بھی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ آپ کو معلوم ہے کہ واقع کربلا کے بعد کتنے انقلاب آئے ہیں تمدن نے کتنی کروٹیں لیں دنیا کے اخلاق و معیار میں کس درجہ تغیرات ہوئے بہت سی وہ باتیں جو شرمناک اور ذلت آمیز سمجھی جاتی تھیں دوسرے وقت میں وہ باعث عزت وعظمت سمجھی جانے لگیں۔ ہر دسویں برس پانچویں برس بلکہ ہر سال ہر دن انسان کے مزاج میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں انسان کا اخلاقی معیار بدلتا رہتا ہے۔ جبکہ ہماری آنکھوں کے سامنے انسانی تمدن میں انقلابات ہوتے رہتے ہیں تو کیا خیال کیا جا سکتا ہے اتنی طولانی مدت کے متعلق جس میں بہت سی صدیاں آئیں اور چلی گئیں بہت سی بادشاہتیں قائم ہوئیں اور مٹ گئیں اسی طرح انسان میں ہزاروں قسم کی تبدیلیاں ہوئیں لیکن وہ کون سی چیز تھی جو جس طرح اپنے وقت میں عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی آج بھی ویسے ہی دیکھی جاتی ہے۔ ماننا پڑے گا کہ وہ ایسے مشترک انسانی اصولوں کی حفاظت کے لیے قربانی دی گئی تھی کہ جب

تک دنیا میں انسانیت قائم ہے اس اصول کی بھی قدر و منزلت ہے اور اس یادگار قربانی کی یاد بھی قائم ہے۔

واضح و روشن سی بات ہے کہ جس قدر موضوع اہم ہوگا اور تاریخی حوادث میں جتنی کسی واقعہ کی ندرت اور اہمیت زیادہ ہوگی اسی قدر اس پر اہل فکر و قلم طبیعت آزمائی کریں گے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ تاریخ میں کربلا کے واقعہ سے بڑھ کر کسی واقعہ پر نظم و نثر اور لٹریچر کا ذخیرہ فراہم نہیں ہوا ہے اسلامی تاریخ کی تدوین سے پہلے خصوصیت سے اس واقعہ پر تصانیف شروع ہو گئیں اور ابھی کربلا کی زمین پر خون شہداء کی تری خشک بھی نہ ہوئی تھی کہ شاعروں کی زبان سے اس واقعہ کی نظم کے اشعار نکلتے نظر آئے۔ اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ واقعات کربلا نے ادبیات عالم پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں خاص کر ہمارا رثائی ادب تو واقعات کربلا کا ہی مرہون منت ہے۔ اس عظیم واقعہ نے نہ صرف انسانی شعور کو جھنجھوڑا ہے بلکہ احساس اور ادراک کے تاروں کو بھی چھیڑا ہے اور ان میں ایک نئی اور تازہ روح پھونکی ہے۔ انسانی شعور کے مختلف پہلوؤں پر اس کے گہرے اثرات کا جائزہ صفی پوری نے یوں پیش کیا ہے: ''انسانی شعور کے تین پہلو ہیں' عقیدہ' فکر' احساس۔ عقیدہ سے مذہب پیدا ہوتا ہے۔ فکر سے علم کی بنیاد پڑتی ہے اور احساس سے ادب عالم وجود میں آتا ہے۔ اور واقعہ کربلا نے انسانی شعور کے ان تینوں شعبوں کو متاثر کیا ہے''۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت امام حسینؑ اور ان کے اعزاء و اصحاب نے آمریت و بربریت' ظلم و تشدد' مطلق العنانی' لادینیت اور نام نہاد جمہوریت کے خلاف آواز اٹھائی اور یہی آواز ظالم کے خلاف مظلوم کی' جابر کے خلاف مجبور کی اور باطل کے خلاف حق کی آواز اور انقلاب کا پیش خیمہ بنی۔ امام عالی مقامؑ دیکھ رہے تھے کہ اصول و نظریات سے ہٹ کر مطلق العنانی چارسو اپنا کام کر رہی ہے۔ جائز و ناجائز کی تفریق نہیں' حرام و حلال کی کوئی قید نہیں۔ مجبوروں کا استحصال اور مظلوموں پر تشدد بڑھتا جا رہا ہے اور سب سے بڑھ کر اسلامی اصول حیات اور طرز معاشرت سے روگردانی کی فضاء ہموار کی جا رہی ہے۔ انسان پر انسان کی حکومت نا صرف انسانیت کے خلاف ہے بلکہ اسلام

نے اس کی کوئی اجازت نہیں دی ہے اور حسینؑ قدروں کی شکست وریخت' تہذیب کی پامالی اور زندگی کی شائستگی کو حرف غلط کی طرح مٹا دینے کے نامعقول عزم وارادے کے خلاف ایسے ماحول میں اٹھے جب وقت کا دھارا بالکل بدلا ہوا تھا۔ حضرت حسینؑ حق کے علمبردار تھے وہ ناحق کب تک برداشت کر سکتے تھے۔ حسینؑ اٹھے اور پوری جرات و ہمت سے اٹھے جبین نیاز پر آمریت سے ٹکرانے والی شکنیں ابھریں اور تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ دنیا نے ایسے انقلابات کہاں دیکھے تھے وقت خود انقلاب کا داعی تھا اور حسین علیہ السلام نبض شناس زمانہ۔

پس وہ حسینیت اس آمریت کو کسی طرح برداشت نہ کر سکتی تھی جو اختیارات کے استعمال میں اپنے آپ کو مطلق العنان سمجھتی تھی۔ قانون کی بجائے فرمان جاری کرتی ہے جو کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتی۔ نہ خدا کے سامنے نہ اخلاق کے سامنے۔ نفع عام کی بجائے جس کا شخصی مفاد کل انسانوں کی قسمت کا فیصلہ کرتا ہے' جس کے خلاف کوئی شنوائی نہیں ہو سکتی۔ مزدور جماعت کی صورت میں حسینیت اس سے سمجھوتہ نہیں کر سکتی اور ہر حسینی مزاج ہمیشہ یزیدی مزاج کا مخالف نظر آئے گا۔ جیسے جیسے انسان بیدار ہوتا جائیگا فکر حسینؑ اس کی ذہنی سوچوں کا محور و مرکز نظر آئے گی اسی واسطے جوش ملیح آبادی کہتے ہیں:

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

غور تو کر

موجودہ حالات کو اگر پیش نظر رکھ کر غور وخوض کیا جائے تو یہ احساس ضرور ہوگا کہ مملکت خداداد پاکستان کی سرزمین کو شیعیان پاکستان پر ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی اور سازش کے تحت تنگ کیا جارہا ہے۔اور ملت تشیع میں یہ احساس روز بروز زور پکڑ رہا ہے کہ جس ملک کے وجود اور حصول کی خاطر ہماری قوم اور ہمارے اجداد نے جان و مال قربان کیا ہر ممکن قربانی دی گئی یہاں تک کہ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد بھی استحکام پاکستان کے لیے شیعہ قوم نے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیے اور بے دریغ دولت خرچ کر کے آزادی کا سانس لیا' اسی ملک میں ملت تشیع سے جینے کا حق چھینا جارہا ہے۔

شیعہ قوم میں یہ احساس شدت سے بڑھ رہا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ زمامداران حکومت ان تمام حالات وواقعات کو دیکھتے ہوئے بھی خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔اور ملت تشیع پر جو ظلم و ستم روا رکھا جارہا ہے اس کو اپنی نظر میں نہیں لارہے۔اور اس دہشت گردی اور فرقہ واریت کے سلسلہ میں کوئی اہم اقدام اٹھایا نہیں جارہا ہے۔آخر کب تک ہم خاموش رہیں گے اور کب تک اپنے اوپر اس ظلم وستم کو برداشت کرتے رہیں گے؟ شیعہ قوم بخوبی آگاہ ہے کہ حکومت پاکستان کیوں خاموش ہے۔کیا یہ اپنے یہودی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے یہ سب کچھ جائز قرار دے رہے ہیں؟

نیو ورلڈ آرڈر جو خصوصاً نابودی اسلام کے لیے اور تباہی اسلام کے لیے جاری کیا گیا ہے اس کے تحت مملکت پاکستان میں بھی کام جاری وساری ہے۔ملت تشیع کے اکابرین اور علماء کو بھی اب عملی جہاد میں شریک ہو کر کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔گھر اور گاڑی سے نکل کر قوم کے اندر رہ کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

کب تک ہم جنازے اٹھاتے رہیں گے کب تک شہادتیں اور قربانیاں دیتے رہیں گے۔ ہاں شہادت ہمارے لیے سعادت ہے مگر تب جب کچھ حاصل ہو بے معنی اور بے مقصد افراد کی قربانیاں دینا ہرگز جائز نہیں۔قوم کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے گروہی اور فروعی اختلافات کو پس پشت ڈال کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ جب تک یہ قوم ایک اور نیک نہ ہوگی اس وقت تک یہ اپنے اوپر کیے جانے والے مظالم کا سد باب ہرگز نہ کر سکے گی۔آج کل موجودہ دور میں ہمارے لیے مصیبت عظمٰی بھی یہی ہے کہ ہمیں جن راہوں پر نہ چلنا تھا انہی پر چل رہے ہیں۔جن راستوں کو اختیار کرنا بے قاعدہ اور بے مقصد تھا انہی راستوں پر چل رہے ہیں بے معنی بحثیں ہمارے ہاں عروج پکڑ چکی ہیں۔کیا ان نظریات وتوہمات کا کوئی حل نہیں ہے؟ کیوں نہیں اگر ہم احادیث آئمہ اطہارؑ اور خالق و مالک کی بے مثل ولاریب کتاب کا وسعت نظر سے مطالعہ کریں تو نوے فی صد اختلافی مسائل ختم ہو سکتے ہیں۔اور بڑی بات یہ ہے کہ مکتب تشیع میں باب التقلید موجود ہے۔ہم اپنے فروعی اختلاف کو ختم کرنے کیلئے اپنے مکتب جعفریہ خیر البریہ کے بتائے ہوئے بہترین راستہ باب التقلید کو کیوں نہ اختیار کریں۔ صاحب اگر اپنے اختلافی مسئلہ کو مجتہد (جس کی صاحب تقلید فرما رہے ہیں) کی نظر میں دیکھے اور اس کے فتویٰ پر عمل کرے تو جھگڑے کا امکان ہی نہیں رہتا۔ بات تب بگڑتی ہے کہ جب ہم خود ہر مسئلہ میں مجتہد وفقیہہ بن جاتے ہیں۔

نہ معلوم کب ہمیں عقل آئے گی اور ہماری قوم اس راہ حق وصحیح کو اختیار کرے گی۔مذہب تشیع اپنی مرضی کے مطابق بنائے ہوئے اصولوں کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ مکتب الٰہی اصولوں اور قوانین کا مجموعہ ہے جس پر ہمیں چلنا ہوگا۔تب ہی ہم سعادت اخروی اور نجات اخروی پا سکتے ہیں۔ورنہ نہیں۔

آج ضرورت ہے اس امر کی کہ ہم خود کو بدلیں اور اپنے اندر یہ جذبہ پیدا کریں کہ غلط کو غلط اور صحیح کو درست کہہ سکیں۔خودسازی کی طرف توجہ دیں ہر اس برائی اور غلطی کو جو قول امام معصومؑ سے ثابت ہے اپنے سے دور کریں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم نام کے ہی شیعہ ہوں۔اگر شیعہ بننا ہے تو

شیعہ کردار کو اپنانا ہوگا۔ شیعہ کردار تب اپنایا جا سکتا ہے جب ہم معصومینؑ کی سیرت پر عمل کریں گے۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ بھی بحق چہاردہ اطہارؑ ہمیں راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور صحیح معنوں میں ہم شیعہ بن سکیں۔ آمین

اسلامی معاشرے کی اخلاقی قدریں

انسانی زندگی میں سال کے دوران ایسا وقفہ بھی آتا ہے جس میں اللہ کے بندوں کو اپنے روزمرہ کے اعمال پر ایک تنقیدی نظر ڈال کر مستقبل کے خطوط کو واضح کرنے کا موقع ملتا ہے اس وقفے میں نفس کا احتساب کرنے کے لیے باطنی حالات نسبتاً زیادہ مناسب اور سازگار ہو جاتے ہیں اور انسان اپنی خامیوں پر بہتر انداز میں نظر ڈال سکتا ہے ایسے میں اسے چاہیے کہ وہ اپنے اور اپنے معاشرے کی خامیوں اور کوتاہیوں پر ایک نظر ڈالے اور دیکھے کہ اس کا رخ کس طرف ہے۔ کیا وہ اور اس کا معاشرہ قرآن اور فطرت کے راستے پر چل رہے ہیں؟ کیا اجتماعی زندگی میں لوگ اپنی ذمہ داریاں پوری کرر ہے ہیں؟ کیا وہ اپنی الٰہی مسئولیت کی ادائیگی میں کامیاب ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو نہایت خوشی کی بات ہے۔ اور اگر جواب نہیں میں ہے تب نئے سرے سے اعمال و کردار کا جائزہ لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ آج انسانی معاشروں کے انحطاط و تنزل اور انسانی و الٰہی اقدار کی پامالی کے خوفناک مظاہروں کو دیکھتے ہوئے غور و فکر اور تدبر سے اپنی ذمہ داریوں کا تعین کرنا چاہیے اور ہر ایسے عمل اور کردار کے خلاف صف آراء ہونا چاہیے جو اسلام اور قرآن کی رو سے درست نہیں اور انسانیت کے خلاف ہے اس نظر سے قرآن اور احادیث کی روشنی میں ان امور کو سمجھنے کی ضرورت ہے جو آج ہمارے معاشرے کا حصہ تو بن چکے ہیں لیکن اسلام نے انہیں قبول نہیں کیا بلکہ ان کے خلاف بھرپور ردعمل کا مظاہرہ بھی کیا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے معاشرے میں کچھ اخلاقی بیماریاں ایسی بھی سرایت کر چکی ہیں جو فطرت انسانی کے مطابق ہیں اور نہ عقل انہیں تسلیم کرتی ہے بلکہ عقل کے نزدیک تو انتہائی درجے قبیح اور قابل مذمت بھی ہیں لیکن جب کسی معاشرے میں اخلاقی اقدار زوال پذیر ہونے لگتے ہیں تو منفی اعمال کی قباحت آئے دن کم ہوتی رہتی ہے اور اعلیٰ اخلاقی اقدار برائے نام ہی رہ جاتے ہیں۔ یورپ کی حالت کسی سے

پوشیدہ نہیں جدید ٹیکنالوجی اگرچہ انسانی معاشرے کی فکری ارتقاء میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے اور آج تک اس کی مادی زندگی میں بھی بڑے بڑے انقلاب کا موجب بنی ہے۔ لیکن اس کے مضر اثرات اور اعلیٰ انسانی قدروں سے انسانوں کی دوری میں اس کا بنیادی کردار بھی ایک حقیقت ہے۔ جس کی وجہ سے آج مغرب میں رشتوں کی پہچان ختم ہوکر رہ گئی ہے اور زندگی کا ایک ہی مقصد مغرب والوں کے پیش نظر ہے اور وہ ہے ''اچھی بہتر زندگی کا حصول'' جبکہ اسلام کی نظر میں مادی اور دنیوی زندگی کی حیثیت ثانوی ہے۔ مغرب میں چونکہ آخری ہدف ہی ''ایک بہتر زندگی گزارنا'' ہے لہٰذا اس مقصد کے لیے ہر ذریعہ اور ہر راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ یہ راستہ اور ذریعہ انسانوں کی زندگی کا چراغ گل کر دینے ہی کا کیوں نہ ہو۔ لیکن اسلام کی نظر میں مقصد حیات لقاء اللہ ہے اور یہ تصور ہے کہ یوم المعاد میں خالق مطلق کے حضور حاضری ہوگی یہاں کی تمام رپورٹ اور کارکردگی اس کے سامنے پیش کی جائے گی اور کسی غلط نامناسب راستے کے انتخاب یا غلط عمل کے ارتکاب کا حساب انسانوں کو دینا پڑے گا۔ یہ وہ عقیدہ ہے جو دنیوی زندگی میں انسان کے اعمال کا احتساب کرتا ہے۔ اور ہر غیر فطری، غیر انسانی اور غیر الٰہی فعل کے انجام پر انسان کو ٹوکتا ہے۔ یہاں تک کہ یا وہ انسان فطرت اور اللہ کے راستے پر پلٹ آتا ہے یا پھر وہ اپنے اختیار کیے ہوئے راستے میں اتنا آگے بڑھ جاتا ہے کہ اس کی فطرت، اس کا ضمیر اور اس کے اندر کا انسان مر جاتا ہے اور اس مرحلے پر پہنچ کر اس کی نگاہوں میں قدریں بدل جاتی ہیں معیارات تبدیل ہو جاتے ہیں اعمال قبیح کی قباحت اس کے لیے حسین رخ اختیار کر لیتی ہے اور اعمال صالح کا حسن اسے قبیح نظر آنے لگتا ہے ایسے میں انسان کی تصویر کشی کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے: **لھم قلوب لا یفقھون بھا و لھم اعن لا یبصرون بھا و لھم آذان و لھم لیسمعون بھا اولٰئک قال معام بلھم ازل۔** یعنی ''ان کے دل تو ہیں لیکن اس کے ذریعے سمجھتے نہیں ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن دیکھتے نہیں ان کے کان تو ہیں لیکن سنتے نہیں وہ لوگ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں''۔

چونکہ دنیا میں ایسے وسائل اور ذرائع بہت ہیں جو انسان کو فطرت کے راستے سے منحرف

کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں اور انسان اپنے اندر موجود صلاحیتوں کا منفی استعمال کرنے لگتا ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمیشہ اس کو فطرت کی آواز سنائی جاتی رہے اور ان راستوں سے بچا لیا جائے جن پر چل کر وہ اپنی فطرت اور ضمیر کو روند ڈالتا ہے۔قرآن کریم نے انسان کے اسی پہلو کے پیش نظر نصیحت اور تذکر پر بہت زور دیا ہے۔جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

تذکر ان الذکر تنفع المومنین۔

یاددلاؤ بے شک یاد آوری مومنین کے لیے منافع بخش ہے۔

لہٰذا انسان کو اگر ہمیشہ کسی امر کی یاددہانی کرائی جاتی رہے تو وہ بھی اس امر کو نظر انداز نہیں کرتا۔بنابرایں ان سطور میں ایسے اخلاقی امور کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔جن کی اہمیت ہمارے معاشرے میں تو بہت کم ہو چکی ہے لیکن قرآن وسنت ان کی اہمیت اور قدر و قیمت کے ذکر سے معمور ہیں۔یہ ایسے امور ہیں جن کا بھلا دینا معاشرتی زندگی کو مفلوج کر کے رکھ دیتا ہے۔اور نتیجتاً وہ زوال وانحطاط کا شکار ہو جاتی ہے۔اور انسانی معاشرہ جنگل کا منظر پیش کرتا ہے جہاں صرف زور اور قوت کی حکومت ہوتی ہے انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ان سطور میں ہم نے صرف قرآن و روایات کی روشنی ہی میں گفتگو کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ بات مختصر بھی ہو اور نافع بھی ہو۔

قطع تعلق

اخلاقی بیماریوں میں سے ایک عزیز و اقارب اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا اور ان سے میل جول ختم کرنا ہے۔ان عزیز و اقارب میں قریب کے رشتہ دار بھی شامل ہیں جیسے والدین' بہن بھائی اور بچے نیز دور کے رشتہ دار بھی شامل ہیں جن میں چچا چچی' پھوپھا پھوپھی اور خاندان کے دیگر افراد آتے ہیں۔آیئے ذرا دیکھتے ہیں کہ ان رشتہ داروں اور ایسے تمام افراد سے جن سے ہماری کوئی نہ کوئی عزیز داری بنتی ہے' دوری اختیار کرنے اور تعلقات نہ رکھنے کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اور احادیث میں رسول اکرم کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

سورہ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

و الذین ینقضون عهد الله من بعد میثاق و یقطعون ما امر الله له ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئک هم الخاسرون۔(سورہ بقرہ آیت ۲۵)

ترجمہ: جو لوگ خدا کے عہد و پیمان کو مضبوط ہو جانے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں اور جن تعلقات کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد ڈالتے ہیں وہی لوگ گھاٹے میں رہیں گے۔

و الذین ینقضون عهد الله من بعد میثاق و یقطعون ما امر الله به ان یوصل فی الارض اولئک لهم العنت و لهم سوء الدار۔(سورۃ بقرہ آیت ۲۶)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے معاہدوں کو انکی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن علاقوں کو قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوتی ہے اور ان کے لیے آخرت میں خرابی ہوگی۔

فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو فی الارض و تقطعو ارحامکم اولئک

الذی لعنهم اللہ فاسماھم و اعمی ابصارھم۔ (سورۃ ۴۷ آیت ۲۵،۲۶)

ترجمہ: سو اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ دنیا میں فساد مچا دو اور آپس میں قطع قرابت کر دو یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر ان کو بہرہ کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

احادیث کی روشنی میں :

رسول اللہؐ نے بغض، دشمنی اور قطع تعلق کے بارے میں فرمایا:

الا ان فی التباغض الحالک لا اغنی حالقت الشر و الکن حالقت الدین۔ (کافی)

بغض و عداوت اور عزیزوں سے دشمنی زائل کر دیتی ہے بالوں کو نہیں بلکہ انسان کے دین کو۔

اللہ کے نزدیک سب سے بڑا عمل :

کافی میں حضورؐ سے بدترین عمل کے بارے میں سوال کیا گیا اور اس جواب پر مبنی ایک روایت یوں درج ہے:

ای الاعمال ابغض الی اللہ فقال الشرک باللہ ثم ماذ فقال قطیعة الرحم قال ثم ماذ فقال الامر بالمنکر و نھی عن المعروف۔ (کافی)

ایک شخص نے حضورؐ سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ ناپسند ہے فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا، پوچھا اس کے بعد کونسا عمل؟ فرمایا قرابت داروں سے قطع تعلق، پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا کہ منکرات کا حکم دینا اور معروفات سے روکنا۔

برائی کا مقابلہ نیکی سے کریں:

امام صادقؑ کے پاس ایک شخص آیا اور اپنے بعض رشتہ داروں کے بارے میں شکوہ اور شکایت کے لیے لب کھولے۔ امامؑ نے فرمایا اکظم غیضک و افعل غصے کو پی جاؤ اور غضب پر قابو پالو اور ان سے نیکی کرو۔ اس شخص نے کہا کہ یا امامؑ وہ میرے ساتھ برا سلوک روا رکھتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا اتـریـد ان تـکـون مثلهم فلا ینظر الله علیکم کیا تم بھی انہی کی طرح کرنا چاہتے ہو؟ (پھر تم میں اور ان میں کیا فرق ہوا؟) اگر ایسا کرو گے تو اللہ (دنیا و آخرت میں) تمہاری طرف نظر رحمت نہیں کرے گا۔

تین صفات:

حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ تین صفات ایسی ہیں جن کا اپنانے والا ان کے بد ترین آثار سے دوچار ہوئے بغیر دنیا سے رخصت نہیں ہوتا ثلاث خصال لا یموت صاحبهن حتی یری و بالهن البیعی و قطیعة الرحم و الیمین الکاذبه۔ (اصول کافی)

پہلی صفت ظلم و جور، دوسری صفت عزیزوں سے قطع تعلق، تیسری صفت جھوٹی قسم کھانا ہے۔

قطع تعلق کا اثر:

امیر المومنین حضرت علیؑ کے فرمان کے مطابق عزیزوں اور قرابت داروں سے قطع تعلق سے انسان کی عمر کم ہو جاتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اعوذ بالله من الذنوب التی تعجل الفناء۔ (کافی)

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ایسے گناہوں سے جو فناء کو نزدیک کر دیتے ہیں۔

امام جعفر صادقؑ کا قول ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

اذا ظهر العلم و احتراز العمل وائلف الانس و اختلفت القلوب و تقاطعت الارحام هنالک لعنهم الله فاصمهم و اعمیٰ ابصارهم ۔(بحارالانوار ج۱۶ ص۲۸)

جب بھی لوگوں کے درمیان علم آجائے لیکن عمل ناپید ہو جائے زبانی محبت اور رشتے قائم ہوں لیکن قلوب اختلاف کا شکار ہوں باہمی رشتے منقطع ہو جائیں ایسی حالت میں اللہ ان پر لعنت کرتا ہے اور انہیں بہرہ اور اندھا کر دیتا ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرماتے ہیں:

ما من ذنب اسدر ان یجعل الله لصاحب العقوبة فی الدنیا مع ما ادخره فی الاخرة من المبغیی و قطعیة الرحم۔(مستدرک)

ظلم اور اقارب سے قطع تعلق ہر دوسرے گناہ سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں کہ اللہ ان کے مرتکبین کو دنیا میں ان سزاؤں میں سے چکھاوے جو آخرت میں ان کے لیے جمع کیے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں کہ قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوسکتا اور یہ گناہ دعا کی قبولیت میں مانع ہے۔

کون کرے مداوا

قتل، ڈکیتی، فرقہ واریت اور دہشت گردی ایسے الفاظ ہیں کہ جن سے اب ہماری قوم کا بچہ بچہ مانوس ہو چکا ہے۔ اگر ایک روز ان لفظوں کی عملی صورت میں خبر نہ ملے تو یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ شاید آج ہم پاکستان میں نہیں بلکہ کسی اور ملک اور گیتی کے کسی اور حصہ میں ہیں۔ یا پھر ہماری جان قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے۔ پاکستان کا کوئی شہری چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا ہی کیوں نہ ہو، کوئی چھوٹا یا بڑا دیہات ہی کیوں نہ ہو دہشت گردی کے اس ناسور سے نہیں بچ سکتا۔

دہشت گردی جو کہ اب فرقہ واریت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے اور اس مملکت خداداد کے زمانداران حکومت بھی اس کے سامنے بے بس اور لاچار نظر آتے ہیں اور کچھ کر گزرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ملکی، داخلی اور خارجی حالات قیامت خیز منظر اپنائے ہوئے ہیں۔ پاکستان کا کوئی فرد مطمئن نظر نہیں آتا، ہر صورت پریشان دکھائی دیتی ہے۔ وہ ملک کیا ترقی کی منازل کو طے کر سکے گا جس کا فرد فرد گھر سے نکلتے ہوئے اپنی زندگی کی امان نہیں پاتا۔ اور اس کو اپنی حیات مستعار وقت سے پہلے جاتی دکھائی دیتی ہے۔ جس کشور کی خود انتظامیہ اس دہشت گردی سے محفوظ نہ ہو عام آدمی کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟

عام فطری سی بات ہے کہ ہر کاروباری آدمی کی پہلی سوچ یہی ہوتی ہے کہ اس کا کاروبار (تجارت) ایسے ماحول میں ہو جس جگہ امن و امان ہو کبھی بھی وہ شخص ایسی جگہ کا انتخاب (باہوش و حواس) نہیں کرے گا جہاں امن نہ ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ باہر کے افراد اس ملک میں اپنا روپیہ پیسہ لگائیں جبکہ جو داخل کشور ہیں وہ اپنی رقوم دوسرے ملکوں میں ٹرانسفر کر رہے ہیں تو پھر کب ایسا ممکن ہے؟ اس ملک کا ہر باسی سوالیہ نشان دکھائی دیتا ہے۔ ہر روز کوئی بڑے سے بڑا اور اہم سے اہم فرد اس جان لیوا مرض کا شکار ہو کر دہشت گردی کے جن کا نوالہ بن رہا ہے۔

ابھی چند روز پہلے ملک وملت کا عظیم سرمایہ مفکر و محقق دوراں علامہ طالب حسین کرپالوی بے گناہ دہشت گردی کا شکار ہو کر بے دردی اور مظلومانہ طریقے سے قتل کر دیئے گئے ہیں۔ یہ ملک کی ایسی نامور شخصیت تھے کہ جو دنیاو مافیہا کی سیاست سے بے خبر ملک کے ایک کونہ میں بیٹھے تبلیغ اسلام کرتے ہوئے قلمی جہاد میں مصروف عمل تھے۔ جنہوں نے اردو زبان میں پہلی مرتبہ اتنی زیادہ جلدوں میں سیرت نبیؐ پر کتاب لکھی اور جو تیس جلدوں میں بازار میں آ چکی ہے۔ اور انہوں نے صدر پاکستانی سے صدارتی ایوارڈ بھی حاصل کیا۔ اپنی مختصر سی زندگی میں ستر کے قریب کتب تحریر فرمائیں۔ ایسے افراد روز روز پیدا نہیں ہوتے برسوں بعد جا کر کائی نابغہ روزگار سامنے آتا ہے انہی جیسوں کے بارے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردہ سے انسان نکلتے ہیں

مولانا طالب کرپالوی کا جانگداز سانحہ ناقابل تلافی نقصان کے ساتھ ناقابل برداشت بھی ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے کوئی باک نہیں ہے کہ اب ملت تشیع کے سربراہان اور قائدین اِن امور کی طرف توجہ دیں ہماری تو قلمیں لکھ لکھ کر تھک چکی ہیں کہ اب جنازوں کو اٹھانے کی سیاست کو ترک کرنا ہوگا اور اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے گا تو شائد ملت تشیع کو اس مملکت میں جینے اور رہنے کا حق مل سکے۔ ہر جریدہ کی آواز ایک قوم وملت کی آواز ہوتی ہے۔ ہم بار بار ان امور کے سلسلہ میں تذکرہ کر چکے ہیں مگر کیا کریں فقط ایک مخالفت کا رنگ دے دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ قوم کا ہر فرد قائد نہیں بن سکتا مگر اتنا ضرور ہے کہ

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

قائد محترم کو اپنے گردنئی دیوار چین کو گرانا ہوگا تب وہ قائد سے محبوب قائد بنیں گے۔ ذرا غور فرمائیں کہاں گئیں پہلے والی آسائشیں، کوٹھی اور پجارو یہی سب کچھ نہیں جب تک قوم وملت

ساتھ نہ ہو۔اور قوم وملت کا ساتھ تب حاصل ہوتا ہے جب ان کا لیڈران کے درمیان ہو۔قوم و ملت کے ہر فرد نے ہمیشہ قائد کی ہر آواز پر لبیک کہا ہے۔مگر کیا قائد نے بھی کبھی قوم کی آواز پر لبیک کہہ کر دیکھا۔فقط فاتحہ پڑھ لینا اور جنازہ اٹھا کر ایک آدھ بیان دے دینا ہی تو کافی نہیں ہے۔

قائد کو چاہیے کہ اب وہ قوم کی آواز سنیں ان کے اندر آ کر' ان کے ساتھ رہ کر' ان کے درمیان بیٹھ کر ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھیں۔اگر ایسا نہ ہوا تو ہم تو یہی سمجھیں گے:

میراث میں آتی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

ہمیں اپنی قوم سے بھی کچھ کہنا ہے کہ وہ بھی اب ذرا اپنے خول سے باہر نکلے اور اپنا سامان زندگی خود اکٹھا کر کے ہر صاحب دستار کو رہبر و قائد نہ سمجھے' اب تو زمانہ ہے کہ

دستار کی ہر تار کی تحقیق ہے لازم
ہر صاحب دستار معزز نہیں ہوتا

قوم ان گرجوں اور بھیڑیوں کو بھی پہچانے جو لبادہ روحانیت اور مولویت کے لباس میں داخل ہو چکے ہیں۔اور شیرازہ ملت پارہ پارہ کرنے کی ٹھانے ہوئے ہیں:

لباس خضر میں پھرتے ہیں ہزاروں رہزن
اگر دنیا میں جینا ہے پہچان پیدا کر

سیاسی مسائل سیاست سے ہی حل ہو سکتے ہیں اور مذہبی اور دینی مسائل دین و مذہب کے متعین کردہ راستے سے ہی حل ہوں گے۔ہمیں اپنے شعور کی منزل کو بلند کرنا ہوگا۔اور جہالت کی وادی سے نکل کر علم و عمل کے میدان میں کودنا پڑے گا۔ جب تک ہم جہالت کے پردے کو اٹھا کر روشنی میں نہ آئیں گے تب تک ہماری تقدیر کے فیصلے کوئی اور ہی کرتے رہیں گے۔

شیعہ کون ؟

ایک واقعہ جو ہمارے مذہب تشیع کی کتب احادیث کی اہم دینی کتاب اصول کافی میں درج ہے ذکر کرتا چلوں تا کہ پتہ چل جائے کہ شیعہ کون ہے؟ اور شیعہ کسے کہتے ہیں؟ اور یہ واقعہ ہمارے لیے شیعہ بننے کا بہترین راہنما ثابت ہوگا۔ اصول کافی میں مذکور ہے کہ کچھ لوگ ایران سے حج اکبر کے لیے بیت اللہ گئے۔ اور اس سعادت عظمیٰ کو حاصل کرنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ ہم یہاں آئے ہوئے ہیں تو کیوں نہ امام وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کرتے چلیں۔ اگر ہم امامؑ کی زیارت کیے بغیر چلے گئے تو لوگ کہیں گے کہ وہاں گئے بھی لیکن امامؑ کی زیارت سے شرفیاب نہ ہوئے۔

اس لیے امامؑ کی زیارت کرنے دروازہ امامؑ پہ آئے۔ دروازہ پر دستک دی امامؑ کا غلام آیا اور دروازہ کھولا۔ پوچھا کیوں آئے ہو اور کیا کام ہے؟ کہنے لگے کہ ہم لوگ ایران سے حج اکبر کی غرض سے آئے ہوئے تھے اور ہم شیعہ ہیں اور اپنے امامؑ کی زیارت کرنے حاضر ہوئے ہیں۔ تم جا کر امامؑ کی خدمت عالیہ میں ہماری طرف سے عرض کرو کہ مولیٰ علیؑ کے شیعہ ایران سے آئے ہیں اور آپؑ کی زیارت کا قصد رکھتے ہیں۔ اجازت مرحمت فرمائیں تا کہ ہم شرف یاب ہوسکیں۔ یہ سن کر غلام نے واپس جا کر امامؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولا کچھ لوگ ایران سے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مولیٰ علیؑ کے شیعہ ہیں امامؑ کے ماننے والے اور چاہنے والے ہیں۔ آپؑ کے محب ہیں اور زیارت سے مشرف ہونا چاہتے ہیں۔ اس لیے آپؑ اجازت فرمائیں تو انہیں اندر آنے دیا جائے؟ اب امامؑ نے سنا تو فرمایا کہ جا کر ان سے کہو کہ ابھی امامؑ فارغ نہیں ہیں۔

غلام نے جا کر اسی طرح کہا یہ لوگ چلے گئے اور پھر دوسرے روز حاضر ہوئے وہی کچھ کہا جو پہلے دن کہا تھا۔ امامؑ نے پھر اذن اجازت نہ دیا۔ تیسرے روز پھر آئے لیکن زیارت نصیب نہ ہو

سکی۔ القصہ مختصر روز آتے انہی جملوں کو دہراتے اور اجازت نہ پا کر واپس لوٹ جاتے۔ کرتے کرتے دو مہینے گزر جاتے ہیں لیکن زیارت امامؑ نہ پا سکے۔ جب ساٹھویں دن آئے تو پھر اجازت نہ پا کر رونے لگے اور غلام سے کہا کہ جا کر مولاؑ کی خدمت عالیہ میں عرض کرو کہ مولاؑ اگر آج آپؑ نے اجازت نہ دی اور اپنی زیارت سے مشرف نہ فرمایا تو ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ ہم وطن واپس نہیں جائیں گے۔ اور پھر جائیں بھی تو کس منہ سے کیوں کہ لوگ ہم سے پوچھیں گے کہ سناؤ امامؑ کی زیارت کی یا نہیں؟ تو پھر ہم کیا جواب دیں گے کہ ہمیں امامؑ نے اذن زیارت ہی عطا نہ کیا اور ہم بغیر زیارتِ امامؑ کے ہی واپس لوٹ آئے ہیں۔ ہم کیسے ان لوگوں کا سامنا کر سکیں گے۔ یقیناً ہم میں کوئی کوتاہی ہے جس کی وجہ سے امام عصرؑ ہم سے ملنا گوارہ نہیں کرتے۔ ہم جنگل کو منہ کر جائیں گے اور اپنے وطن اور اپنے گھروں کو ہرگز نہ جائیں گے۔

غلام نے جب ان کی گذارش کو امامؑ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا تو امامؑ نے فرمایا کہ جاؤ ان کو اندر لے کر آؤ۔ غلام گیا اور انہیں اندر لے کر آیا۔ جب یہ لوگ امامؑ کے سامنے آئے تو امامؑ نے اپنا رخ پھیر لیا اور ان کے سلام کا جواب نہ دیا (جبکہ جوابِ سلام واجب ہوتا ہے لیکن امامؑ نے ان کے سلام کا جواب دینا بھی گوارہ نہ کیا) یہ لوگ رونے لگے اور رو کر عرض کرنے لگے کہ مولیٰ ہم سے کون سی غلطی ہوئی ہے اور کونسی خطا سرزد ہوئی ہے کہ جس کی بنا پر آپؑ ہم سے ناراض ہیں اور ہم سے ملنا تو درکنار آپؑ تو ہمارے سلام کا جواب دینا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ آخر ہم اپنے گھروں کو جا کر اپنے بچوں، رشتے داروں اور اہل وطن کو کیا منہ دکھلائیں گے کہ امامؑ ہم سے ملنا بھی پسند نہیں کرتے۔ مولیٰ ساٹھ روز گزر چکے ہیں۔ کیا ہم آپؑ کے چاہنے والے نہیں ہیں؟ کیا ہم آپؑ کے ماننے والے نہیں ہیں؟ کیا ہم آپؑ کے محب نہیں ہیں؟ کیا ہم آپؑ کے دشمنوں کے دشمن اور دوستوں کے دوست نہیں ہیں؟ مولیٰ کیا ہم آپؑ کے شیعہ نہیں ہیں؟ مولا ہم شیعیان علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔

جب انہوں نے زبان سے یہ الفاظ ادا کیے تو امامؑ فوراً غصے کے عالم میں پلٹے اور بڑے

غصے کے لہجے میں کہا کہ تم کو جرات کیسے ہوئی کہ تم اتنا بڑا دعویٰ کرو کہ ہم شیعہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ ہاں تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تم ماننے والے ہو، چاہنے والے ہو، محب ہو، دشمنوں کو دشمن رکھتے ہو اور ہمارے دوستوں کو دوست رکھتے ہو۔ مگر اتنا بڑا دعویٰ ہرگز نہ کرو۔ تم نہیں جانتے کہ شیعہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کون ہیں۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ شیعہ علیؑ کون ہیں۔ شیعہ علیؑ حضرت امام حسنؑ ہیں حضرت امام حسینؑ ہیں، ابوذرؓ ہیں، مقدادؓ ہیں سلمانؓ ہیں۔ اگر تم کو شیعہ بننا ہے تو پھر ان جیسا بننا ہوگا ان کا کردار اور ان کی سیرت کو اپنانا اور اختیار کرنا ہوگا۔

بس قارئین محترم! میں نے ایک اہم واقعہ اس حوالے سے تحریر کے ذریعے آپ کے حوالے کر دیا ہے اب اگر ہمیں شیعہ بننا ہے تو غور کرنا ہوگا۔ فکر کرنا ہوگی، ایسا شیعہ بننا ہوگا جیسا ہمارا امامؑ چاہتا ہے۔ اس کردار و گفتار اور رفتار کو اپنانا ہوگا جو ہمارا امام ہم سے چاہتا ہے۔ ہم خود اپنا فیصلہ کر سکتے ہیں اگر انصاف کریں اپنے ساتھ تو فوراً پتہ چل جائے گا کہ کیا ہم لفظی شیعہ ہیں یا واقعتاً شیعہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اگر ہم میں کوتاہی ولغزش ہے تو اب بھی وقت ہے اور اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اپنے آپ کو درست کر لیں اور خود کو صحیح و حقیقی شیعہ بنائیں۔

مذکورہ بالا واقعہ سے بخوبی ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جو امام اس دنیا میں ہمیں اپنی زیارت سے مشرف نہیں فرماتے اس لیے کہ ہمارا کردار ہماری گفتار و رفتار شیعیان علیؑ ابن ابی طالبؑ کی طرح نہیں ہے تو وہ قبر و حشر اور آخرت میں ہمیں کیسے اپنے نزدیک لگنے دیں گے۔

غور تو کر فکر تو کر سوچ تو ذرا
تو آیا ہے جانے کے لیے نہ کہ رہنے کے لیے

''کل نفس ذائقة الموت'' مرنا بھی ہے اور یہاں سے جانا بھی ہے۔ ان اسباب کو تلاش کریں جو قبر میں، حشر میں اور نشر میں وسیلہ نجات بن سکیں۔

لاهور پولیس کا اپریشن یا شب خون

حوزہ علمیہ **جامعة المنتظر** جیسی علمی، فکری، مذہبی اور تربیتی دانشگاہ علوم آل محمدؐ سے کون واقف نہیں ہے جس نے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں علماء قوم وملت کو دیئے۔ اس دینی دانشگاہ کی اہمیت، عظمت اور مقام ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے کوئی صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا۔ جب سے یہ ادارہ وجود میں آیا ہے تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ اس علمی مرکز سے وحدت واخوت اور بھائی چارے ہی کی آواز سنائی دی ہے۔ ملک پاکستان کے گوشہ گوشہ میں اسی مرکز علمی سے فارغ التحصیل افاضل دینی ومذہبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ پاکستان کا کوئی ایسا قریہ نہیں ہے جہاں اس کی خوشبو نہ ہو۔ یوں یہ علمی، دینی اور فکری دانشگاہ ملت اسلامیہ پاکستان کی عموماً اور ملت تشیع پاکستان کی خصوصاً مرکزی دانشگاہ ہے۔ اور یہ پوری قوم میں ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔ اس ادارہ کی دینی وملی خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

دہشت گردی ایک ایسا ناسور ہے کہ جو عرصہ سے ملک میں کینسر کی طرح لگا ہوا ہے۔ جامع المنتظر جیسے عظیم ادارہ نے ہمیشہ اس کینسر کے خلاف عملی صورت میں جنگ کی ہے۔ مگر امن وآشتی کا یہ گہوارہ 21 اور 22 جولائی 1997ء کی درمیانی شب رات 2 بجے لاہور انتظامیہ کی کھلی بربریت اور ظلم وتشدد کا شکار ہوا۔ اور اس مقدس دینی دانشگاہ میں انتظامیہ نے ہر وہ کام انجام دیا جس سے اس کے تقدس کو پامال کیا جا سکے۔

سولہ تھانوں کی مکمل پولیس بکتر بند گاڑیوں کے ساتھ رات کے اندھیرے میں حملہ آور ہوئی اور دن کے تقریباً نو بجے تک ان کا اپریشن جاری رہا۔ لاہور پولیس کے "بہادر" اور "پکے" مسلمان سپاہی اللہ کے گھر علی مسجد میں جوتوں سمیت داخل ہوئے۔ مسجد کے تقدس کو ہر طریقہ سے پامال کیا گیا اور لائبریری میں بھی (اپنی اسلامی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے) کتب احادیث و

تفاسیر اور تاریخ کو پاؤں تلے روندتے چلے گئے۔ گھروں میں داخل ہو کر چادر اور چاردیواری کے تقدس کو پامال کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو ظلم و جور اور وحشت و بربریت کے نمونے پیش کیے جاسکتے تھے انہوں نے کر دکھائے۔ خواتین کی بے حرمتی کی گئی۔ بچوں کو ڈرایا دھمکایا گیا اور اس اپریشن کے دوران جو کچھ ملا' لیتے گئے۔

جتنی فورس اور جتنی دیر اور جس انداز میں یہ اپریشن ہوا تو یہ چاہئے تھا کہ اس کے نتیجہ میں راکٹ لانچر' توپ' ٹینک' گرنیڈ' بم اور اگر ہوسکتا تو دو تین جنگی ہوائی جہاز بھی برآمد ہوتے مگر شومئی قسمت ایسا نہ ہوا کیوں کہ قبل از اپریشن ہی یہ سب کچھ شریف ہمسائے کے گھر رکھا جا چکا تھا۔ کیونکہ اس ہمسائے کے ساتھ 27 سال پرانا شریفانہ' دوستانہ' برادرانہ رشتہ استوار تھا۔ آخر حق ہمسائیگی بھی تو کوئی شے ہے۔ اور ابھی کچھ عرصہ قبل ہی تو یہ شریف ہمسائے اس ادارہ میں دہشت گردوں سے ملاقات کرنے آئے تھے اور کافی دیر گپ شپ ہوئی تھی۔

لہٰذا اپریشن کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتب اسلامی (قرآن وحدیث) اور مسجد و مکتب کی توہین و تذلیل کے بعد 4 مدرس' ملازمین' 170 طلباء' اور مہمان جو دو سو کے لگ بھگ تھے' کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ چند چھریاں جو خنجروں کی صورت میں پیش کی گئیں' تین چار رائفلیں جو کہ لائسنسی تھیں' چند ایک گاڑیاں اور کچھ موٹر سائیکل ہاتھ آئے اور اس کے علاوہ نقدی و پارچہ جات و دیگر سامان فورس برآمد کر سکی۔ اور پھر دو تین دن کی تمام تر تحقیق و انکوائری کے بعد مدرسین' طلباء اور ملازمین سب کو چھوڑ دیا گیا۔ اور ساتھ ہی گاڑیاں' موٹر سائیکلیں اور رائفلیں واپس کر دی گئیں۔ اور اپنی شرم مٹانے اور بہانہ بنانے کے لیے پاکستان کے جید عالم دین اور جامع المنتظر کے وائس پرنسپل قبلہ علامہ غلام حسین نجفی پر سابقہ اور پرانا کیس put up کر کے فرقہ واریت اور دہشت گردی کے لباس میں ڈالتے ہوئے چالان کر کے انہیں جیل بھیج دیا گیا۔ یاد رہے کہ قبلہ علامہ غلام حسین نجفی کو ہی لاہور انتظامیہ نے پچھلے مئی سے دو محافظ اپنی طرف سے دے رکھے تھے۔ اہل نظر حضرات جانتے ہیں کہ اگر ایسا اپریشن کسی اور ملک میں انجام پذیر ہو کر ایسی " کامیابی"

حاصل کرتا تو اس ملک کا وزیر داخلہ، چیف منسٹر اور گورنر فوری طور پر استعفیٰ دے جاتے۔ مگر یہ تو پاکستان ہے۔۔۔۔۔۔

بہر حال ہمارا سربراہ مملکت پاکستان سے مطالبہ ہے کہ وہ فوری چیف منسٹر، گورنر اور وزیر داخلہ سے استعفیٰ لیتے ہوئے آئی جی پنجاب اور ایس ایس پی لاہور کو فوری طور پر ان کے عہدوں سے برطرف کریں۔ شیعہ قوم کے ساتھ یہ جو خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے اس کو بند کیا جائے اور پرائم منسٹر صاحب خود ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر شیعہ قوم سے اس توہین اور اہانت کی معافی مانگیں۔ ورنہ قوم شیعہ سوچنے پر اور راست اقدام کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ اور ہمیں یہ پتہ ہے کہ جب حق نہ ملے تو اس وقت چھین کر بھی لے سکتے ہو تو لے لو۔

یہ قوم اپنے جینے اور رہنے کا حق مانگتی ہے اور دنیا کی کونسی عدالت ہے جو ہمیں اس حق سے روک سکے۔ شیعہ قوم کو ختم کرنے والے خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتے۔ یہ قوم زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔ ہم اصولوں کا سودا ہرگز کرنے کو تیار نہیں۔ یہ قوم تو اصولوں پر قربان ہونے والی ہے ہم اپنی زندگی اپنے اصولوں کی حیات میں مضمر سمجھتے ہیں۔ اور کسی کو بھی یہ حق نہیں دیتے کہ وہ ہمارے اصولوں کا سودا کرے۔

چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ

کا بر وقت نوٹس لینا

ماہ اگست کے آغاز میں دہشت گردی کی مسلسل اور بے رحمانہ کاروائیوں کی وجہ سے پورے ملک میں تشویش اور غمی کی لہر دوڑ گئی۔ اس لہر نے ملک عزیز پاکستان کے ہر شہری کو متاثر کیا یہی وجہ ہے کہ حکومت پاکستان بھی دہشت گردی کی وجہ سے پریشان نظر آئی اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف نے علماء سے رابطے کئے۔ قومی اسمبلی اور سینٹ نے بھی ایک ایسا قانون منظور کر دیا جس کے دفاع میں روزانہ وزراء اور اہل اقتدار لوگوں کے بیان آرہے ہیں کہ اس کا استعمال صحیح ہوگا۔ حتیٰ کہ وزیر قانون نے بیان دیا ہے کہ اگر میں حکومت میں نہ ہوتا تو اس قانون کی مخالفت کرتا اور اس کے بعد یہ کہا کہ یہ قانون کچھ مدت کے بعد ختم کر دیا جائے گا۔

سب سے دلچسپ اور حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ عدلیہ کے سب سے بڑے ادارے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس جناب سید سجاد علی شاہ نے از خود نوٹس لیتے ہوئے دہشت گردی کے اسباب معلوم کرنے کیلئے اور اس حساس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے ملت جعفریہ سے تعلق رکھنے والے علماء اور سپاہ صحابہ کے اکابرین کو اپنی عدالت میں طلب کیا اور ان کا نقطہ نظر سننا شروع کر دیا ہے۔ ملت جعفریہ کی طرف سے علامہ محمد حسین اکبر' علامہ سید افتخار حسین نقوی' علامہ غلام رضا نقوی اور علامہ تاج الدین حیدری سمیت دیگر افراد عدالت میں حاضر ہوئے اور اپنا بیان قلمبند کروایا۔ جبکہ سپاہ صحابہ کی طرف سے اعظم طارق اور لشکر جھنگوی کا غلام رسول شاہ پیش ہوئے۔

ہماری نگاہ میں چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ نے بروقت نوٹس لیا اور ملک میں مسلسل کئی سالوں سے جاری دہشت گردی کو ختم کرنے کا تہیہ کرتے ہوئے اختلافی لٹریچر اور کفر کے فتوؤں پر مبنی لٹریچر کو عدالت میں پیش کرنے کا کہا۔ چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ صاحب اگر اس مسئلے کو حل

کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور شر پسند عناصر کی نشاندہی کر کے انہیں سزائیں دلواتے ہیں تو یقیناً ان کا یہ کارنامہ تاریخ پاکستان میں سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہوگا۔ لیکن اس موقع پر ہم جناب شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کر دینا بہتر سمجھتے ہیں کہ دہشت گردی کے جو اسباب ان کی عدالت میں پیش ہوئے ان کے علاوہ فرقہ واریت کا ایک اور اہم سبب ہے اور وہ ہے جہاد کی آڑ میں دہشت گردی کی تربیت دینا۔ کشمیر اور افغانستان کے نام پر کچھ لوگ ناپختہ ذہن نوجوانوں کی تربیت اس انداز میں کر رہے ہیں کہ اگر جہاد اصغر کرنا ہے تو کشمیر یا افغانستان چلے جاؤ اور اگر جہاد اکبر کرنا ہے تو پاکستان میں شیعوں کا قتل عام کرو۔ کیونکہ شیعوں کو وہ اپنے نزدیک کافر سمجھتے ہیں۔ اور انہیں شیعت کے خلاف لٹریچر پڑھا کر ان کے جذبات کو گرم کر دیا جاتا ہے اور ایسے ہی جنونی لوگ ملک میں دہشت گردی کو فروغ دے رہے ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ جہاد کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے لیکن پاکستان میں کچھ شر پسند لوگ علماء کے لبادے میں دہشت گردی کو جہاد کا نام دے رہے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کی سرکوبی انتہائی ضروری ہے۔

آہ! جناب عباس علی نجفی مرحوم

موت ایک یقینی امر ہے جس سے کسی کو مجال انکار نہیں یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جو روز ہماری آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ انسان کا آنا اور جانا اس کے اختیار میں نہیں۔ جب مالک اور خالق حقیقی کسی کو بھیجنا چاہتا ہے تو کوئی آنے سے انکار نہیں کر سکتا اور جب وہ بلاتا ہے تو کوئی جانے سے انکار نہیں کر سکتا۔ باقی رہنے والی تو وہی ذات ہے۔ **کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام** ۔موت کا مزا تو سب کو لینا ہے اس سے راہ فرار نہیں۔ اس لیے ایک مومن موت سے خوف نہیں کھاتا کیونکہ موت یقین کا نام ہے۔ بلکہ مومن کو تو موت کی تمنا ہوتی ہے۔ یہ انسان جو موت سے ڈرتا دکھائی دیتا ہے حقیقت میں موت سے نہیں بلکہ اپنے اعمال زینت اور بد کرداری کی وجہ سے خوف زدہ ہے کیونکہ جانتا ہے کہ جس کے لیے مجھے خلق کیا گیا تھا اور جو میرا مقصد تخلیق تھا اس پر تو میں کاربند ہی نہیں رہا۔ اور اپنی منزل آخر کے لیے کچھ جمع نہ کیا اور خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔

پس جن کا ہاتھ خالی نہیں ہوتا بلکہ دامن کارہائے نیک سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسے افراد کو موت کی تمنا ہوا کرتی ہے اور مومن وہی ہے جو اس دنیا سے جب جائے اس کا دامن خالی نہ ہو بلکہ اعمال حسنہ سے بھرا ہوا ہونا چاہیے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو مر کر بھی زندہ رہتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ ہیں۔ اس لیے وہ مردہ زندہ ہے جو زندوں کا سہارا ہو اور وہ زندہ مردہ ہے جو مردوں کے سہارے پر چلے۔ انسان جب اس دنیائے فانی سے جاتا ہے تو اس کے نامہ اعمال کو بند کر دیا جاتا ہے۔ لیکن تین قسم کے افراد ایسے ہیں کہ جن کا نامہ اعمال ان کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد بھی کھلا رہتا ہے۔

1۔ ایک وہ فرد جو مرنے کے بعد اولاد صالح چھوڑ کر جائے۔ جب تک یہ اولاد رہے گی

مرنے والے کا نامہ اعمال کھلا رہے گا اور اس میں حسنات کا اضافہ ہوتا رہے گا۔

2۔ دوسرا وہ فرد جو مرنے سے پہلے علم و عبادت کے لیے کچھ لکھ کر چھوڑ جائے۔ جب تک وہ لکھا ہوا برقرار رہے گا اور لوگ عمل کرتے رہیں گے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہوتا رہے گا۔

3۔ تیسرا وہ شخص جو مرنے سے پہلے اپنی زندگی میں کوئی ایسی عمارت تعمیر کر جائے جس میں معاشرہ کو فائدہ ہو۔ جب تک یہ عمارت رہے گی نامہ اعمال نیکیوں سے بھرتا رہے گا۔

حضرت حجۃ الاسلام الحاج علامہ عباس علی نجفی مرحوم بھی یقیناً انہی افراد میں سے ایک ہیں جن کا نامہ اعمال قیامت تک کھلا رہے گا۔ سندھ کی سرزمین پر آپ علم و عمل کا درخشندہ ستارہ تھے اور وہاں کے باسیوں کے لیے آپ رحمت و نعمت تھے۔ مرحوم کے سانحہ ارتحال کی خبر پڑھ کر ایک دفعہ ایسے معلوم ہوا کہ جیسے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ہو۔ کافی دیر تک تو ان کی موت کا یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ مرحوم کی خدمات اتنی زیادہ ہیں کہ جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ آپ نے اندرون سندھ علم و عمل کے وہ چراغ روشن کئے ہیں کہ جو قیامت تک قائم رہیں گے۔

آپ نے اندرون سندھ میں مکتب اہل بیت علیہم السلام کی تبلیغ و ترویج کے لیے بہت سے مدارس تاسیس فرمائے۔ سینکڑوں کی تعداد میں علماء پیدا کیے۔ آپ پاکستان کے جید اور بزرگ علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے جانے کے بعد سندھ کے مومنین یتیم ہو گئے ہیں۔ ادارہ پیام نجف اور جامعۃ النجف کے جملہ اراکین، مدرسین، طلباء، معاونین اور کارمندان کی طرف سے ملت جعفریہ پاکستان کو تعزیت و تسلیت پیش ہو۔ خالق اکبر سے دعا ہے کہ بحق چہاردہ معصومینؑ مرحوم کو جوار آئمہؑ میں جگہ عطا فرماتے ہوئے مقام اعلیٰ علیین عطا فرمائے۔ آمین

دہشت گردی کا شکار ایرانی ہی کیوں؟

اخباری اطلاع کے مطابق 17 ستمبر 1997ء بروز بدھ کو راولپنڈی میں تین مسلح دہشت گردوں نے پاکستان ایروناٹیکل کمپلیکس کامرہ میں زیر تربیت ایرانی ایئر فورس کے پانچ افسروں سمیت سات افراد کو اندھا دھند فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

عسکری ذرائع کے مطابق دہشت گردی کا شکار ہونے والے ایرانی افسر کامرہ کمپلیکس سے ایک ویگن نمبر RPT-1145 میں راولپنڈی آ رہے تھے جہاں انہیں دھمیال کیمپ میں سول ایوی ایشن راولپنڈی کے افسروں نے رن وے کے بارے میں بریفنگ دینا تھی۔ ان کی ایک ہفتے کی تربیت باقی تھی۔ دہشت گردوں نے اس واردات کے لئے منظّم منصوبہ بندی کر رکھی تھی۔ ایک دہشت گرد ہنڈا 125 پر کامرہ سے ویگن کا تعاقب کر رہا تھا۔ اور دو دہشت گرد جی ٹی روڈ پر چوہڑپال میں ناکہ لگائے بیٹھے تھے۔ ایرانی افسر سفید رنگ کی وین پر سوار تھے جس کے شیشے پر حکومت پاکستان لکھا ہوا تھا۔ جونہی وین چوہڑپال چوک پر پہنچی دو دہشت گردوں نے جو کہ مزدوروں کے روپ میں وہاں کھڑے تھے' گاڑی کو آگے جا کر روکا اور فوراً کلاشنکوف کا برسٹ مار کر ڈرائیور کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور ویگن کا گیٹ کھول کر باقی افراد کو بھی گولیوں سے چھلنی کر دیا اور اپنے موٹر سائیکل پر سوار ساتھی کے ہمراہ بیٹھ کر فرار ہو گئے۔ فائرنگ سے ایک راہگیر آصف ولد اسحٰق بھی جاں بحق ہوا۔ جبکہ گاڑیوں کے انتظار میں کھڑے لوگوں نے لیٹ کر جانیں بچائیں۔ دہشت گردوں نے اپنا اپریشن صرف دس منٹ میں مکمل کر لیا۔

یوں تو دہشت گردی پاکستان میں روز کا معمول بن چکی ہے۔ آئے دن لوگ اس کا شکار ہو کر موت کے سپرد ہو رہے ہیں۔ پاکستان کا کوئی بھی شہری اس سے محفوظ نہیں ہے۔ ہر طرف ہو کا عالم طاری ہے اور ملک کی انتظامیہ ان دہشت گردوں کے آگے بے بس اور لاچار نظر آتی ہے۔ لیکن

قابل غور بات یہ ہے کہ دہشت گردی کے روپ میں فقط خاص قسم کے ہی لوگوں کو شکار کیوں کیا جا رہا ہے؟ اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کچھ طاقتیں پاکستان میں تیزی سے سرگرم عمل ہو چکی ہیں تا کہ ایران و پاکستان کی قدیمی دوستی میں دراڑ ڈالی جائے۔ اگر ملک کی انتظامیہ اس واقعہ سے پہلے کئے گئے واقعات کا سختی سے نوٹس لیتی تو آج یہ دہشت گردی نہ ہوتی۔ خانہ فرہنگ ملتان اور خانہ فرہنگ لاہور کے ڈائریکٹر اور ان کے ساتھیوں کے قاتلوں کو گرفتار کر کے کڑی سے کڑی سزا سنائی جاتی اور دی جاتی تو آج یہ سانحہ نہ ہوتا۔ سپاہ صحابہ کی ذیلی تنظیم لشکر جھنگوی کے امیر ملک اسحاق کی گرفتاری پر لشکر جھنگوی کے سربراہ ریاض بسراء نے یہ الٹی میٹم دیا تھا کہ حکومت ملک اسحاق کو گرفتار کر کے اچھا نہیں کر رہی اس کا نتیجہ جلد سامنے آئے گا اور ہم نے اپنے افراد کو اہم ذمہ داریاں سونپ دی ہیں۔ اور وہی ہوا کہ دو دن بعد پاکستان کے دارالخلافہ کی بغل میں آئے ہوئے پانچ ایرانی اس جارحیت کا شکار ہو کر پاکستانی قوم کے سامنے سوالیہ نشان پیدا کر گئے۔

اور پھر اس واقعہ کے اگلے ہی روز کے اخبارات میں پوری قوم نے لشکر جھنگوی کے سربراہ ریاض بسراء کا بیان ان الفاظ میں پڑھا کہ ''لشکر جھنگوی کے سربراہ ریاض بسرا نے ایرانی فوجی افسروں کے قتل کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک اسحاق کی گرفتاری سے دھوکہ باز حکومت کا پر فریب چہرہ کھل کر سامنے آ گیا ہے اور ہم حکومت سے کسی قسم کے مذاکرات نہیں کریں گے۔ ہماری کاروائیاں جاری رہیں گی اس نے یہ بھی کہا کہ ملک اسحاق کی گرفتاری کے بعد حکومت کو کہہ دیا تھا کہ یکطرفہ اقدامات کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں''۔

یہ بیان پورے ملک کے اخبارات میں چھپ چکا ہے اور ہر پاکستانی فرد اس سے آگاہ ہے کہ ریاض بسرا نے ہمیشہ لشکر جھنگوی کی کاروائی کے بعد اخبارات میں فون کر کے اپنے جارحانہ اور ظالمانہ اقدامات کا ہمیشہ اقرار کیا ہے۔ ملک اسحاق کی گرفتاری سے بھی یہ بات واضح ہو کر سامنے آئی ہے کہ اس گروہ کی بات چیت اور مذاکرات حکومتی افراد سے ہوتے رہتے ہیں۔

ہم حکومت پاکستان اور انتظامیہ سے یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ اس قسم کے

دہشت گردوں سے کیا مذاکرات کرتے ہیں اور کس قسم کے مذاکرات ہوتے ہیں اور کیوں ہوتے ہیں؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ملک کی انتظامیہ ان کے ساتھ شریک کار ہے اور یہ گروہ حکومتی سطح پر بہت مضبوط ہو چکا ہے۔

اسلامی جمہوریہ ایران کے ساتھ ہمارے روحانی اور مذہبی رشتے قائم ہیں اور جو کبھی نہ ٹوٹنے والے ہیں۔ آخر ملک میں ہمیشہ ایرانی ہی دہشت گردی کا شکار کیوں ہوتے ہیں؟ کسی اور ملک کے افراد اس کا نوالہ کیوں نہیں بنتے؟ یہ بھی سوال ہے جواب ذہنوں میں موجود ہے۔ آئی جی پنجاب' ہوم سیکرٹری اور وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین اور اسی طرح ملک کی انتظامیہ کے دیگر افراد کے بیانات بھی اخبارات میں چھپ چکے ہیں۔ اور جن سے یہ واضح لفظوں میں عندیہ دیا گیا ہے کہ یہ لشکر جھنگوی کی ہی کارروائی ہو سکتی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا لشکر جھنگوی کوئی آسمانی مخلوق ہے جو کارروائی کرنے کے بعد اوپر کو اڑ جاتی ہے اور زمین پر اس کے نشانات نہیں رہتے۔ ملک اسحاق' غلام رسول شاہ اور پھر اعظم طارق جیسے دہشت گرد حکومت پاکستان کے ہاتھوں میں ہیں لیکن دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں میں ان کے مقدمات نہیں بھیجے جا رہے۔ پاک ایران دوستی کے لئے خطرات واضح شکل اختیار کر گئے ہیں۔ ارباب حکومت کو ان امور کی طرف بھرپور توجہ دینا ہو گی اور دہشت گردوں کے ساتھ کسی قسم کی بھی رعایت ملکی سالمیت کے لئے خطرہ بن سکتی ہے۔

قائد ملت جعفریہ اور محسن روحانیت

علامہ غلام حسین نجفی
اور حکومت پاکستان

پاکستانی شیعت کا ہر فرد اس امر سے بخوبی آگاہ ہے کہ جب ملک پاکستان میں معاویہ و یزید کے پیروکار اور نمک خوار وکلاء کی توپیں شیعیان علیؑ کے خلاف کفر کے فتوؤں کی مسلسل گولہ باری کر رہی تھیں اور علیؑ اور اولادعلیؑ کے پاکیزہ مشن سے لوگوں کو نفرت دلانے کی خاطر سپاہ صحابہ نے مذہب شیعہ خیر البریہ پر اپنا ناپاک کیچڑ اچھال کر پاکستان میں شیعہ قوم پر زمین تنگ کر دی تو اس پر آشوب دور میں ناموس مذہب شیعہ خیر البریہ کا دفاع کرنے کے لیے حضرت علامہ حجۃ الاسلام و المسلمین حاج آقائی غلام حسین نجفی صاحب قبلہ نے نہایت اعلیٰ درجے کی تحقیق کی روشنی میں ہر ہر بات کو ثبوت کے ساتھ لکھ کر مشن اولادعلیؑ کی خاطر کام کیا اور جس کے نتیجہ میں حضرت علامہ آج کل پاکستان کی مختلف جیلوں (سنٹرل جیل ساہیوال، ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ، حوالات سول لائن لاہور، حوالات تھانہ ماڈل ٹاؤن لاہور، کیمپ جیل لاہور) میں جسمانی اور روحانی اذیتیں برداشت کر رہے ہیں۔اور قومی لیڈران و رہبران حضرات خاموش تماشائی دکھائی دیتے نظر آتے ہیں۔

ان سطور کے ذریعے ہم ملت جعفریہ پاکستان کے افراد سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ سراپا احتجاج بن کر سامنے آئیں اور حکومت وقت کو مجبور کر دیں کہ وہ حضرت علامہ کو فی الفور رہا کرے۔

حضرت علامہ نے جواب میں یہ کتب تحریر کی ہیں اور جن کا ثبوت یہ کتب خود ہی ہیں۔اگر شیعت کے خلاف کتب نہ لکھی جاتیں اور شیعوں پر کفر کے فتوے نہ لگتے، زمین پاکستان کو شیعیان حیدر کرارؑ کے لیے تنگ نہ کیا جاتا تو شائد یہ کتب تحریر نہ ہونے پاتیں۔اگر علامہ کو ان کتب کی تحریر پر سزا ہی دینا تھی تو پھر پہلے ان کتب کے تمام مصنفین کو بھی کٹہرے میں لا کر کھڑا کیا جائے جن کے جواب

میں حضرت علامہ قلم اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ ورنہ یہ یک طرفہ کاروائی قابل برداشت نہیں ہے۔ حکومت وقت کو آگاہ کرنا ہم سب کا فرض ہے ویسے بھی حکومتی افراد شیعیان پاکستان سے مخلص ہیں۔ ہر روز کوئی نہ کوئی کاروائی ملت جعفریہ کے سامنے آتی ہے اور دہشت گردی، فرقہ واریت کے لباس میں شیعیان علیؑ ہی پر ظلم ڈھائے جا رہے ہیں جو کہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔

اس جریدہ (پیام نجف) کے ذریعے خصوصاً ہم ملت جعفریہ پاکستان کی دو اہم شخصیات کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں:۔

1۔ حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی قائد ملت جعفریہ پاکستان

2۔ محسن روحانیت حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی قبلہ پرنسپل حوزہ علمیہ جامع المنتظر لاہور۔

کہ آپ دونوں بزرگوار اس اہم مسئلہ میں اپنا خصوصی کردار ادا کریں قبلہ غلام حسین نجفی قوم وملت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ انہوں نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ قوم و مذہب کی بقاء کے لیے کیا ہے۔ حضرت علامہ پر آنچ نہ آنے پائے ورنہ قوم کا بچہ بچہ ان حضرات کو معاف نہیں کرے گا۔ اپنی سیاسی مصلحتوں سے ہٹ کر اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں قوم کا ہر ذی شعور فرد آپ کے ساتھ ہے۔ ہمیں علم ہے کہ بعض عناصر ہم میں سے ہیں جو کہ اپنے ذاتی مفاد کی بنا پر حضرت علامہ کے مخالف ہیں اور ان کو اس مسئلہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن یاد رہے کہ ایسے غدار ہر قوم میں اور ہر مذہب میں موجود ہوتے ہیں اور وقت آنے پر گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ درحقیقت یہ افراد قومی مجرم ہیں۔ تحریک جعفریہ پاکستان کے پیش نظر مذہبی مسائل ہونے چاہئیں۔ علامہ نجفی ایک قومی ومذہبی سرمایہ ہیں ان کی حفاظت وبقاء کی خاطر جو کچھ بھی ممکن ہو ضرور کرنا چاہیے اور کرنا بھی ہوگا۔

ہم حکومت پاکستان سے بھی گذارش کریں گے کہ وہ اپنی یک طرفہ پالیسی پر عمل کرنے سے گریز کرے۔ ہم بھی پاکستان کے شہری ہیں۔ ہمیں بھی جینے اور رہنے کا اتنا ہی حق حاصل ہے

جتنا کہ ہر پاکستانی شہری کا ہے۔ہمیں بھی بنیادی حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ پاکستان کے وجود اور حصول اور پھر تعمیر و ترقی میں ملت جعفریہ نے سب سے بڑھ کر حصہ لیا ہے اگر یہ قوم قربانیاں دے کر ایک ملک حاصل کر سکتی ہے تو قربانیاں دے کر اس میں رہنے اور جینے کا حق حاصل کرنا بھی جانتی ہے۔ہم آخر میں ان کتب کی مختصر فہرست جو علامہ نے تحریر فرمائی ہیں درج کر رہے ہیں اور ساتھ وہ کتب بھی درج ہیں جن کے جواب میں یہ کتب لکھی گئیں۔

1۔بغاوت معاویہ در جواب خلافت معاویہ۔

2۔حقیقت فقہ حنفیہ در جواب حقیقت فقہ جعفریہ۔

3۔قول سدید در جواب وکلائے یزید۔

4۔سہم مسموم در جواب نکاح ام کلثوم۔

5۔خصائل معاویہ در جواب شمائل علیؑ۔

6۔کردار یزید در جواب خلافت معاویہ و یزید۔

7۔کیا ناصبی مسلمان ہیں در جواب کیا شیعہ مسلمان ہیں۔

8۔تحفہ حنفیہ در جواب فقہ جعفریہ۔

قیادت کی بساط

بعض اطلاعات کے مطابق ملت جعفریہ کے ساتھ اپنے ہی کچھ افراد ایک خاص قسم کا کھیل کھیل رہے ہیں اور قیادت کی بساط کو لپیٹنے میں مصروف عمل ہیں۔ یوں تو تحریک جعفریہ پاکستان کے افراد نے ملت جعفریہ کو آج تک کھلونا سمجھے رکھا اور کبھی بھی ملت کی آواز اور مفاد کو اہمیت نہ دی۔ کسی بھی امر میں پوری قوم کو اعتماد میں نہ لیا۔ البتہ جب بھی قائد یا دیگر افراد پر کوئی وقت آیا تو ملت کے ہر فرد نے ان کی آبرو کو اپنی آبرو سمجھا ان کی عزت کو اپنی عزت سمجھا اور ہر قیمت پر ان کی پشت بانی کرتے ہوئے حفاظت کی۔ مگر قائد کے گرد مفاد پرست افراد نے ہمیشہ گھیرا ڈالے رکھا اور کبھی بھی ان کو قوم کے قریب نہ جانے دیا۔ جس میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس میں قائد کا بھی کسی حد تک قصور ہے کہ انہوں نے کبھی بھی نشاندہی کے باوجود اس حصار کو توڑنے کی کوشش نہ کی اور آج وہی حصار اور مفاد پرست لوگ ان کے ہی دشمن بن گئے ہیں۔ اور یہ نتیجہ ہے کہ قومی وملی مفاد کو نظر انداز کرنے گا۔ ملت جعفریہ کا ہر فرد ان حالات سے باخبر ہے مگر اس کے باوجود مذکورہ بالا کھیل اپنے انجام تک نہیں پہنچ سکتا۔ کب تک قوم کو یہ لوگ بیوقوف بناتے رہیں گے۔

• ملت جعفریہ کے فیصلے جس طرح امریکہ میں نہیں ہو سکتے اسی طرح کسی اور جگہ بھی برداشت نہیں کئے جاسکتے۔ یہ ہمارے داخلی مسائل ہیں اور ان کو حل کرنا بھی ہمارا مسئلہ ہے کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں کہ ہمارے ان داخلی معاملات میں ٹانگ اڑائے۔ چار پانچ لونڈے قوم کی تقدیر کبھی بھی نہیں بن سکتے۔ ہم اس جریدہ کے ذریعے ملت جعفریہ کے باخبر اور اہل رائے اکابرین اور زعمات ملت کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ اب بھی وقت ہے بیدار ہو جائیں اور قومی اور مذہبی مسائل کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے کی کوشش کریں اور چند ضمیر فروش افراد سے پوری قوم کو نجات دلائی جائے۔ ورنہ یہ افراد کسی بھی وقت قوم وملت کے لئے تباہی کا سبب بن سکتے ہیں۔ ملت جعفریہ کے تمام علماء خصوصاً

بزرگان سے گزارش ہے کہ وہ اپنی دینی و مذہبی مسئولیت کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کریں۔ قائد ملت سے بھی گزارش ہے کہ وہ اس حصار سے نکلتے ہوئے ان لوگوں کے چہروں سے نقاب اتاریں جو قوم کو بیچ کر قیمت وصول کر رہے ہیں۔ اگر اب بھی ایسا نہ ہوا تو کوئی بھی ذی شعور آپ کو معاف نہیں کرے گا۔ اور کب تک یہ لوگ ایسا گھناؤنا کھیل کھیلتے رہیں گے۔ ایک نہ ایک دن ضرور سامنے آنا ہوگا۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری پردہ میں چھپی ہوئی اس گزارش پر ضرور غور کیا جائے گا۔

خالص اسلام

محترم قارئین! خالص کے معنی تو آپ اچھی طرح سے جانتے ہوں گے عربی زبان میں خالص کے معنی ہیں "الخالص ھو الخالی عن الغش" خالص کا مطلب یہ ہے کہ وہ ملاوٹ سے پاک ہو۔ انسان فطرتاً اپنے کھانے پینے اور پہننے کے لیے خالص چیزیں تلاش کرتا ہے۔ چاہے رقم زیادہ ہی خرچ ہو تو پرواہ نہیں مگر چیز خالص ہاتھ آنی چاہیے۔ گھی جس میں چربی نہ ملی ہوئی ہو۔ دودھ میں پانی نہ ہو جو بھی چیز خریدے کوشش ہوتی ہے کہ اس میں ملاوٹ نہ ہو۔ کیونکہ ملاوٹ سے چیز اپنی اصلیت اور اس کے اثرات سے دور ہو جاتی ہے۔

پس اگر شے کے اثرات اور اس کی اصلیت مطلوب ہو گی تو دیکھ بھال کر اور پرکھ اور سمجھ بوجھ سے کام لے گا۔ آج کے موجودہ دور میں انسان اسلام سے اس لیے دور ہوتا جا رہا ہے کہ جو اسلام اس کے سامنے ہے وہ اپنی اصلیت اور اثرات کو کھو چکا ہے اس میں ملاوٹ کی جا چکی ہے اسلام جو اک مذہب تھا ایک مکتب تھا ایک راستے اور ایک طریقے کا نام تھا آج بہت سی صورتوں میں سامنے ہے۔ عام انسان پریشان ہو جاتا ہے کہ وہ کونسے اسلام کو اختیار کرے اور اس مکاتب میں سے کونسا مکتب ایسا ہے جس کو ہادی کائنات پیغمبر اسلامؐ نے دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کیا تھا اور جو ملاوٹ سے پاک ہو۔ اور چونکہ یہ نظام' یہ شریعت' آخری شریعت تھی اور ہے اس کے بعد نہ کوئی شریعت آئے گی اور نہ کسی مذہب کو آنا ہے اسلام آخری دین اور آخری شریعت ہے۔ اس واسطے اس نظام الٰہی کو لانے والے کو یہ فکر ضرور ہونا چاہیے کہ یہ آخری شریعت ہے اور اس کو قیامت تک کے لیے باقی اور جاری و ساری رہنا ہے۔ اس کے لیے ایسا بندوبست کر لیا جائے کہ ان کے چلے جانے کے بعد اس کے لائے ہوئے نظام میں تبدیلی نہ ہو سکے۔ اور جبکہ تاریخ گواہ ہے کہ حیات رسولؐ ہی میں یہ کوششیں شروع ہو چکی تھیں کہ اسلام کی اصل صورت تبدیل کر دی جائے

اسلام کا نقشہ تبدیل کر دیا جائے۔ مسجد ضرار اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تو یقیناً یہ ماننا پڑے گا کہ ہادی کائنات نے ایسا انتظام خرید کیا ہوگا کہ جو دین اسلام کی بقاء کا سبب بن سکے۔ اب یہ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم حقیقی اسلام کی تلاش کریں اور حقیقی اسلام کی تلاش بغیر علم و مطالعہ کے ناممکن ہے۔ تو ضروری ہے کہ ہم کتب تاریخی' احادیث اور تفاسیر کو زیر مطالعہ لائیں تا کہ ہمیں یہ یقین حاصل ہو جائے کہ ہم جس اسلام کو اپنائے ہوئے ہیں وہی اسلام محمدیؐ ہے نہ کہ اسلام وضعی۔

اور بعض لوگ جب اپنی خود ساختہ اقدار و خواہشات کو ٹوٹتا ہوا دیکھتے ہیں تو اسلام کو اختیار کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ تفصیل میں جانے کی بجائے اس مقام پر حضرت سعید الملت علامہ سید محمد سعید صاحب قبلہ کی تحریر کا ایک اقتباس پیش کرنا ہی کافی سمجھتے ہیں جس میں اسلام کے اختیار کرنے کی ضرورت پر بڑے اچھے انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:

''معاشرہ کے اقدار دائمی اور ابدی نہیں ہوتے وہی اصول جو آج کسی معاشرہ میں اچھے خیال کیے جاتے ہیں کل برے بن سکتے ہیں۔ وہی طور طریقے جو آج قابل مضحکہ ہیں کل لائق احترام بن سکتے ہیں۔ معاشرہ کے حدود بھی آفاقی نہیں ہوتے کبھی ایک سماجی گروہ یا قبیلہ کے معاشرتی اصول دوسرے قبیلہ یا گروہ کے اور ایک ملک سے مختلف ہوتے ہیں۔ معاشرہ کا اصول یہی ہے کہ جسے ہم اچھا سمجھیں اس کی پابندی کرنے والا اچھا ہے۔ اور جب ہم اسے بدل دیں اور اس کو برا سمجھنے لگیں تو اسے سب سے برا سمجھیں۔

معاشرہ کی یہ حالت اس وجہ سے بھی ہے کہ معاشرہ کے یہ اصول مرتب کرنے والے کبھی تو دوسروں کے اصول سے واقف نہیں ہوتے کبھی ان کی نظر ان خامیوں پر نہیں ہوتی جنہیں تجربات غلط بتاتے ہیں اور مستقبل کے متعلق تو معاشرہ صرف قیاس آرائیاں ہی کر سکتا ہے۔ مذہب حق یعنی سچا دین وہی ہے جو معاشرہ کا پابند نہ بنے بلکہ انسانیت کو اس کے مستقل اقدار دے کر معاشرہ کو اپنا پابند بنائے۔ دین اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے دنیائے انسانیت کو مستقل اقدار دیئے ایسے مستقل اقدار جن کو نہ ملکوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے نہ قوموں میں اور نہ جن پر زمانے کی ہمہ گیری اثر

انداز ہوسکتی ہے اور نہ نسلوں کی گونا گونی پر (**لن تجد لسنة اللّٰہ تبدیلا**)۔

رسول اکرمؐ نے جب دین اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کیا تو بہت سے افراد کو اس کی حقانیت پر ایمان لانا اس لیے بھی ناگوار گزرا کہ ان کے اس وقت کے معاشرہ کے اصول ٹوٹتے تھے لیکن یہ اسلام کی انتہائی کامیابی ہے کہ بہت سے افراد صدق دل سے مسلمان ہوئے انہوں نے اپنے معاشرے کے اصولوں کو ٹھکرا دیا اسلام کے بلند اقدار کو اپنا کر اپنی زندگی ان کے مطابق بسر کی۔ حضرت سلیمانؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت مقدادؓ جیسی شخصیات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

انسان اگر اپنی ابدی زندگی سنوارنا چاہتا ہے تو اس کو خالص اسلام کی تلاش کرنا ہوگا جس طرح ملاوٹی اسلام سے نفرت کرتا ہے اسی طرح اسلام میں ملاوٹ کرنے والے سے بھی دوری اختیار کرنا ضروری ہے۔ اور پھر ہادی کائنات پیغمبر اکرمؐ نے ایک مقام پر فرمایا کہ '**من غش فلیس منا**' جو ملاوٹ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ اور پھر آپ ہی بتائیں جو دین میں ملاوٹ کرے کیا وہ محبوب خدا کے لیے ہوسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔"

ذرا غور تو کر۔ ذرا فکر تو کر۔ ذرا سوچ تو سہی۔ ذرا ہوش تو کر۔

ایک بار پھر

ماہ اکتوبر کے شمارہ میں اداریہ کا ایک موضوع قیادت کی بساط کے عنوان سے تحریر ہوا تھا جس میں ہم نے قوم کے باضمیر اور اہل فکر ونظر حضرات کے سامنے آنے والے حالات پر بات چیت کی تھی۔ اور یہ آگاہی دی تھی کہ چند ایک لوگ پوری قوم کے ساتھ ایک گھناؤنا کھیل کھیل رہے ہیں۔ اگر یہ کھیل اپنے انجام کو پہنچ گیا اور یہ لوگ کامیاب ہو گئے تو یقین کیجئے کہ اس کے اثرات ہماری پوری قوم پر ایک کالی اور خوفناک آندھی کی صورت میں رونما ہوں گے۔ اور پھر ایک سو سال تک ان اثرات کو قوم آنے والی نسلوں سے زائل نہ کر سکے گی۔

اور ہم نے اس اداریے میں واضح طور پر لکھا تھا کہ جس طرح ملت جعفریہ کے فیصلے امریکہ میں نہیں ہو سکتے اسی طرح کسی اور جگہ بھی برداشت نہیں کئے جا سکتے۔ یہ ہمارے داخلی مسائل ہیں ان کو حل کرنا ہمارا مسئلہ ہے۔ اور ہم نے قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کی خدمت میں اپنے اسی جریدہ کے تحت گزارش کی تھی کہ وہ کسی بھی ایسی سازش کو کامیاب نہ ہونے دیں اور ان لوگوں کا قوم کے سامنے پردہ چاک کریں جو چند ٹکوں کے بدلے قوم کی تقدیر کا فیصلہ کئے ہوئے ہیں۔ مگر لگتا ہے کہ ہماری اس گزارش پر غور نہیں ہوا۔ حالانکہ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ پاکستان میں چھپنے والے بعض جرائد میں قائد ملت کی بجائے قائد تحریک لکھا جا رہا ہے۔ اور بعض جرائد جو کہ کبھی اس تحریک کا حصہ تھے اور اس کی روح رواں سمجھے جاتے تھے اور ان میں عارفانہ گفتگو ہوا کرتی تھی۔ انہوں نے انہی توپوں کے منہ اسی قائد کی جانب کھول دیئے ہیں جو قائد محبوب کے نعرے لگاتے تھے۔ کبھی کہتے تھے "ساجد نقوی قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں" اور وہ ذیلی تنظیمیں جو کہ اس تحریک کے بازو تھے ان کے مرکزی صدر یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ان میں قیادت کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

مگر کیا کریں کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود ابھی تک قوم کو اندھیرے میں رکھا جا رہا ہے اور

قائد محترم پورے حقائق بیان کرنے سے گریز کررہے ہیں۔ ہم واضح لفظوں میں پھر ایک بار کہے دیتے ہیں کہ پوری ملت جعفریہ کسی بھی شوریٰ حاکمیت (جو کہ شوریٰ کے لبادے میں پیش کی جارہی ہے) کو ہرگز قبول نہیں کرتی۔ ہم قوم کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں دیکھ سکتے۔ ہاں کچھ لوگوں کے مفاد وابستہ ہوں گے اس شوریٰ کے ساتھ مگر قومی مفاد اس میں ہرگز دکھائی نہیں دیتے اور شوریٰ حاکمیت (رہبریت) اس مسئلہ کا حل نہیں ہے۔

رحمتوں بھرا مہینہ

قارئین محترم! برکتوں، رحمتوں اور نعمتوں بھرا مہینہ رمضان المبارک ایک بار پھر ہماری حیات مستعار میں اپنی بے بہا نعمتیں اور رحمتیں ڈالنے کے لیے آن پہنچا ہے۔ زہے نصیب۔ یقیناً ہر صاحب ایمان اس ماہ مبارک کی آمد پر خوش ہوا ہوگا کیوں کہ یہ مہینہ شہر اللہ ہے یعنی اللہ کا مہینہ۔ اور ہم اس مہینے میں اللہ کے مہمان ہوئے ہیں اور وہ خالق اکبر ہمارا میزبان ہوا ہے۔ جس کی بے شمار نعمتیں ہمیشہ ہمارے اوپر برستی رہتی ہیں اور جس کی نعمتوں کا احصاء کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے ۔کس کس نعمت کو گنیں اور شمار کریں۔ اس کا بڑا احسان ہے کہ ہم ناچیزوں پر اپنی گرانقدر نوازشیں کرتا رہتا ہے۔

احسان فراموش ہے وہ انسان جو اپنے محسن کو بھول جائے اور اپنے منعم کا شکریہ ادا نہ کرے ۔تو دوستو! اس منعم حقیقی کی جانب توجہات مبذول فرمائیں اور تھوڑا سا غور کر کے تو دیکھیں کہ کتنا عظیم ہے وہ محسن حقیقی کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ اس کے قبضہ قدرت میں ہونے کے باوجود ہماری کوتاہیوں اور لاپرواہیوں لغزشوں اور ناشکری کے باوجود بھی باب التوبہ ہمارے اوپر بند نہیں کرتا۔ بلکہ اس انتظار میں ہوتا ہے کہ کب میرا بندہ توبہ کے لیے ہاتھوں کو میری بارگاہ میں بلند کرے اور میں اس کی توبہ قبول کرتے ہوئے اس کی جھولی کو ان لاتعداد نعمتوں سے بھر دوں۔ یہ بندہ ہے کہ جو اس سے مایوسی کا اظہار کرتا ہے۔ آیئے اس ماہ برکت سے فائدہ اٹھائیں اور التجا کریں کہ اے خالق اکبر اپنی رحمت اور اپنے پیاروں کے صدقے میں ہمارے گناہوں سے درگزر فرماتے ہوئے ہماری توبہ قبول فرما۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم سچے دل سے دعا مانگیں تو ضرور مستجاب ہوگی۔

اور پھر اس مہینے میں کہ جس میں رحمتیں ہی رحمتیں ہیں اور پھر روایت بھی ہے کہ جو اس ماہ میں نہ بخشا گیا پھر کب بخشا جائے گا۔ کتنی برکتوں والا مہینہ ہے کہ جس میں سانسیں بھی عبادت میں

شمار ہوتی ہیں انسان کا سونا بھی عبادت الٰہی میں شمار ہوتا ہے۔اور جب سونا عبادت الٰہی ہو تو پھر جاگنا کتنی بڑی عبادت ہوگی۔اور پھر انسان کو تو اللہ نے پیدا ہی عبادت کے لئے کیا ہے جیسا کہ قرآن میں بھی ہے کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون. یعنی ہم نے جن وانس کو سوائے عبادت کے اور کسی کام کے لئے پیدا ہی نہیں کیا۔اور پھر روزہ کتنی بڑی عبادت ہے کہ جس کے لئے خالق اکبر کا ارشاد ہوتا ہے کہ ''کل عمل ابن آدم لہ الا الصوم فانہ لی و انا اجزی بہ'' ہر نیک عمل جو آدمی کرتا ہے وہ اپنے لیے کرتا ہے مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

اور اگر اجزیٰ بصیغہ مجہول پڑھا جائے تو معنی ہوں گے کہ میں خود اس کا جزاء ہو جاؤں گا۔ یعنی وہ مجھ کو پالے گا اور میں اس میں مل جاؤں گا۔تو حضور اس سے کس قدر عظمت اور بزرگی ظاہر ہوتی ہے کہ جس کے برابر کوئی عبادت ہے ہی نہیں۔

اور پھر فروع دین میں نماز کے بعد دوسرا فریضہ ہے روزہ۔اور روزے جس طرح پہلی امتوں پر فرض تھے اسی طرح ہم پر بھی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔اے ایمان والو تم پر روزہ رکھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے والے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

واضح ہو کہ یہ صوم کے معنی لغت میں انسان کا اپنے نفس کو کسی شے سے جس کے لیے اس کا دل چاہتا ہو روکنا اور اس سے باز رہنا ہے۔اور شریعت میں یہ معنی ہیں کہ جن مخصوص چیزوں سے شارع نے منع کر دیا ہے ان سے ایک زمانہ مخصوص تک باز رہنا اور ترک کرنا ہے۔اور یاد رہے کہ روزہ ماہ مبارک کا مثل نماز واجب عینی ہے۔اور اس کا وجوب ضروریات اسلام میں سے ہے اور اگر کوئی شخص عبث جان کر اسے ترک کر دے تو وہ کافر ہے نجس ہے اور اس کا قتل حاکم شرع کے نزدیک واجب ہے۔اس ماہ مبارک کے روزوں کی فضیلت میں امام رضاؑ نے اپنے آباء طاہرینؑ سے

روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے ماہ مبارک کا چاند دیکھ کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور بڑا طولانی خطبہ ہے وہ جس کے چند فقرے تبرکاً قارئین کی نظر کرتا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا ''ایھا الناس خبردار ہو جاؤ کہ خدا کا مہینہ برکت و رحمت کے ساتھ پہنچ گیا ہے جو سب مہینوں سے فضیلت میں بڑا ہے دن اس کے افضل الایام ہیں اور راتیں اس کی افضل لیالی ہیں ساعتیں اس کی افضل الساعات ہیں۔

انفاسکم فیه تسبیح و نومکم فیه عبادة و عملکم فیه مقبول و دعائکم فیه مستجاب. اس مہینہ میں تم جو سانس لیتے ہو ہر سانس میں تسبیح کا ثواب ہے اور تمہارا سو رہنا بھی عبادت ہے تمہارے اعمال اس میں مقبول ہیں اور تمہاری دعائیں مستجاب ہیں۔'' سبحان اللہ کتنی فضیلت ہے اس ماہ مبارک کی کہ ایک ایک سانس میں تسبیح کا ثواب ملتا ہے انسان شب و روز میں اکیس ہزار چھ سو مرتبہ سانس لیتا ہے تو اس طرح ماہ مبارک میں روزہ دار کے لئے دن اور رات میں اکیس ہزار چھ سو مرتبہ ثواب لکھا جاتا ہے۔ تو ایک مہینہ میں چھ لاکھ اڑتالیس ہزار تسبیحات کا ثواب صاحب روزہ کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور اسی طرح خطبہ شعبانیہ میں آگے جا کر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

ایھا الناس ان ابواب الجنان فی هذاالشهر مفتحة و ابواب السیران مغلقة فاسئلوا ربکم ان لا یفتحا علیکم و الشیاطین مغلولة فاسئلوا ربکم ان لا یسلطها علیکم۔

اے لوگو! اس مہینہ میں جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور جہنم کے دروازے بند ہیں۔ تم لوگ خدا سے دعا کرو کہ دروازے جہنم کے تم پر نہ کھولے اور شیاطین اس مہینہ میں مقید ہیں دعا کرو کہ پھر تم پر مسلط نہ ہو جائیں۔

بہر حال بڑا بابرکت مہینہ نصیب ہو رہا ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ اس مبارک مہینہ میں ہم اپنا تزکیہ نفس کر لیں اور اس ماہ کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

مبارک ہو تمام مومنین اسلام کو ماہ صیام کی آمد۔

ہوتا ہے شب و روز تماشہ میرے آگے

سانحہ مومن پورہ: ایک کھلی دہشت گردی

دہشت گردی جو کہ اب فرقہ واریت کے لبادہ میں مکمل طور پر ملبوس نظر آتی ہے اور آئے دن کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی طور پر دہشت گردی ہو رہی ہے اور یہ ایک ایسا ناسور ہے کہ جس نے پوری ملت اسلامیہ میں گہری تشویش پیدا کر دی ہے۔ پاکستان کا ہر فرد اب اس مصیبت عظمیٰ سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے اور پھر اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ ماہ رمضان المبارک جو شہر اللہ اور برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے اور اس ماہ رحمت میں ایک اسلامی ملک (جو کہ اسلام اور قرآن کے نام پر آزاد ہوا ہے) میں مکاتب اسلامی کے ایک اہم ترین مکتب اہل بیت رسولؑ مذہب جعفریہ کے ماننے والوں پر خدا کی زمین کو مکان عذاب کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا دلخراش سانحہ ہے کہ جس پر جتنا بھی لکھا جائے کم اور جتنا بھی کہا جائے کم ہے۔ جس طرح حضرات نے سنا اور اخبارات و جرائد میں پڑھا ہے کہ اتوار کی صبح 11 جنوری 1998ء لاہور کے میکلوڈ روڈ پر واقع قبرستان مومن پورہ میں ایصال ثواب کے لئے منعقد کی گئی ایک مجلس ترحیم پر چار دہشت گردوں نے سفاکانہ فائرنگ کر کے مظلوم اور عبادت میں مصروف شیعیان حیدر کرارؑ میں سے بائیس مومنین کو موقع پر شہید کر دیا اور باون کے قریب مومنین کو زخمی کر دیا ان میں سے بھی بعض کی حالت نازک ہے اور کچھ چند دنوں بعد ہی شہادت کی موت سو گئے اور اسی مجلس کو خطاب کرنے والے پاکستان کے جید اور بزرگوار عالم دین حضرت علامہ شیخ الجامعہ قبلہ اختر عباس نجفی جو خوش بختی سے حملہ آوروں کی گولیوں کا نشانہ بننے سے محفوظ رہے اور انہوں نے زمین گیر ہو کر اپنی جان بچائی اور لوگ اپنے عالم دین کو بچانے کے لئے ان کی ڈھال بن گئے۔ پچھلے ماہ ڈیرہ غازی خان ڈسٹرکٹ جیل سے پانچ دہشت گردوں کے فرار کے بعد ہی یہ خدشہ ظاہر کیا جا رہا تھا کہ صوبے کے کسی نہ کسی حصے میں

کوئی سنگین واردات ہو سکتی ہے۔اور خفیہ ایجنسیاں بھی حکومت وقت کو ایسی کسی متوقع واردات کی رپورٹ دے چکی تھیں۔مگر ایسا لگتا ہے کہ ارکان حکومت اور انتظامیہ نے اس مسئلہ کی حساسیت کو ابھی درک ہی نہیں کیا۔ان کی نگاہ میں یہ معمول کے واقعات کا ہی حصہ ہیں اور حقیقت تو یہی ہے کہ اب پاکستان انسانوں کا نہیں جانوروں اور درندوں کا ملک دکھائی دیتا ہے۔کیونکہ یہاں جنگل کا قانون ہے غریب اور نادار و بے بس عوام چکی کے دو پاٹوں میں پستی چلی جا رہی ہے۔ان کے بنیادی حقوق اور مذہبی رسومات کی کوئی حفاظت نہ ہے۔جس کا جو جی چاہتا ہے کر رہا ہے اور کرتا ہی چلا جا رہا ہے۔

وفاقی حکومت اور خصوصاً حکومت پنجاب کی طرف سے دہشت گردی کے خاتمے پر نہ صرف مسلسل زور دیا جاتا رہا ہے بلکہ پولیس اور امن و امان کے ذمہ دار دوسرے اداروں کو مضبوط بنانے میں پولیس کو بدعنوان اور فرض ناشناس عناصر سے پاک کرنے کا عزم بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ سابقہ اور موجودہ حکومتوں نے دہشت گردی اور مذہبی انتہا پسندی پر قابو پانے کی جتنی کوششیں اور دعوے کئے وہ سب کے سب نقش بر آب ثابت ہوئے۔مختصر وقفے کو حکومت دہشت گردی پر قابو پانے کا نام دیتی ہے لیکن صوبے کے کسی نہ کسی حصہ میں کوئی سنگین واردات حکومتی دعوے کو ناکام ثابت کر دیتی ہے حالیہ سانحہ بھی ایسی ہی نوعیت کا ہے مختصر وقفے کے دوران بھی دہشت گردی کی اکا دکا وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔فیصل آباد میں ایک ڈاکٹر کو محض نام کی وجہ سے اہل تشیع سمجھ کر ہلاک کر دیا گیا لیکن لاہور میں مومن پورہ کا سانحہ دلخراش اور ایک سنگین المیہ ہے اور حکومت کے لئے ایک چیلنج کا درجہ رکھتا ہے۔جس نے دہشت گردی کے خاتمے کے لئے تمام حکومتی دعوؤں کی نفی کر کے رکھ دی ہے۔ہم یہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس آگ پر قابو نہ پایا گیا تو یہ آگ سب کو جلا کر راکھ کر دے گی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اپنے سیاسی مخالفین سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر مخاصمت کا رویہ ترک کر کے اس بڑے حساس مسئلہ کے حل کے لیے ان کا بھرپور تعاون حاصل کرے اور

دہشت گردی کے اندرونی اور بیرونی اسباب وعوامل کا کھوج لگا کر انہیں ختم کرنے کی طرف توجہ دی جائے۔ اس وقت دہشت گردوں کے مقدمات زیر سماعت ہیں ان میں مجرم ثابت ہونے والوں کو سرعام پھانسی دی جانی چاہیے اور امن وامان کے ذمہ داروں اور عوام کے درمیان گہرے تعاون کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔ یاد رہے کہ اس کے بغیر حکومت کا کوئی اقدام کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

لفظوں سے دہشت گردی کا خاتمہ ہرگز نہ ہو سکے گا۔ مومن پورہ کی اس لرزہ خیز واردات کی ذمہ داری، جب کہ اک مخصوص گروہ نے اپنے ذمہ لے لی ہے تو پھر دیر کس بات کی۔ معلوم نہیں پھر بھی حکومت آج تک اس گروہ کے سرغنہ کو گرفتار کیوں نہ کر سکی حالانکہ اس پر بہت سی دوسری وارداتوں کا بھی الزام ثابت ہے۔ حکومت کے پاس اتنی بڑی مشینری ہے سینکڑوں، ہزاروں دفاتر اور لاکھوں ملازمین وماہرین ہیں۔ طرح طرح کی ایجنسیاں اس کو اطلاع دینے کی ذمہ دار ہیں لیکن یہ سب لاؤ لشکر اور سب ٹھاٹھ باٹھ عوام کو جان ومال کا تحفظ دینے میں بری طرح ناکام ہے اور حکمرانوں کی یہ حالت ہے کہ دس بیس سال اقتدار میں رہنے کے دعوے کر رہے ہیں۔

پاکستان کی شیعہ برادری کو اس حادثہ جانگداز نے ہلا کر رکھ دیا ہے اور بے چینی اور بے قراری پوری قوم میں اپنے عروج تک پہنچ گئی ہے۔ اور جو کہ اب ناقابل برداشت ہو چکی ہے اور یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو ملک خانہ جنگی کا شکار ہو سکتا ہے۔

ابھی بھی وقت ہے ہوش کے ناخن لئے جائیں۔ پوری شیعہ برادری میں یہ سوال زور پکڑ چکا ہے کہ کیا یہ ہمیں حکومت کے ساتھ تعاون اور اتحاد کرنے کا صلہ مل رہا ہے؟ قائد محترم علامہ سید ساجد علی نقوی نے اپنے ایک بیان میں پوری طرح وضاحت کر دی ہے کہ اس حکومت کے ساتھ ہمارے اتحاد کا کیا معنی کہ جو ہماری جان ومال کا تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ٹھہری ہے۔ اور حکومتی مشینری میں ہماری کوئی نمائندگی نہ ہے۔ ایسی پارٹیاں جو کہ ایک تانگہ کی سواریاں ہیں ان کی نمائندگی تو حکومت میں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں قائد محترم نے پہلی بار اتنے واضح الفاظ میں حکومت وقت

کو متنبہ کیا ہے کہ اگرچہ کافی عرصہ قبل یہ اظہار کر دینا چاہئے تھا مگر کوئی بات نہیں صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔

بہر حال ہم آخر میں حکومت وقت سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ملت کی بے چینی کو سمجھتے ہوئے ان کے دکھ درد کا مداوا کرتے ہوئے تشویش کی اس لہر کو ختم کرے اسی میں حکومت اور ملک کی بھلائی ہے۔

شھدائے مومن پورہ

سانحہ مومن پورہ میں جو مومنین بدترین دہشت گردی کا شکار ہو کر شہید ہوئے ہیں' ادارہ جامعۃ النجف کے تمام اراکین و ممبران اور مدرسین و طلباء اور اسی طرح ماہنامہ پیام نجف کے جملہ اراکین کی جانب سے تمام شہدائے مومن پورہ کے لواحقین سے تعزیت و تسلیت پیش کرتے ہوئے حکومت وقت سے پرزور احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت فوری طور پر اس بدترین دہشت گردی کرنے والے دشمنان ملک و اسلام کو فوری طور پر گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچائے۔ اور ملت جعفریہ کو اعتماد میں لے۔

جملہ سادات و مومنین سے سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ اخلاص تلاوت کرنے کی اپیل ہے۔

منجانب:

1۔ جملہ اراکین و مدرسین' طلباء جامعۃ النجف

2۔ جملہ اراکین ماہنامہ پیام نجف

صاحبزادہ فضل کریم صاحب

صوبائی وزیر اوقاف (پنجاب) اور صدر علماء اتحاد بورڈ

کچھ عرصہ سے پنجاب حکومت نے مختلف مکاتب اسلام کے علماء پر مشتمل بورڈ حضرت صاحبزادہ فضل کریم کی رہبری اور قیادت میں تشکیل دیا۔ جو کہ یقیناً فرقہ واریت کی آگ کو بجھانے میں کافی عرصہ تک اکسیر ثابت ہوسکتا ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے تھوڑے ہی عرصہ میں اس بورڈ کے ذریعے کافی کام کیا ہے اور اس بورڈ کا تشکیل پانا اگرچہ ایک احسن امر ہے اور یہ فرقہ واریت کے سیلاب کے لئے سد راہ ثابت ہونے میں کافی ممد و معاون ثابت ہوسکتا ہے جب تک خلوص نیت اور غیر جانبدارانہ طریقہ کو اپنائے رکھا۔

بورڈ میں نمائندگی کے لحاظ سے افراط و تفریط نہیں ہونی چاہیے۔ کتب کی تحقیق و تطبیق میں معاندانہ جذبات نہ پائے جائیں۔ ایسے علماء کو بورڈ میں دعوت دی جائے کہ جو فرقہ واریت سے بالا تر ہو کر ملک و قوم اور قرآن و اسلام کے لیے اور اتحاد امت کے لیے کام کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں اور علم و عمل سے مالا مال ہوں۔

ہمیں امید ہے کہ صاحبزادہ صاحب جو کہ خود ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں اور اسی صنف نازک ہی سے تعلق رکھتے ہیں اور رشتہ استوار کئے ہوئے ہیں۔ مسئلہ کی اہمیت و حساسیت سے غافل نہ رہتے ہوئے اپنی چشم بصیرت، جذبہ اخلاص کی بنیاد پر اپنے دور وزارت کا روشن چراغ ثابت ہوں گے۔ اور آنے والے حضرات کے لیے ایک اسوۂ کامل اور راہ حق بن کر دکھائیں گے اور انشاء اللہ امت مسلمہ کے لیے امت واحدہ کے تصور اور معنی کو حقیقی روپ دینے میں کامیاب و کامران ہوں گے۔

نس بالخیر

مجالس شارجہ

عشرہ محرم الحرام پر شارجہ میں

حضرت حجة الاسلام والمسلمین

علامہ آغا سید سبطین حیدر سبزواری (فاضل قم)

کی پڑھی گئی مجالس امام حسین علیہ السلام کا ایک ایمان افروز تحریری مجموعہ

ذاکرین وواعظین کے لیے بہترین مجموعہ تقاریر

بہت جلد شائع ہو رہا ہے

منشورات

حوزہ علمیہ جامعۃ النجف مند رانوالہ (ڈسکہ)

پیشکش

نجف کتاب گھر و کیسٹ لائبریری مندرانوالہ (ڈسکہ)

عشرہ محرم

حضرت حجة الاسلام والمسلمین

علامہ آغا سید سبطین حیدر سبزواری (فاضل قم)

مجالس امام حسین علیہ السلام کا عدیم النظیر مجموعہ

جو کہ ذاکرین اور واعظین کے لیے بے مثال تحفہ ہے

جلد شائع ہو رہا ہے

منشورات

حوزہ علمیہ جامعة النجف مندرانوالہ (ڈسکہ)

پیشکش

نجف کتاب گھر و کیسٹ لائبریری مندرانوالہ (ڈسکہ)

اربعین شارجه

ذاکرین اور واعظین کے لیے ایک نادر و نایاب تحفہ

اربعین محرم پر شارجہ میں

حضرت حجة الاسلام والمسلمین

علامہ آغا سید سبطین حیدر سبزواری (فاضل قم)

کی بصیرت افروز مجالس کا تحریری مجموعہ

بہت جلد منظر عام پر آ رہا ہے

منشورات

حوزہ علمیہ جامعۃ النجف مند رانوالہ (ڈسکہ)

پیشکش

نجف کتاب گھر و کیسٹ لائبریری مند رانوالہ (ڈسکہ)

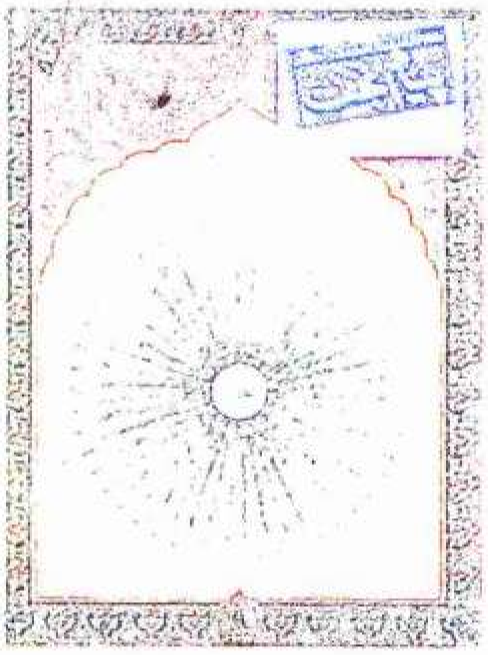

ملنے کا پتہ:

مکتبۃ الرضا

8-بیسمنٹ میاں مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

فون: 042-7245166